

# جلوہ ایثار

عقی یونس جتوہ



وندھیا چل پھاڑ آدمی رات کی ڈراؤنی تاریکی میں کالے دیو کی طرح کھڑا تھا۔ اس پر اگے ہوئے چھوٹے چھوٹے درخت ایسے نظر آتے تھے گویا کہ اس کی جٹائیں ہیں اور اسٹ بھی دیو کی کامندرجس کے کلس پر سیاہ پتا کے ہوا کے دھیمے دھیمے جھونکوں سے لہرا رہے تھے، اس دیو کا سر معلوم ہوتا تھا۔ مندر میں ایک ٹمٹمانا ہوا چراغ نظر آتا تھا جس پر کسی دھندلے تارے کا گمان ہوتا تھا۔

آدمی رات گزر چکی تھی، چاروں طرف میہت ناک ستا مچھایا ہوا تھا۔ نگاجی کی سیاہ لہریں پھاڑ کے نیچے سکون بخش روانی سے بہہ رہی تھیں اور ان کے پھاڑ سے ایک دآویز نغمہ کی صدا نکل رہی تھی۔ جا بجا کشتیوں پر اور کناروں کے آس پاس ملاحوں کے چولہوں کی آٹھ نظر آ جاتی تھی۔ ایسے وقت میں ایک سفید پوش عورت اسٹ کھچی دیو کی کے سامنے ہاتھ باندھے بیٹھی تھی۔ اس کا تین چہرہ زرد تھا اور بشرے سے شرافت برتی تھی۔ اس نے دیر تک سر جھکانے کے بعد کہا:

ماتا! ”آج بیس سال سے کوئی منگش کا دن ایسا نہیں گزرا کہ میں نے چروں میں سر نہ جھکایا ہو۔ ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ میں نے تمہارے چروں کا دھیان نہ کیا ہو۔ تم جگ تاری مہارنی ہو، مگر تمہاری اتنی سیوا کرنے پر بھی میرے دل کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ میں تمہیں چھوڑ کر اب کہاں جاؤں؟“

ماتا! میں نے بیٹکڑوں پر ت رکھے۔ دیوتاؤں کی اپنائیں کیں، تیر تھ جاتا نہیں کیں مگر منور تھ پورا نہ ہوا۔ تب تمہارے ٹرن آئی۔ اب تمہیں چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ تم نے سدا اپنے جگتوں کی مرادیں پوری کی ہیں۔ کیا میں تمہارے دربار سے خراش جاؤں؟

سہا ما اسی طرح دیر تک فنی کرتی رہی کہ یکا یک اس کے دل پر بے خبر کر دینے والی

مخویت کا غلبہ ہوا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور کان میں آواز آئی۔

”سہاما! میں تجھ سے بہت خوش ہوں، مانگ کیا مانگتی ہے“

سہاما کے رونٹے کھڑے ہو گئے اور کچھ دھڑکنے لگا کہ آج بیس سال کے بعد  
مہارانی نے روشن دینے کا نپتے ہوئے یولی۔

”جو کچھ مانگوں گی وہ مہارانی دیں گی؟“

”ہاں ملے گا“

”میں نے بھاری تپسیا کی ہے، اس لیے بڑا بھاری بردان مانگوں گی“

”کیا ملے گی؟ کبیر کا دھن؟“

”نہیں“

”اند رکا ہل؟“

”نہیں“

”سرسوتی کی وہ یا؟“

”نہیں“

”سمنار کا سب سے اتم پدارتھ؟“

”نہیں“

”وہ کیا ہے؟“

”سپوت پینا“

”جو کل کا نام روشن کرے“

”نہیں“

”جو ماں باپ کی سیوا کرے“

”نہیں“

”جو دیا وان اور یوان ہو؟“

”نہیں“

”پھر ہیبت بیٹا کسے کہتی ہے؟“

”جو اپنے دلش کا پکار کرے“

”تیری بدھی کو وحشیہ ہے۔ جاتیری اچھا پوری ہوگی“

2

ویراگ

منشی سالگرام بنارس کے پرانے رئیس تھے۔ پیشہ وکالت کا اور موروثی جائیداد فرحتی، وہ ساسیدھ گھاٹ پر ان کا عالیشان مکان آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ فیاض ایسے کے بچپن میں ہزار سالانہ کی آمدنی خرچ کو کافی نہ ہوتی۔ سادھوؤں اور برہمنوں کے بچے معتقد تھے۔ جو کچھ مانتے برہمن بھوج اور سادھوؤں کی تواضع و تکریم میں صرف ہو جاتا۔ شہر میں کوئی سادھو آ جائے، کوئی مہاتما آ جائے، وہ منشی جی کا مہمان تھا۔ شکرست کے ایسے عالم کہ بڑے بڑے چندت ان کا لوہا مان چکے تھے۔ دیدانت کے اصولوں کے پابند تھے ورجیعت کامیاں ویراگ کی طرف تھا۔

منشی جی کو نظر تانچوں سے بہت اُس تھا۔ جب وہ گھر سے نکلتے تو قدرتی بچوں کا ایک لشکر ساتھ ہوتا۔ ایک بار ایک سنگدل ماں اپنے بچے کو مار رہی تھی۔ لڑکا ہلک ہلک کر رہا تھا۔ منشی جی سے ضبط نہ ہو سکا۔ بچے کو گود میں اٹھا لیا اور عورت کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ اس دن سے اس نے لڑکے کو مارنا چھوڑ دیا ورنہ مارنے کی قسم کھالی۔ جو شخص غیروں کا ایسا دلدادہ ہو وہ اپنے بچے کو کتنا پیار کرے گا۔ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب سے بچہ پیدا ہوا منشی جی دنیا کے کاموں سے کنارہ کش ہو گئے۔ کہیں ہنڈولے میں جھلار ہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔ کہیں اسے خوشنمائی گڑی میں بٹھا کر خود کھینچ رہے ہیں۔

سہا مانے لڑکے کا نام پرتاب چند رکھا تھا اور جیسا اس کا نام تھا، ویسے ہی اس کے

وصاف تھے۔ ہاکاذہین، نہایت خوش رو باتیں کرتا تو سننے والے لٹو ہو جاتے۔ ستارہ  
بندی پیشانی پر چمکتا تھا۔ اعضاء ایسے قوی کہ دو گنے قد و قامت کے لڑکوں کی کچھ  
حقیقت نہ سمجھتا۔ اس کمسنی میں اس کا چہرہ ایسا روشن اور متین تھا کہ یکا یک کسی غیر  
شخص کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا تو وہ حیرت سے تنکٹے لگتا تھا۔

اس طرح ہستے کھیلتے چھ برس گزر گئے۔ عیش کے دن ہوا کی طرح سن سے گزر  
جاتے ہیں، کہ خبر نہیں ہوتی۔ وہ سیاہ بختی کے دن اور مصیبت کی راتیں جو کالے نہیں  
کٹتیں، آگئیں۔ پر تپ کے پیدا ہوئے ابھی کتنے دن گزرے! مبارکباد کی دلاویز  
صدائیں کانوں میں گونج ہی رہی تھیں کہ چھٹی سالگرہ آ پہنچی اور چھٹے سال کا خاتمہ  
برے دنوں کا آغاز تھا۔ منشی سالگرام کا دنیاوی تعلق محض نمائشی تھا۔ وہ بے لوث اور  
بے لگاؤ زندگی بسر کرتے تھے۔ اگرچہ ظاہر میں نگاہوں میں معمولی دنیا داروں کی  
طرح دنیا کی کلفتوں سے رنجیدہ اور خوشیوں سے خوش نظر آتے تھے۔ مگر ان کا دل  
ہمیشہ اس اعلیٰ اور پرسکون امن کے مزے لیا کرتا تھا جس پر رنج کے جھوٹوں اور خوشی  
کی تھکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ماگھ کا مہینہ تھا۔ الہ آباد میں کنبہ کا میلہ تھا۔ ریل گاڑیوں میں چاتری رونی کی طرح  
بھر بھر کر الہ آباد پہنچائے جا رہے تھے۔ اسی اسی برس کے بڑھے جنہیں برسوں سے  
اٹھنا نہ بھر تھا، لنگڑاتے، اٹھیاں ٹیکتے منزلیں طے کر کر کے پریاگ راج کو جا رہے  
تھے۔ بڑے بڑے سادھو مہاتما جن کے درشنوں کی خواہش لوگوں کو ہمالیہ کی تاریک  
گہپاؤں میں سمجھنے لے جاتی تھی، اس وقت گزگجی کی پاک لہروں سے ملنے آئے  
ہوئے تھے۔ منشی سالگرام کا بھی جی لپچایا۔ سہما سے بولے ”کل اشنان ہے“

سہما: ”سارا مملہ سونا ہو گیا ہے، کوئی آدمی نظر نہیں آتا“

منشی: ”تم چلنے پر راضی نہیں ہو تیس ورنہ بڑا لطف آتا۔ ایسا میلہ تم نے کبھی نہ دیکھا

ہوگا“

سہاما: ”ایسے میلوں سے میرا جی گھبراتا ہے“

منشی: ”میرا جی نہیں چاہتا۔ جب سے سنا ہے کہ سوامی پر مانند جی آئے ہوئے ہیں۔ میرا تو دل ان کے درشن کے لیے بے قرار ہے“

سہاما پہلے تو ان کے جانے پر راضی نہ ہوئی مگر جب دیکھا کہ یہ روکے نہیں رکھیں گے تب مجبوراً مان گئی۔ اسی دن گیارہ بجے رات کو منشی جی پر یاگ راج چلے۔ چلتے وقت پر تپ کا بھوسہ لیا اور بیوی کو پیار سے گلے لگایا۔ سہاما نے اس وقت دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں۔ اس کا کھیمہ دھک سے رو گیا۔ جیسے چیت کے مینے میں کالی کالی کھٹاؤں کو دیکھ کر کسان کا کیچہ کا پنہ لگتا ہے، اسی طرح منشی جی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر سہاما لرز گئی۔ آنسو کی وہ بوندیں ویراگ اور تیاگ کا اتھام سمندر تھیں۔ دیکھنے میں وہ کیسے ننھے پانی کے قطرے تھے مگر کیسے گہرے! اور کیسے وسیع! ادھر منشی جی باہر نکلے اور سہاما نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ کسی نے اس کے دل میں کہا کہ اب تجھے اپنے پتی کے درشن نہ ہوں گے۔ دو دن گزر گئے۔ تین دن گزرے۔ چوتھا دن آیا اور چلا گیا۔ یہاں تک کہ پورا ایک ہفتہ گزر گیا، اور منشی جی نہ بولے اب تو سہاما کو بے کلی ہونے لگی۔ تار دینے۔ آدنی دوڑائے، مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ دوسرا ہفتہ بھی دواؤں میں ختم ہو گیا اور منشی جی کی واپسی کی جو کچھ رہی سہی امیدیں تھیں خاک میں مل گئیں۔

منشی جی کا مفقود الخیر ہونا نہ صرف ان کے خاندان بلکہ سارے شہر کے لیے فسوسناک واقعہ تھا۔ بازاروں میں، دکانوں میں، نشست گاہوں میں غرض ہر چار طرف یہی مرکز گفتگو تھا۔ جو سنتا فسوس کرتا۔ کیا میر کیا غریب یہ ماتم عام تھا۔ ان کی ذات سے چاروں طرف جو زندہ دلی پھیلی رہتی تھی۔ اب ایک ماتم چھایا ہوا تھا۔ جن گلیوں سے وہ بچوں کی فوج لے کر نکلتے تھے وہاں اب خاک اڑ رہی تھی۔ بچے بار بار ان کے پاس آنے کے لیے روتے اور ضد کرتے۔ ان بے چاروں کو کیا خبر تھی کہ اب

وہ محفل ویران ہو گئی۔ ان کی مائیں آنچل سے منہ ڈھانپ ڈھانپ کر روتیں۔ جیسے ان کا کوئی عزیز مر گیا ہو۔

یوں تو منشی جی کے غائب ہونے کا رونا سب ہی رو رہے تھے۔ مگر سب سے گڑھے آنسو آدھنیوں اور سوداگروں کی آنکھوں سے ٹپکتے تھے جن کا ابھی حساب کتاب نہیں ہوا تھا۔ دس بارہ دن تو انہوں نے جوں توں کر کے صبر کیا۔ مگر آخر کب تک؟ ایک ایک کر کے حساب کی فردیں پیش ہونے لگیں۔ کبھی رہم بھوج میں دو سو روپیہ کا گھی آیا ہے اور قیمت نہیں دی گئی ہے۔ کہیں سے دس روپیہ مید آیا ہوا ہے۔ مندر بنوائے وقت ایک مہاجن سے بیس ہزار روپیہ قرض لیا گیا تھا، وہ ابھی جوں کا توں پڑا ہوا ہے۔ مطالبات کا تو یہ حال تھا اور افاغاشہ کا یہ حال تھا کہ بجز ایک عالی شان عمارت اور اس کے لوازمات کے کوئی ایسی جائیداد نہ تھی جس سے کوئی کثیر رقم کھری ہو سکے۔ تدبیر یہ تھی کہ علاقہ نیلام پر چڑھایا جائے اور اس کے محاصل سے مطالبات ادا کیے جائیں۔

بے چاری سہا ماسر جھکانے پورے پر بیٹھی ہوئی تھی اور پرتاپ چند اپنے لکڑی کے گھوڑے پر سوار آگن میں نخ نخ کر رہا تھا کہ چنڈت مولے رام شاستری جو خاندان کے پروہت تھے، مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ انہیں خوش دیکھ کر مایوس سہا ماسر نے کہا کہ شاید کوئی خوشخبری آئے ہیں۔ ان کے لیے آسن بچھایا اور پر امید نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ چنڈت جی آسن پر بیٹھے اور سو گھنٹی سونگھتے ہوئے بولے۔ ”تم نے مہاجنوں کا حساب دیکھا؟“

سہا ماسر: ”مایوسانہ لہجے میں“ ”ہاں دیکھا تو“

مولے رام: ”تم بڑی گہری ہے۔ منشی جی نے آگ کا بیچھا کچھ نہ سوچا۔ اپنے یہاں کوئی حساب کتاب نہ رکھا۔“

”ہاں اب تو تم گہری ہے نہیں تو اتارو پیہ ایک ایک بھوج میں اٹھ گیا کیا؟“

مولے رام: ”سب دن برابر نہیں جاتے“

سہاما: ”اب تو جو الیٹور کرے گا وہ ہوگا، میں کیا کر سکتی ہوں“

مولے رام: ”ہاں الیٹور کی اچھا تو مول ہی ہے۔ مگر تم نے بھی کچھ سوچا ہے؟“

سہاما: ”ہاں علاقہ نیلام کروں گی“

مولے رام: ”رام رام یہ کیا کہتی ہو علاقہ بک گیا تو پھر بات کیا رہ جائے گی“

سہاما: ”اس کے سوا اب کوئی تدبیر نہیں ہے“

مولے رام: ”بھلا علاقہ ہاتھ سے نکل گیا تو تم لوگوں کا بھرپور کیسے ہوگا؟“

سہاما: ”ہمارا الیٹور مالک ہے، وہی بیڑا پار کرے گا“

مولے رام: ”یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسے اپکاری آدمی کے بڑکے بالے

دکھا اٹھائیں“

سہاما: ”الیٹور کو یہی منظور ہے تو کسی کا کیا بس؟“

مولے رام: ”بھلا میں ایک جگت بتاؤں کہ سانپ بھی مر جائے اور اٹھی بھی نہ

لوئے“

سہاما: ”ہاں بتائیے آپ کا بڑا لپکار ہوگا“

مولے رام: ”پہلے تو ایک درکھاس لکھوا کر کلکٹر صاحب کو دے دو کہ مالگجاری

معاف کی جائے۔ باقی روپیہ کا بندوبست ہمارے اوپر چھوڑ دو، ہم جو چاہیں گے

کریں گے، مگر علاقے پر آج نہ آنے پائے گی“

سہاما: ”کچھ معلوم ہو تو آپ اتنا روپیہ کہاں سے لائیں گے؟“

مولے رام: ”تمہارے لیے روپیہ کا کایان، فشی کے نام پر بتا لکھا پڑھی کے

پچاس ہزار روپیہ کا بندوبست ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ روپیہ لکھا ہوا

ہے تمہارے منہ سے ہاں نکلنے کی دیر ہے“

سہاما: ”شہر کے رئیسوں نے جمع کیا ہوگا“



مولے رام: ”ہاں بات کی بات میں روپیہ جمع ہو گیا۔ صاحب کا اشارہ بہت تھا“  
 سہاما: (کچھ سوچ کر) ”معافی کی درخواست مجھ سے نہ لکھوائی جائے گی اور نہ  
 اپنے پتی کے نام پر قرض لینا چاہتی ہوں، میں سب کا ایک ایک پیسہ علاقہ سے ادا  
 کروں گی“

یہ کہہ کر سہاما نے رکھائی کے ساتھ منہ پھیر لیا، اور اس کے زرد اور افسوسناک  
 چہرے پر ہلکا سا غصہ دکھائی دیا۔ مولے رام نے دیکھا بات بگڑا چاہتی ہے تو سنبھل  
 کر بولے۔

”اچھی جیسی تمہاری مرضی، اس میں کوئی جبر دیتی نہیں ہے۔ مد اہم نے تم کو کسی  
 طرح کا دکھ اٹھاتے دیکھا تو اس دن پر لے ہو جائے گا، بس اتنا سمجھ لو“

سہاما: ”تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنے پتی کے نام پر دوسروں کے احسان کا  
 بوجھ رکھوں۔ میں اسی گھر میں مروں گی، فاقے کرتے کرتے مر جاؤں گی، مگر کسی کا  
 احسان نہ اٹھاؤں گی“

مولے رام: ”بھئی بھئی! تمہارے اوپر احسان کون کرتا ہے، کیسی بات منہ سے  
 نکالتی ہو؟ کرج لینے میں کوئی سرم نہیں ہے۔ کون رکھیں ہے جس پر لاکھ دو لاکھ کا کرج  
 نہ ہو“

سہاما: ”مجھے یقین نہیں آتا کہ اس قرض میں احسان شامل نہیں ہے“  
 مولے رام: ”سہاما! تمہاری بدھی کہاں گئی ہے، جہلا تم سب طرح کے دکھ اٹھا لو  
 گی، مگر کیا تمہیں اس بالک پر ترس نہیں آتا“

مولے رام کی یہ چوٹ کاری پڑی۔ سہاما اب دیدہ ہو گئی اور بیٹے کی طرف پر  
 حسرت نگاہوں سے دیکھا۔ اس بچے کے لیے کون کون سی تپسیا نہیں کی۔ کیا اب اس  
 کی تقدیر میں دکھ اٹھانا لکھا ہے۔

جو پودا کل ہوا کے تیز جھونکوں سے پچایا جاتا تھا، جس پر کبھی آفتاب کی تیز کرنیں نہ

پڑنے پاتی تھیں، جو تازگی کے ہنڈولے میں جھول رہا تھا۔ کیا وہ آج اس جلتی ہوئی دھوپ اور اس آگ کی لپیٹ میں مرجھا جائے گا۔ سہاما کی منٹ تک اسی فکر میں بیٹھی رہی۔ مولے رام دل میں خوش ہو رہے تھے کہ اب بازی مار لی۔ اتنے میں سہاما نے سر اٹھایا اور بولی۔ ”جس کے باپ نے اکھوں کو پلایا کھلایا، دوسروں کی آسیریت نہیں بن سکتا۔ اگر آپ کا دھرم اس کی مدد کرے گا تو وہ خود دس کو کھلا کر کھائے گا (لڑکے کو بلاتے ہوئے) بیٹا ذرا ابھر یہاں آؤ۔ کل سے تمہاری مٹھانی بندہ دودھ لکھی سب بند ہو جائے گا، روؤ گے تو نہیں“ یہ کہہ کر اس نے بیٹے کو پیار سے گود میں اٹھایا اور اس کے گلابی رخساروں سے پسینہ پونچھ کر ایک بوسہ لیا۔

پر تپ: ”کیا کہا کل سے مٹھانی بند ہوگی۔ کیوں، کیا طوئی کی دوکان میں مٹھانی نہیں ہے؟“

سہاما: ”مٹھانی تو ہے مگر اس کا رو پیہ کون دے گا؟“

پر تپ: ”ہم بڑے ہوں گے تو اس کو بہت رو پیہ دیں گے۔ چل خٹخ بیکھوں ماں کیساتھ گھوڑا ہے“ سہاما کی آنکھوں میں پھر آنسو اُڑائے، فموس! کیا اس حسن و نزاکت کے پتلے پر ابھی سے افلاس کی مصیبتیں آجائیں گی۔ نہیں نہیں، میں خود سب بھگت لوں گی مگر اپنے پیارے بچے پر مصیبت کی پرچھائیں نہ آنے دوں گی۔ ماں تو یہ خیال کر رہی تھی اور پر تپ اپنے منہ زور بد لگام اسپ جو میں کو زیر کرنے میں ہمہ تن مصروف تھا۔ بچے تو ہوتے ہیں دل کے بادشاہ! الغرض مولے رام نے بہت کچھ جال پھیلایا۔ اور بہت فصاحت و بلاغت صرف کی مگر سہاما نے ایک دفعہ نہیں کر کے ہاں نہ کی۔ اس کی وضاحت داری کا تذکرہ جس نے سنا وہ واہ کی۔ لوگوں کے دل و دماغ میں اس کی عزت دوچند ہو گئی۔ اس نے وہی کیا جو ایسے میر چشم اور دریا دل آدمی کی بیوی کے شایان شان تھا۔

اس کے چند ہی دن علاقہ نیلام پر چڑھا۔ پچاس ہزار کی رقم وصول ہوئی، کل



بچوں کو دیکھا رتی۔ مرن بھی پرتاپ کے گھر بھی کھلی چلی۔ مصیبتوں ماری ہا  
 سے، پیو، اپنی مصیبت جھوں چلی۔ سے چھاتی سے گائیکی ورسوں جھوں جھوں  
 باتیں سن رہی غم غم رتی۔

ایک روشنی شمس۔ ہر سے کے تو یہاں بیٹھے ہیں کہ پرتاپ ورنہ دن وہاں  
 مقرر میں رہیں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پرتاپ کوئی تاب پر ہر ہے ورنہ دن  
 مسیبت گاہے سن رہی ہے۔ وہاں نے جوئی روشنی جی وہاں بیٹھ تھہرے ہوئے۔  
 مرن تو دور رہا پ کی جود میں جا بھی ورنہ پرتاپ سچا رے ہر ہوئے۔ یہاں  
 شجور کا تھا۔ سن بھی تھہرے سے زیادہ کا۔ تھا مرنہ سے سے دن عظمت  
 جھٹک رہی تھی۔ روشن ورم، نہ چہرہ، پاک و صاف، تھہرے پائے پتے سرے  
 ہونٹ تیر چھنی ہوئی لگا ہیں۔ گاہے گاہے جھونہ ن طرح ہوں، اس پر صاف  
 تھہرے چہرے روشنی جی نے پرتاپ سے کہا، یہاں تو پرتاپ پرتاپ ہے، تہ  
 وچ چکاتا کچھ باتا رہا ہے۔ روشنی جی نے پرتاپ سے کہا، میں یہاں چھ  
 تر بھی گئی ہوئی تاب پڑھ رہے تھے۔

پرتاپ بولنے لگی وہ کہ مرن جوں بھی باہری چھکی ہانیاں تھیں، یہاں وہاں  
 پہلے تھیں بھی مرنی طرح باتیں رتی تھیں۔  
 روشنی جی مسکرا رہی ہے، "ماں، وہ خوب ہوئی تھیں"

مگن کے مرن سے پرتاپ بولتے بھی نہ سکے دن تھی کہ پرتاپ نے کاشمیر میں  
 سب وہاں پرتاپ۔ ہاں، نہیں، نہ تھیں، ہاں، یہاں یہاں ہاں ہاں  
 ہیں۔

روشنی جی کے بے پروا کا نذر دید پر خوب تھا۔

تو پرتاپ ہنسوں طرح چہرے گا۔ سوں تباہ ہے کہ شجر کے لوگ اس میں  
 بندھ جائیں۔ دیو رہیں تھی اونچی ہیں جیسے تار۔ بندھ رہے تھے جو بند میں ہٹ گئی

تو وہ گمان میں پھنس گیا۔ بڑے مائوسی میز پر تکیہ کی بہانے کچھ مٹولی ہے۔ اس پر پچھوٹوں سے بھرے گلاس رکھے رہتے ہیں۔ گاجی کا پانی خفید ہے، یہ زور سے برستا ہے کہ چھڑا بھی ہو تو ہبہ جاے۔ وہاں ایک ماہجوبہا ہیں۔ ریل وٹری ہے سن سن ورس کا گین ہوتا رہتا ہے جھک جھک، نچن میں بھاپ ہوتی ہے سی کے رو سے نچن پھٹتا ہے۔ قاری کے ماتھ ماتھ در دست بھی دھرتے ہیں۔ وطران کی بانٹیں پرتاپ نے پٹی جھن بھن روٹن میں بیٹ کیں۔ برتن تھوہ و طرح خاموش تھیں ہیونی سن ری تھی۔ ریل پر وہ بھی آتیں ورسو نی ہونی تھی مگر سے تن تک یہ نہ مصدرو کہ سے کس نے بدیا اور یہ یاں چلتی ہے۔ آتیں ورس نے اپنے روٹن سے یہ سوں یا تھ مکرانوں۔ یہی کہہ مرٹاں دہا تھ۔ پچیشورنی مہیا پر پیر ہے۔ برتن سے بھی یہی مجرہ تھ کہیشورن میں مٹولی ہا تھ کی و ط تھار کھوڑ ہے جو تھی قاریوں کو سن بھنچے جاتا ہے۔ سب پرتاپ خاموش سو تو برتن نے پاپ کے گھے میں ہائیں اس رہا۔ "باد ہم بھی پرتاپ و تاب پرتاپیں گے" مٹش "ٹش تم تو سنسرت پر حق ہو، یہ تو بھٹا ہے"

برتنس تو میں بھی بھٹا ہی پرتاپوں اس میں تھیں کچھ جانیوں ہیں۔ میری کتاب میں تو یہ کہانی بھی نہیں کیوں دہا پر حنا کے کہتے ہیں؟ مٹش جی بھٹیں بھٹے گئے۔ اسوں نے آج تک جو کبھی موٹھیں یا تھ کہ پر حنا یا چہرے سے بھی وہ مرٹن کچھ رہے تھے کہ پرتاپ یوں بھٹے پرتھتے دیکھا؟ و پرتا سنا ہے ہیں؟

برتنس "یا میں نہیں پرتھتی ہیہ سے پرتھتے ہو پر ہائیں کہتے ہیں؟" برتنس مدعا نت کو دی پرتھری تھی۔ پرتاپ نے ہا "تم طوطے و طرح تھی ہو"

کچھ عرصہ سے ہمارے گھٹ شہر دیھ رہے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ جو بے دل  
 ہے۔ یہ مدد بے وقوفی سے دے دیتے تھے اور نہ ان کا حزن منہ بکھلے نکلتا تھا۔ صرف  
 ایک بڑا عیسوی، رقی راہی تھی۔ وہ پر کا کام دے دیتی اور کہتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے  
 پکا پکا کرے چوری کی سخت محنت نہ دے گی نہ تھی چندی وہ میں سے تھکن  
 کے سب سے رات کو رات سے لگی۔ رفتہ رفتہ یہ فوت ہو چکی کہ جب دیکھیں رات  
 سو جاوے، جسم پھوٹا جاتا ہے۔ مدد بے وقوفی سے نہ پینے لگتا۔ ان کا  
 میں جی میں تھا۔ مگر وہ ہے کہ روزناموں کے موقوف کام بن جاتی ہے۔ وہ دروہ  
 بھی ہوں نہ رات نہیں اور نہ کسی سے اس کا راز رہتی ہے۔ جب تک پتا پگھلے پر  
 موجود رہتا ہے تب تک وہ چلے کو ذرا بھی مدغم نہیں ہونے دیتی تھی۔ مگر جوں جوں  
 مدد بے وقوفی سے ہونے لگی رہتی ہے وہاں بھر پڑے پڑے رہ رہتی  
 تھی۔

پرتاپ بھڑا کا تھا۔ اس کی حالت روز بروز ترسناک ہو رہی تھی۔ یہ بیمار  
 ہے۔ ایک دن اسوں سے ہونا تو سیدھا پنے کھر ہا۔ بیٹے کو دیکھنے کی ہمارے  
 رہنے کی خوشیوں۔ مگر ہمارے صحت کے چہرے گھبراہٹ ہو رہے تھے۔ پرتاپ  
 پرتاپ نے سے سمجھا۔ اس کی طرف سلامت ہمیں لگاؤں سے ایڈریس کیا۔ اس  
 مرنے لگا تھا۔ کیا ہو گیا؟ تلی دلی ہو گیا ہو گیا۔ یہ تو ہمارے جسم میں رہا ہے کہ ہاتھ  
 نہیں رہا تھا۔

ہمارے ہنسنے و ہنسنے۔ پی پی کے سہارے بیٹے کی تکلیف ہے۔  
 ہمارا پرتاپ اور غرض محبت کا بھائی درجی ہے۔ گو رکھنا سزاؤں میں پڑ گیا تو  
 نہیں ہوں آج اور رات ہو گئی تھی۔ شام تک باطل چھی ہو چکا ہے۔ ساری  
 میں سو رہا ہے۔ حال ہو۔ تم کو بھی سی حال دیتی ہو  
 پرتاپ اس تم مجھ سے بہت دور ہو، مگر وہ وہاں ہیں کون تہا

تھیں ہو جاتا

سہا (تس) 'پیارے میں میں' کی جگہ پر مجھے مصدقہ نہیں ہونا

پرتاپ: میں: کٹر صاحب کے یہاں جاتا ہوں۔

سہوا (پتا پکا کا تھ پڑا) ”نکھ پیچا“ وہ کہاں ہے یہ؟“

پر تپ' پوچھے پوچھے میں جاؤں گا'

سہا کچھ، ہائیپو تنی تھی کہ سے پھر چکر پیسوں، تھیں پھر نہیں

پر تپ سک کی چہات اکیڑہ رسم گہوار چھوٹا نہ ہو، ہاں وہ ہو رہی ہے

— 6 —

ہر روز وہ اس وقت تک بہن کے کمر پہنچ جاتا تھا۔ رات جو یہ ہوئی تو وہ ٹھہر لی

ہونی اضر، اضر یہ ی تھی۔ یا یک جا رہا۔ میر جھٹسے قی قیر تاپ ہو، ہاں ہاں

مے منہ پھیر دیکھو۔ یہ تو بچہ جس کہ س نے دل لے لے مے مے پھیر دیا ہے۔ مگر جب

سے رات بھر اٹھتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا: "میں ہوں، تم سو جاؤ۔"

پڑتاپ ہے چوتھے جو سہ سو پانچ سو اسی

ہرگز نہ تھے، سپہ سالار نے کچھ کہا، "تم چپ نہیں کرتے"

پرتاپ نے کہا: "تکلیف بردار ہوں، مہربانی فرمیں۔"

یہ سستے ی رچ رلی ہوڑی ہر شتم زمان میں پہا کے سر پہنے ہرک ہوئی۔

ایکھا تو وہ لے اس عزت چڑی ہے۔ ہنکھیں بند ہیں ورنہ اس رو رو رو سے چلے

ہم نے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ یہاں پہلے سے ایک چھوٹی سی سیڑھی بنائی ہوئی تھی۔

مگر چٹائی نے انہیں نہ کھویش تب کہ نے طاق پر سے تل مار اور ہاتھ سے

میں ڈر رہا تھا۔ سنہ ۱۹۷۱ء کی عید کے سر میں مٹینوں نے تیل پڑا کر

عزت نہ رہی تھی۔ بھڑی چچی تو ہنسنا نہیں کھلے ہیں۔

بڑا چنگی سپاہی ہے کہ نہیں درود نہیں





یہی چھ گئے۔ مگر کھوجتے تو میں یا رتی۔ یہاں کہاں پانی؟ جو بہہ اس نے  
 پیٹا۔ وہ دھوپا۔ پتا پتا۔ خوش تھا گویا موت میں پس ہاں۔ اور میری پر وہ  
 سو اور کٹر صاحب۔ یہاں ہی بخش دینگی سے تھی دی۔ پتا پتا گویا میں بھی  
 باتیں کرتے رہا۔ وہ ساتھ بیٹھے تھے۔ سے پنے نناکید کے نو  
 بیٹے پنے بنگلے کو پہل چھ گئے۔ مگر چونکہ بحر پر تھا، اس لیے پورے پورے  
 مہینے بھر یہاں ٹرہی ہوئی تھی۔ میں پٹی پر۔ کٹر صاحب وہاں وقت کرتے اور  
 سی توند سے وراثت سے پیش کرتے گویا یہاں ہی ہنستے۔

ایک دفعہ ڈرتے ڈرتے یہاں نے فیس کے روپے ایک سشتہ کی میں رہ کر پیش  
 ہے۔ مگر ڈکٹر صاحب نے نہیں ہاتھ تک نہیں لگایا۔ صرف "تاکہ" سے میری  
 طرف سے پتا پتا ہے۔ "تاکہ"۔ وہاں وہاں سے چاہا ہے۔ پیر کاڑی میں  
 ہے۔ "تاکہ"

بروز ورسوں میں وہاں ٹھہرے۔ یہاں ہی سوں تیار رہی کے لیے حاضر رہیں۔  
 وہاں چاہے تامل بھی رجا ہے مگر یہاں وہاں سے ایک مہینہ بھی نہ لگتی۔ وہاں ہی پانی  
 اتنی سب ہوا کی صحت بھی ہوتی تو اس نے جھون بھن باتیں رکے کٹاؤں  
 ہوتی۔ ہیٹ کو دنا سب بھونٹا۔ جب یہاں بہت اسہ رتی تو فوراً کے لیے  
 پتا پتا کے ساتھ ہیچے میں ہیٹ پہلی جاتی۔ چہرے جیسے ہی یہاں ہیٹیں۔ وہاں تک  
 ہارے ہینڈے کھینچیں جھٹ جھٹ نہ پڑتیں وہاں سے صے کا نام نہ لیتی۔ بدہ کٹر  
 وہاں ہو جاتی۔ رتہ ورتی گویا میں تھا گھر ہے پاتے۔ نامعلوم سے ہی یہاں  
 بہن سو رہی۔

ایک دن رتہ رتی یہاں کے رہا نے ٹیٹھی پٹھان جھل ری تھی۔ وہاں سے کٹیاؤں  
 میں غرق تھی کہ آٹھیں دیو دیو صرف تھی ہوں تھیں وہاں صرف درختوں پر چاندنی  
 ہرتی ہے یہاں ہی ہینڈے ہینڈے سے حوں پڑتا رہی تھی نے مصلحت خیر نہ

مولیٰ کی چنگی میری طرف تار تار کی ہیں۔ اگلا اس سے ہاتھ سے پٹھیا چھوٹ  
 پڑی۔ حویلی سے اٹھ کے لیے بھگی کہ سہا نے سے پر سے گئے گا یا۔  
 چھارہ پڑ پھا، برتن بنانا، تم بھی با سوچ رہی تھیں؟

برجس نے سر ہٹا دیا۔ یہ جھٹ مارا ہوا، کچھ نہیں تمہیں نہ بتاؤں گی

سہا (چھارہ) میری بھی یہ نہیں بتا دے یہ سوچتھی؟

برجس (جانتے ہوئے) سوچتھی کہ چاہے نہ ہمت نہ ہوگی

سہا "چھ نہ سوچ کی بتا دے۔ سبکی تو ہے چھ نہیں نہ پلچہ میں مٹھیں بدر  
 ہوں گی"

برجس "نہ ہوں تو نہیں؟"

سہا "نہیں کسی سے نہ ہوں گی"

برجس "سوچتھی کہ جب پر تاپ سے میرے یہ ہو جائے گا تو خوب مزے سے  
 رہوں گی"

سہا نے سے سینے سے پرٹا دیا "پارن، اتنی بھلی ہے"

برجس "ہاں بھلی ہے، میں چاہی ہوں، تم مجھے ہوندا ہو گی"

سہا "آج لکھو آئے وہ اس سے پوچھوں گی، دیکھوں یا کہتا ہے"

برجس "نہیں نہیں نہ کو نہ ہونا، میں تمہارے پاؤں پر تھی ہوں"

سہا "ہیں تو ہوں گی"

برجس "تمہیں، ہاں قسم سے نہ مانا"

5

## شیرینہ زندگی کے ٹھکانے

دن بڑھتے گئے۔ دو ماہ رر گئے۔ ہندت موے رر رر ہی صبح گئے رر

مدد منت سہادی پڑتے۔ چاند بے کاکا ٹماٹھس رر ماکھ، یونہی س تاپ

سے پڑھنے میں برتن کا دس، اٹل نہ تھا۔ ایک روز بھینگرے فتر سے آئے۔  
 مرے میں بیٹھے، اور جوتے کا فیتہ اٹھاس رہے تھے کہ دھسینا سمرتی بولی اُٹھ سے  
 نکلی۔ مرنے سے ہاتھ میں بک رہا بھرھا نہ رکھ دیا اور منہ کھینچ کر شے گئی۔ سر نامہ پر  
 لکھا ہوا تھا "خدمتِ جناب با صاحب برسد"

مشق "رے تو اس کا دے گئی ہے، یہ میرا اٹل ہے"

مہری "اس کا کاشی تو ہے۔ اٹل تو ہے"

مشق "اس سے کیا کون آؤں گا؟ سے تو تھا"

مہری "اپنے اٹل سے پتہ لگ جائے گا"

مشق جی نے یرت میں "رہا نہ تھا، تو یہ عبارت لکھی ہوں گی۔"

"باب ۲، ۱۰۰ کا پرہیز، پانچ پانچ۔ یہاں آپ نے اپنی سے شل لکھ لیا ہے۔"

آپ کا اٹل مسئلہ شری واما تھ جی سے بہت زیادہ رتی ہوں۔ میں نے پر آپ سے

بھٹا بیچ دیا۔ وہ کہیں سے آئے ہوئے تھے پر جاتے ہیں۔ آپ سے یہ اچھی

کبھی کہیں آئے، یہ وہ نہ پڑھنا ہی زندگی کا لکھ ہے اور وہ ہوں جن ہے۔ وہ

پر میں اس کا مہتمم تھا ہو ہے۔ آئی وہ چاہے کہ وہ دسیا بھسوں وہ چوں سے جمع

رے۔ وہ دیا سے سب دھو دور ہو جاتے ہیں۔ میں نے کل میٹال پچھکی کی کہانی

سنا تو اہوں مجھے بہت خوبصورت میاں لکھی ہے۔ بہت اچھی ہے، میں اس کا

یہ وہوں کی تب آپ سے وہ یہوں کی میں سے چند تہی سے نہ پر ہوں گی۔

یہ وہاں نہیں جانتی کہ میں کھانا پڑھتی ہوں

آپ کی پیاری

ہوں

تو اب دیکھتے ہی مشق جی سے علیحدگی میں مدد کی محسوس ہو گئی۔ پھر تو ایک ہی نظر

میں سارے خط پڑھ ڈالا، ہمارے خوشی کے نئے پاؤں پڑتے ہوئے اندر دوڑ پڑے۔

پرتاپ دگڑا میں اٹھ آیا وہ راہوں میں کھڑا تھا پھرے ہوئے سوٹیا اے پاس گئے وہ  
 ”دو دھڑا“ کہا ”مجھ کو اس کا ہے“

سوٹیا ”اے ہم تھ میں وہ وہ بھوس“

منشی جی ”انہیں وہیں سے پیسے بیٹھے تھ، جہی“

سوٹیا ”بو بوس اس تو کیا وہ گئے“

منشی جی ”پچاس روپے وہ دھ کے اتھ بے ہوئے“

سوٹیا ”پسے وہ پندھوں رر دھ وہ میں تو مر جا دئے“

منشی جی ”مرنے بے وہ کچھ کہتا ہوں، بھی وہ یہ وہ یہ ملی ٹٹ پو جیا بھیا

ہے“

یہ ہر وہ پیکاریک ایک بے حسیب سے نکال کر رکھیا۔

سوٹیا ”کتے کا ٹوٹ ہے“

منشی جی ”پچاس روپے کا تھ میں بے مر دھو“

سوٹیا ”اے ہوں کی، بے دقیق ہوں“

منشی جی ”ہوں ہوں بے مینا، پسے تھ دو سکی“

سوٹیا ”لکھ ہے اے بے ٹوٹ، اے میں نہ نوں کی“

یہ ہر وہ بھی اور منشی جی کا ہر تھ پیر یا

منشی جی ”سی یا ہر بڑی بے ٹوٹ جیسے بڑی ہو“

سوٹیا ”اے میں ہی تھی کہ بھی نے مرنے گئے“

منشی جی ”تم نے بڑ بھ بھی“ صاف اٹھو اٹھائیں“

سوٹیا ”بہ نہ رتے ہو جید چنہو یہ سب ہضم کرنے کی نیت ہے“

”یوں لکھو یہ تھ ہر سی ہے نہ“

پرتاپ نے چچی لکھوں سے منشی کی طرف دیکھ کر ”سہ تے ہوں میں نے

کچھ باتیں

طشچی، جی، 'میرزا محمد علی'،

سوٹیا "جھوٹ پڑتا ہے، ملاحظہ ہے، ٹم ٹم میں ہیں گھر سے ہو"

پرنسپل 'میر' ٹیٹیس ہے۔ شیخ بانو - کھ ہے۔

موشیا کے غنہ سے لے کر "مکمل" پر تک ۴۱ برس سے ۹۹ برس تک کے ہاتھ سے

تو یہ بھی کہہ رہا تھا کہ یہ سب بھی شیطان ہے۔ یہ تو ان سے پوچھنا

کیوں ٹیٹی پتھر لکھتا ہے پرنے نے سر جھٹکا رکھا ہوں پہنستے ہی ماں نے سے

گئے سے گاپی۔ بچہ سے پڑن کا یہ جس ہائی کہ جب پچھم ہواں قلم ن

یہ میٹھی ہے، مرقا تہہ پیاوری ہے۔ گھرے کام اہندے سے سے بے نی چٹھ

مرکز کار رتبه دهنده گمانه زنی بر سر سبب و علل وقوع فتنه و فتنه خواهان

موتی۔ باب پھوس، نہ، ماتھنت فی تائیں، تاکہ پردن رڑھ رہو شا رہو ہے کی

تو بڑھے گی۔ یہ بھی نیچے اب اس وقت کھانا کھا رہی تھی تو اس نے کہا کہ اب یہ تو ہے تو بڑھے گی تو

اب میں نے کہا: 'میں نہیں چھوٹ گیا ہوں، میری کھڑکی ہے۔' وہ نے

”تمہ سے اپنی منڈیں رہی ہے، مرنے سے متاقت ہو“

دشمنوں کو زبردستی لے گئے۔ بڑے دن ۱۵، ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ مارچ بھی تک سے

ہاں ہونے کا شعور نہیں تھا۔ یہ ہے کہ میں نے جیسے کانچھی تھاق ہی نہیں ہو۔

میں نے ایک دن کی بی بی سے کہا

میں نے اس میں اس کی کچھ عیب نہ سمجھا، گی

سوئیا "جی تو چاہتا ہے کہ گانگاؤں میں کچھ سوئی روم بنائے ہوں"

۵۴ ۳۰ ج۲ درجہ جی، ۱۰۰

سوئیا "چچوئیس مجلس جاتے"

۶۶۔ چچا میسر ہے، درہم کھانا پانا مٹوروں کے بچے سب سے ضروری بات

”تیا“ جی یہ ہے کے گے س سے بیٹھ۔ چا۔ گا۔

سہا ”کام کرنے کی سے گتا ہے“

”تیا“ (جھپٹتے ہوئے) پھوں سے گال مہر روچا نہیں گے۔

دوسرے دن سے برتن کھانا پکانے لگی۔ پہلے دن پانچ دن سے یوہ کے

سامنے بیٹھنے میں سخت تکلیف ہوئی۔ ”گ۔ نہ جلتی۔ چھانے جلتی تو کھوں سے پانی

بہتا، اور پانی کی طرف، س موبائل۔ چنگاریوں سے کسی ریشمی مار سہا تیا مان

ہوئیں۔ ہاتھوں میں چھوے پڑ گئے۔ مگر رفتہ رفتہ یہ سب مہمتیں رفع ہوئیں۔ سہا

سی نیک مزاج عورت تھی کہ کبھی مارا نہ ہوں۔ ہمیشہ چہکار سے کام میں لگا

رہتی۔

کئی برتن کو کھانا پکانے دو ماہ سے زیادہ نہ رہے مگر گے کہ ایک دن س نے

پرتاپ سے کہا۔ ”مہ مجھے کھانا پکانا سہا“

پرتاپ ”جی“

برتن ”کل چکی۔ میرا صاف دھو۔ بہت خوش ہوئیں“

پرتاپ ”تو بھی یک۔ میری بھی دعوت راہ“

برتن (خوش ہو کر) ”چھ کل“

دوسرے دن نو بجے برتن نے پرتاپ کو کھانے کے لیے بلایا۔ س نے جا کر دیکھا

تو چوکا گا۔ ”تا زنی ٹی سی سونگھی سونگھی تہ شہا“ ”سی سونگھی نے چھ

سو ہے۔ بک تھوں میں چاوس اور چپاتیاں ہیں۔ دس اور ترکاریاں لگ لگ

ٹوروں میں رکھی سون ہیں اور دس اور گلاس پانی نے جہا، اور خود ہے۔ یہ سون

اور سیتہ دیکھ کر پرتاپ سیرھا دھوتا سونگھی ”نہین ال کے پاس یا۔ اور نہیں، اور

پوکے نے سامنے بٹھ کر دیا۔ چپ پڑے تار ریشم میں فرط حیرت نے ہاتھ نہ

پھر ہوا کہ پرناپ کے ساتھ جا بیٹھے۔ اے چاروں پرناپ کو یہ معلوم تھا کہ حضرت بھی ان پرناپ کے مہمان ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان پرناپ کے یہ ہاتھ بٹایا تھا۔ اس وقت بہت دنوں اور بیچنگ نکالوں سے ہاں نہ صرف دیکھے تھے۔ بلکہ اٹارٹس، مسٹر رٹش جی سے بھی "تمہارے یہ ہاتھ بٹا رہے ہیں" کے لئے بیچ میں یہ آئے ہیں۔

ہر جہاں کے تھے، وہ قلیوں میں قسور قصور جھانپ کر  
 "جی برائی نے چپ تیاں خوب ہٹائی ہیں۔ مرہ، علیہ و علیہ  
 پناپ چپ اکیسے علیہ و علیہ"

’جی جی‘ میں نے یہی چاہتیاں کبھی نہیں کھا میں اسان بہت دید ہے‘  
 پرتاپ‘ ہر دن چچا ہنر بے درجہ“  
 یہ بہت مہم ہنرے گا، ہر دن ہے جہاں سر نیچے کر رہا، ہنرے ہو رہی تھی  
 حشیا (تو ہے)‘ اب ہونے لگی‘ ساری رہائی پست رہے، بھی  
 لے لے لے ہو“

منشی جی : یہ تمہاری رال پیک ری ہے۔<sup>۱۱۹</sup>  
 ستر و مٹوں آدمی رسولی کا حقیقہ رکے ٹھے۔ منشی جی : ن وقت یک ٹر فی  
 س مرید جس بونحوہ دی۔

6

پیش رو

ڈپٹی شیپ پاس کار عب رار ش پر صارتی تھ شہ میں کون یہ حاتمہ تھ؟  
وہ تھی عزت رتے ہوں۔ اس کا باعث بھوتو یہ تھ کہ ۱۰۰ مڑ کے بہت خلیق ہر  
عظیم تھے ور پچھ یہ کہ رشوت سے ہمیں تسلی سحر رہتھ۔ مصفاہ نگار یہ ہر ایک تھی  
کہ اس بارہا سب سے عرصے میں مشعل سے نہ گئے وہ چار فیصلوں پہل ہوں ہ

گی۔ ٹکریزوں کا ایک حرف نہ چاتے تھے۔ مگر تجھے جیسے یہ عروں دروہیوں دہی  
 رن قانونی سنگھ اور ناتھ پر حیرت مانی تھی۔ مریج میں مریج پسندوں کو ہوت  
 رہن ہوتی تھی۔ مکان در پتھری کے سوئی نے نہیں دریں جاتے جاتے ہیں  
 یہاں مٹی سگر۔ جب تک زندہ رہا یہاں ہو کہ مہر خود تھے تو آتھی بھی۔ کے  
 یہاں نہ یہاں چھ جاتے تھے۔ جب سے وہ، پتہ ہوے ڈپٹی صاحب نے گھر چھوڑ  
 بنے قسم ہاں۔ نئی برس سے ایک بار ظہر صاحب کے مہر ضرر ہوے۔  
 خانہاں نے کہ صاحب نکل رتے ہیں۔ وہ گھنے تک برآمدے میں ایک  
 سٹڈ جسے پر میسے نظر آتے رہے۔ کے بعد صاحب مہر ہاتھ میں ایک ٹینس  
 رٹ سے نکلے اور عذرت کے طور پر کہا "بابو صاحب ہم کو بہت افسوس ہے کہ آپ  
 ۱۹۷۲ بھڑپے۔ ہمیں مریج فرصت نہیں ہے۔ کلب گھر جانا ہے، آپ پھر کبھی آویں۔"  
 یہ سن رہیوں نے صاحب ہاں کو مریج سامنے اور تھی دات پر پھر کی ٹکریز کی  
 "قات ہونہ گئے۔"

بابو نیما پتہ رچہ کی معنی میں مریج شہر کی مدت تھے۔ مگر اپنے نام نیک و بہ نامی کی  
 نوے چھ جاتے رہتے تھے۔ خانہاں نے عروہ چست پر بھی نہیں کی قدر نہارتھا۔  
 اپنی وضع کے وہ بڑے رئیس مریج آدمی تھے۔ ان باتیں ظرات سے بھرن ہوتی  
 تھیں۔ شام کے وقت جب وہ چہرہ متنبہ باب کے ساتھ صحن میں بیٹھتے تو کے  
 تھوڑی سی دیر بعد ہیچے سے نالی آتی تھی۔ ٹوکروں چروں سے بہت لے کھی کاہرتا،  
 رہتے۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ آئے اور بیٹھنے سے نہ رنہ تھا۔ مگر ان کا رعب  
 دھریا پھیا ہو تھا کہ کی کوئی مریج رویوں سے لے جہاں نہ لٹنے کی برکت نہ  
 سوچتی تھی۔ وضع قطع سادہ رہتے۔ سو پتوں سے نہیں نفرت تھی۔ من در انہی  
 چہن ک پر ایک ریشمی کام کی عمامہ، یہ شمشاد، ڈھیل پاجامہ ورائی راحت کا ٹوکہ  
 جو تان کی خاص وضع تھی۔ ان کے وہ ہرے بدن سرخ و سفید چہرہ اور درمیانہ قد پر



اس قدر کہ اس ریب دیتا تھا، تاؤت ہاتھوں سے لمس نہ تھا۔

مگر اپنی شیامت چن کر عجب چاہے سارے شہر میں چھپا دیا، ہاتھوں پہ ہڈیوں  
 چھوڑ دیں میں ساری ایک نہ جانتی تھی۔ یہاں سزا یا وجہ چن کر مسد رتی تھی۔ ورو  
 اپنے مندرجہ میں مصلحت غنائی کے ساتھ رج رتی تھیں، تو اس کا قمار، ان  
 دن بر خاتمی، ان کی مز خاگی صورت، بین دین غرض ان کل امور میں میں  
 یہ وہ غیب کا حقیقہ تھا۔ ان کی سزا رے ڈپٹی صاحب۔ پریم منی نے مری کے  
 صوب ایک مہ جن نو ررھوں۔ مہ جن ڈر رگیتی تھی۔ پریم منی نے شوہر کی س  
 بد غلت بے جا پر ہی رہم ہوں کہ انہوں تک سو پ بھن میں ٹھہری رہی۔ سحر رچ  
 سو رڈپٹی صاحب نے مہ جن کو رخصت کر دیا۔ تب سے میں کچھ جاگی معادت  
 میں رہا لئے ن جرت رہی۔ مہ جن بے جا رہے بہت تھی اور پائے اس آدمی  
 تھے۔ اور ان کی چہرے سے متجہ ہو گیا تھا مگر پہموتی کے وہ میں بھی تک  
 ان چن سے بد کمان تھی۔ اس کا مزج حلکتا تھا۔ واقعہ تھا۔ اس کے  
 ہاتھوں سے جھوٹی شچی و ریزے ہوں سے سخت نرت تھی۔ جب کبھی وہ میں کی  
 کے یہاں تمہارے میں شریف ہونے کے بے جاتی تو گویا یہ مسمد بات تھی کہ وہاں  
 ہمزگی صورت پیدا ہوئی۔ عورتوں کو بڑھ بڑھ کر تکیں بناتے وقت دیکھ کر اس سے ضابطہ  
 نہ ہوتا اور اس پتی۔ اس حق کے ظہار سے وہ کبھی نہ پاکتی۔ چاہے اس کی پادش  
 میں سے تو تو میں میں بھی کیوں نہ رہا پڑے۔ غصوں کے یہ جھوٹے میں تو سے  
 حاصل ملتا تھا۔

مشق جی کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بڑا بڑا ررھتا چن رڑ کی کاٹ میں پچھلے  
 ساری رری حاصل رچتا تھا۔ اس کی شادی رچ ریکری کے یک منوں گھر۔ میں  
 سوئی تھی۔ چھوٹا بڑا مہرے بھی تک بن گیا تھا۔ پریم منی نے بچپن کی سے،  
 پیر رنے سے یہ بے باک و ررہ ذوق نہ دیا تھا کہ اس کی صحبت پر بھنے بھنے کی

طرفدار بھی مائل نہ ہوئی۔ پندرہ برس کا سوچا تھا مگر بھی تک سیدھا سا خط لکھنے کی جی تین نہ تھی۔ میوں کی کئی میسے مگر س نے مہینہ بھر کے اندر نکال دیا۔ یہ سید سے میں نام بھی لکھ دیا گیا۔ مگر وہاں جاتے ہی سے ہی چہ چہ جاتا۔ دوسرے گروں کو جانا اس لیے وہاں سے بھی ٹھکریا تب ایک ماٹ صاحب تالیقی پر ماٹ ۲۰۷۷ مرن کی تیس میسے کی دوسرے مدت میں لکھ چن نے مشغل سے تیس ہل پڑے ہوں گے۔ مگر ماٹ صاحب بھی رحمت ہوئے۔ تب ڈپٹی صاحب نے خود پڑھا۔ کی خدائی مگر ایک مدت میں انیس کئی بار لکھ چن کا رہنے کی ضرورت محسوس ہوں۔ گو ہوں کے بیانات وروٹا کی حرحر کی تہہ تک پہنچا تھا مشغل نہیں تھا جتنی بد شوق رہنے کے ہل میں تقسیم رغبت پیدا رہا۔ پر ہوتی نے اس ۱۰۰۰۰ پائی وادی وچوں سے مگر ڈپٹی صاحب نے بھی جھڑپھوڑا دیا۔ لکھنا چھوڑ دیا۔ تب صورت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہاں سے سب گروں سے ریہا چھوڑ گئی۔ اس ناظر واریوں نے ملوہ منوے ہڑی، ہڑ ہڑی واری قبیل کے دوسرے مشاغل کا دواہ بنادیا۔ مگر ہوں واریوں نے جانے گئے۔ ٹیڑھوں کے چور پھوٹے گئے شام ہوں واریوں کے بے بیچ ۱۰ گئے۔ کچھ انوں سے ملے گا چھوٹا بھی پڑ پڑتا۔ مگر نہ ٹکھی وریہ تیس میں تو گویا اس کی جان سستی تھی۔ سن بھی پھوٹا تھا مگر شہدوں کے فیصل رحمت سے نظر زری میں شہد وادی تھے۔

پریموتی ایک ماٹ ہوتا ہے مٹنے لگی۔ وہاں س نے راج رانی ۱۲۷۵ واریوں سے اس کا دل پڑا ہو تھا کہ رہ رہ ہوں واریوں کے گھر میں گئے تو گھر کے ہاگ جاگ گئیں۔ یہ رزداں عورت کے ذریعے سے شیا پر باغندیہ طرہ سے رزداں کو یہ ہوں مال شرم ہو چکا تھا۔ ورمیان یوکی میں شہدوں سے متعلق صدق و مشورہ مورہ تھا۔ پریموتی کا غندیہ پر وروہوں چھوٹے نہ مے۔ یہاں چاں پیچون

کا دلی پکھل جانے کا انداز بڑا دکھ دینا تھا۔ وہ بھلا بیوقوف اور سادہ دل تھا۔ اس سے  
 ملتا جلتا ہوا تھا۔ وہ تو بچہ پڑھا، چٹ چٹ بولتا تھا، اور پر پیٹہ کھا بھیجتا۔ اس طرح  
 صداقت سے اس رہا رہے اور مست کا بیچ بڑا ہو گیا۔ اس سے نہیں کی ہرک میں خاندان تمام  
 اس کے مشتبہاں، ہار کی ٹکڑوں سے نہیں پوچھا کرتا تھا۔ اس کی پیٹہ پر ہر وقت  
 پھونکے نہ ہوں۔ اس کے تندرست رہو میں، تمہیں ہونے ہیں۔

بھو (چندر) : "یہاں میں یہاں سے آئے ہیں، یہاں سے آئے ہیں۔"  
 پریم کوئی : "وہ یہاں سے آئے ہیں، یہاں سے آئے ہیں۔"  
 بھو : "کچھ تک جہیز بھی بنا دیا۔"

پریم کوئی : "تک جہیز میں شریوں کے لیے نہیں بنایا جاتا۔ جب ترہو میں پانچ  
 سو روپے کے لیے، ہر نہ تھوڑے تب جہیز کا پانچ سو روپے کے لیے، یہاں سے آئے ہیں۔  
 ہر دن پرچہ رتی لکھ سے بہت بھاری ہے۔"

سیدتی : "بھو، وہاں لکھ میں خوب بھل بھل رہا ہے۔ بھلائی بہت گائیں گی۔ میں  
 بھولک بھولک رہا ہے، میں بھلائی ہے۔"  
 چندر : "مجھے مانچنا گانا نہیں آتا۔"

چندر کی گور بھاری تھی۔ جب کافی توڑ میں لے کر آتا تھا۔ اس سے  
 سے کانٹے سے چڑھتی۔

سیدتی : "تم آپ نے یہاں سے آئے ہیں، یہاں سے آئے ہیں۔"  
 چندر : "بھلائی ہے۔ یہاں سے آئے ہیں، یہاں سے آئے ہیں۔"  
 بھو : "بھو، وہاں لکھ میں بھلائی ہے۔"

سیدتی : "تمہاری دہائی میں ماراں سوچاں، وہاں سے آئے ہیں، یہاں سے آئے ہیں۔"  
 بھو : "بھو، وہاں لکھ میں بھلائی ہے۔ یہاں سے آئے ہیں، یہاں سے آئے ہیں۔"  
 چندر : "تمہیں گانا نہیں آتا، یہاں سے آئے ہیں، یہاں سے آئے ہیں۔"

سیدنی "کے ساتھ رہی بھی رات کبھی نہیں ملتی میری بھائی، رگڑ  
پہرے میں سے وقت بہ رنگوں کی دھندلکے میں گزرتا ہے۔"

سیدنی "میں تو بنائیت سے آج تمہارے چھیند چھیند رہی ہوں۔"

سیدنی نے "نہایت ہلکے ہلکے وارے کی تھکی۔ غصہ اٹا رہی تھی، غریب، چھٹی رات،  
رہی تھی، پہری رنگ کی مٹھی سے پر غصہ اٹا رہی تھی۔ آپ ہی آپ گانے  
لگی۔

تم تو شام برے لے سہو تم تو شام

آپ شام میں آئے تھے میری تپانی پر آکر تپانی پر کھڑے

تم تو شام

"آج کے شب پر بے اختیار ہنسی پڑی۔ پریم ہوتی بھی مسکرتی، مگر چند روزہ مٹی  
سوئی۔ بون بنائی کی کڑی مجھے ایک کٹھن میں بھتی، اس میں مسکے کی بیوت ہے۔"

سیدنی "میں ہم مل گئیں"

چندر "کول ورتیل کا یا ساتھ"

سیدنی "خسہ تو نہہری نام پر رہتا ہے"

چندر "تو ہمیں یوں چھینتی ہو ہمیں ہاتھ میں آتا مگر کوئی تم سے شکایت کرنے

تو نہیں جاتا"

"کوئی" کا شہرہ دھچچہ نکل رہا تھا۔ چندر میں چاہتے ہوئی من نہ ہو مگر

تو بہانے کی حد تک چاہتے رہی تھی، ت کا سر ذرا اٹھکا، اس کی جان تھی۔ ت

بھر گئے میں ذرا دیر ہوں، رہے تھے رہوئے تھی۔ جب سے وہ رات چھ گئے

تھے تب نے چندر کا ہنسا ہوتا پھوٹ گیا۔ اس کی حویلی اس کے ساتھ چلی گئی تھی۔

نئی، توں سے رہا تپس کو یوں کا شہید بنا دیا تھا۔ حسن بیٹھ رہا یہ من محبت کے

مقام میں بہت رز ز چیزیں ہیں۔ محبت میں بہتہ رہا من کی سب خیموں پروری

ہتی ہے۔

سیدتی "شکایتیں رے گاہوں تو کم پر اس وجہ سے تھا، ہے"

چندر "اتھرنکی دس سے بیٹھیں گے"

سیدتی "تس چران وے ہاں گئے"

چندر "تم سے ہاتھ جوڑے مارں تم بھتی نی نہیں"

سیدتی "بہن ہنس روز روز من بھسے۔ ہونی ئی۔ تہو نہئے کاجی چہ ہے"

چندر "سج شادی کا حال کھو دینا، اس لہم تہ"

سیدتی "مگر یہاں پر پھوں گی"

چندر "بتا،"

سیدتی "اتھیں مارو۔ بیت کا ناچے گا"

چندر "پھ گاہوں کی، ہنسے ی مچی چہ بتا ہے ہاں ہنسینا"

سیدتی "پسے گاہ تو نصوں"

چندر "نہا ہوں، پچہ ہاتیں بنائے بندوں"

سیدتی "نہاری قسم کھو وں گی، گاہ"

چندر گانے لگی

تم تو شیر ہو، دھکے کاڑ

میر کی تو پانی پہ کھر پانی پہ کھر،

تم تو شیر ہو، بے لے ہو ہو

"حری نہا، چھکس بے سرے یں نہ نکلتے تھے کہ ہنسی کا صبر، نہ مٹاں تھا۔

سیدتی "رو کا ٹرٹی نہ رہا۔ ہنسی۔ ہنسنے ہنسنے میں مل پڑ گئے۔

چندر "دوسر بند گایا۔

"سے تو شیر ہو، دھکے کاڑ (گایاں) میر کی تو پانی پہ کھر پانی پہ کھر

تم تو شیر

لوہاں پر پیدائی ہستے ہستے ٹوٹا۔ چند رہے۔ تب دیدہ سوز رکھا۔ تو خوب سچکھیں۔ ”تم اوت ۱۰“

پیدائی ”میں میں، بھی نہ نہیں بنے وہ“

پیدائی نہیں رہی تھی کہ باہر مدچوں باہر سے ٹکرائے

پندرہ سو برس کا سن تھا۔ گور گور رنگ، چھریہ بدن، خوش رو، چہرہ راز، پہنکے پوشاک، ریب تن پہ۔ مٹھریں جتے ہوئے، مٹھریوں میں سرمہ، پس پر مسکڑا ہوا ہاتھ میں ٹھہرا۔ رچا رچا پر بیٹھ گئے۔

پیدائی ہوں۔ مہم۔ بیٹھ رہا تو تمہیں خوشخبری سنیں، سنتے ہی پھڑک اٹھے۔

”مہم“ تمہارے ”مٹھریوں“ کا چپے خوشخبری سنو نہ سنا۔ ”مٹھریوں“ میں شہر نے وہ میدان مارا ہے کہ دیدہ و شہید

یہ ہمارے مدچوں نے نہیں، گلوٹھے پر مٹھریاں

پیدائی ”میرے خبر سستے ہی ناچنے لگے“

”مہم“ کو بہتر ہے آپ نہ سنا ہے۔ میں وہ ”مٹھریوں“ ہی مانا رہا ہوں، اس شہر نے ”مٹھریوں“ کو رکھ دیا۔ ہر شے دنگ رہا۔ نوے نوے مٹھریوں سے یوں دنا۔

”مٹھریوں“ پر چڑھے، ہمارے تھے۔ ایک مہینہ، ہاتھ پہ میں ہاتھ سے کاٹا آپ کرانے لگے۔ میں کوئی چھاتیہ نہ سوتا، دو بیوی نہیں ہو جائیں۔ یہ ہمارے آپ نے

پناہ نامہ لیا۔ میں نے غرض یہ نہ نہ نہ، ابھی تو نہیں مگر ایک مہینے میں انشاء، نہ آپ سے ضرور ایک چور سوئی اور بہتر رہے ”مٹھریوں“ میں ہی کے کھارے میں بدن

کی شہری، پچاس پچاس روپیہ، دزنی تھی۔ ”مٹھریوں“ دلی جمع تھے۔ خوب کامیں جہاں دیدہ، عقین، نو پیدائی کھت کھتے ہر برتھ، ”مٹھریوں“ وقت یہ پٹھان چاہتے تو

”مٹھریوں“ ہوں ”مٹھریوں“ مستند چوں اور ”مٹھریوں“ پر ”مٹھریوں“ لگے۔ چاہتے

جاتی س نے س کاٹنیو یا مگر وہ بھی محض جھوٹ تھا۔ ہارے شے ہلکیوں و  
 رہے ہوئے تھا۔ ہر سے ست پانی۔ س نے خدی کی اور پھر چھپا س  
 پانی ہائی۔ س نے پھر یوں کی یہ نیچے کیا مریوٹ لے مل مچ گیا۔ ہار ہار دیا۔  
 شہ تو میں جناب کا بھی غصہ کیا آپ مریوٹ کا سوا تو یہ وہ مریوٹ پیتا رہا۔  
 پھر تو کس۔ بن رہا رہا رہا کہ وہ پر آجے مگر س شے۔ یہ وہ کہ س  
 شہ نے دیا۔ تو بس بس ہو ہو ہو تھے۔ بہت چنے پنے پنے مگر یہ ہو تھا۔ س  
 یہ وہ پوچھا تھا جیسے ہار پوچھا کہ مگر س شے پانی کے س سے  
 تک چھپا یہ مگر نہ پانہ۔ اب حیرت سے انگ رہ گئے۔ تو بس بس کا چہرہ  
 ہو گیا۔ ہو یاں رہے نہیں۔ وہ پوچھا رہے تو نہیں پوچھا پوچھا تھی۔ احوں کی  
 آمدنی ہے۔ مگر شہ میں حیرت سے جی ہوئی تھی وہ پانی رہی۔ رہتے ہوئے گھر  
 کو سدھارے۔ منت ہوں یہاں سے جاتی کی پنے ہنس مریوٹ مریوٹ رہا۔

یہ ہر۔ مریوٹ نے جیب نکھائی

بیوٹی "تو پھر ہرے یا مریوٹ ہو رہا وہ وہ کان پڑا وہ بھیو"

کو نہ ہارے پے یاں ہائی

بیوٹی "وہ وہ ہے ہا"

کو "وہ وہ ہے پے"

بیوٹی "وہ وہ ہے"

یہ ہر۔ مریوٹ نے گھر گئے

7

میری محنت کو بھلا نہیں سکتی

سہاواں و جان سے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوئی۔ صبح سے شادی  
 شادی کے اشدہاں میں بھی رہتی۔ شادی کے دیوں و طرح سے علم و تھیں

کیا رتی۔ مٹی جیوں، مٹی سے شام تک خاک چھٹتے رہتے۔ ورہنہاں  
 کے لیے یہ سب تیار ہیں، یہی تھیں اپنے سرے میں دن رات بیٹھی رو رہی رتی  
 تھی۔ لی کہ تھی فرصت بھی نہ تھی کہ دم بھر کو کس کا جی ۷۷۔ یہاں تک پر تپا بھی  
 اس دھارت سے بیڑ نظر آتا تھا۔ ۷۷ ہمت اس بات تھا۔ ۷۷ میرے کانکا ۷۷ شام ۷۷  
 کھرگتا اور پٹی مسدیر پر چپ چاپ جا بیٹھتا۔ رتن کے گھر نہ جاے کی تو کس نے  
 قسم ہی کھن تھی۔ بلکہ جب بھی ۷۷ تھے ۷۷ وہاں ایٹھ تو پیسے سے سرسب جاتا۔ یہ  
 رہنے سنے سے قیمتی بھی تو کچھ کس طرح مہ پھیہ بیٹا اور سی نکلی سے پیش تاکہ  
 رتن رو نہ لگتی۔ اور سہا سے چاہتے۔ چچی لوبھجھ سے ناراض ہیں۔ میں ہاتی  
 سوں تو بھی نہیں بونے تم چل رمن وہ۔ یہ وہ پھل جاتی اور سہا کا پھل پھر  
 لھینچتی ہوں پر تپا کے گھر لیتی۔ جیسے ہونی لڑیا کی سپ ماتی ۷۷ رتھ ۷۷۔ مگر  
 پر تپا دونوں کو، کھینے کی بھگ کھتا ورہنہاں رتی ورہ رے تک اس کے پیچھے پیچھے  
 یہ کہتی ہوں مٹی کے لہو ۷۷ سن ۷۷۔ تمہیں ہمارے قسم ۷۷ اس ۷۷ مگر جب وہ نہ سنتا ۷۷ نہ ہی  
 منہ پھیہ ۷۷ دیکھتا تو ۷۷ چار کی رتن میں پہنچ جاتی ۷۷ رخوٹ پھوٹ پھوٹ ۷۷ روتی  
 ۷۷ رہتی یہ مجھ سے یوں روئے ہوئے ہیں۔ میں نے ہوائیں بھی کچھ نہیں بہا۔ سہا  
 سے سینے سے لگاتی ور سمجھتی میسجی جاے ۷۷ دلو پگل ہو یہ ۷۷۔ سے بڑی ۷۷  
 مہ کی کار مسدیر ہو گیا تھا ۷۷

مسر شاہ کو سرف پانچ دن رہ گئے۔ عزیز و قاربہ ۷۷ روزنہاں یکے سے ۷۷ نے  
 گئے۔ ۷۷ اس ۷۷ ہا ہا ہا کی ممالعت ہو گئی۔ نفس بد ۷۷ گیا۔ ۷۷ نکلن میں جو صورت مسدہ  
 پھرا گیا۔ یہ بچے دھماگے کاٹن پاک فرغ کی تھکڑی ہے جو کبھی ہاتھ سے نہ اٹھ  
 گی۔ ۷۷ اس ۷۷ محب ور شققت کے ۷۷ ہاے ۷۷ کیا کار ہے۔ ۷۷ مرنے تک سر سے نہ  
 ٹھے کا۔ ۷۷ ج ۷۷ کو ہا، سوٹیا ۷۷ جنہیں سب ۷۷ سب ۷۷ ر دیوں جی کی چوچا رنے  
 لگیں ۷۷ مریوں ۷۷ اپنے دھندوں میں ۷۷ ہوں تھیں۔ ۷۷ رتن ۷۷ رتھ ۷۷ اپنے سرے سے نکلی



اور پرتاپ نے گھر کی چابی - دیوٹر نہ سنا چھا، ہو تھا۔ یہ بپرتاپ کے سرے میں  
 ، سندن روشنی و جھلک اکھٹی آتی تھی۔ برتن سرے میں داخل ہوئی تو یہ ابھی  
 ہے۔ میز پر یہ بپرتاپ ہے اور پرتاپ ایک کھڑی چارپائی پر بیٹھا ہے۔  
 ، سندن روشنی میں کس کا چہرہ ہست پڑا مردہ اور مغموہ نظر آتا تھا۔ سب چیزیں اتر  
 دھڑے قرینہ پری ہوئی تھیں۔ فرش پر موس رو جت تھی۔ تائیں بکھری ہوئی تھیں  
 یہ مصوہ ہوتا تھا کہ کس مردہ کی نے مٹنوں سے نہیں تھا۔ یہ وہی پرتاپ تھا جو  
 صحنی پر جا رہا تھا۔ برتن نے چاہا سے جگا وہ۔ مگر پھر آچھ سوک رہا زمین  
 سے تائیں اٹھ اٹھ رہا ماریوں میں رنھنے لگی۔ میر پر سے راجھڑی۔ تصویروں  
 کے منہ سے روکی تھا۔ صحنی کہ افغا پرتاپ نے رات بدی۔ ور کس کی رات  
 سے یہ غلط ہے۔ "برتن میں تھیں نہیں بھوں ستا" پھر اور دیر کے بعد "نہ  
 کہیں جانی ہو۔" یس "بھو" پھر رات بدل رہی۔ نہ ٹیھوگی۔ پھو، میں تم سے نہ  
 ہوں کا پھر اور ٹھہر "چھ چو، انہیں نہیں جانی ہو" یہ وہی پرتاپ ہے کی  
 بھاتے ہوئے کو پھر رہا ہو۔ برتن کا تھ کس کے ہاتھ میں آ گیا۔ کس کے  
 ہاتھ کی کس کی ہاتھیں کل نہیں۔ یہ سب کس کی بے معنی لگائیں برتن کے  
 چہرے پر نہ رہیں۔ پھر چونک کر کھ بیٹھا اور برتن کا تھ چھوڑ رہا "تم سب  
 نہیں برتن" میں بھی جی تمہارے خوب دیکھ رہا تھا۔

برتن نے بوسا چھا مگر گارنڈ یہ ہر گھنٹیں جھڑکیں۔ پرتاپ نے اتر اتر نظر  
 اور رنھ رہا۔ یہ یہ سب غم نے صاف یہ تھیں کی تکلیف ہون ہوگی۔

برتن نے کس کا کوئی جو نہیں دیا۔

پرتاپ برتن غم مجھے بھوں یوں نہیں چاہیں۔

برتن نے پر غم تھوں سے ایڈ رہا "یہ تم مجھے بھوں گے ہو"

پرتاپ۔ ماما نور رنھ گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ نوسہاٹ سے بھرے ریشم کی طرف نکلے رہے۔ پھر برتن  
 نے پوچھا ”تم مجھ سے نا ارض ہیں، میں نے ان خطوں پہ“  
 پرتاپ نے نہ جانے کیوں سے تمہیں دیکھنا سونے لگی چاہتا ہے تمہیں یہاں؟“  
 برتن نے یہ غم و میری جی محبت نہیں معصوم سونی میں ان ہر رویہ رقی ہوں،  
 تمہیں مجھ پر ترس نہیں قائم مجھ سے بڑے تک نہیں، تدا، میں نے تمہیں یہاں کہ  
 مرتد رہنے گئے“

پرتاپ نے میں تم سے روخہ تھوڑے ہی ہوں  
 ہوں، مجھ سے بڑے یا نہیں؟“

پرتاپ نے میں چاہتا ہوں کہ تمہیں جھول جاؤ تم میرے ہو۔ تمہارے وہ پاپ ہیں  
 میں تمہیں ہوں، میرے تمہارے یہاں تھوڑے؟“  
 برتن نے تک تو تم نے یہ حیدہ نکالیں تھیں۔ کیا میں ریوہ میر ہوئی  
 ہوں؟“

جہاں برتن رہنے لگے۔ پرتاپ بھی جیہاں ہو رہا، برتن اور تمہارے بہت دنوں  
 تک رہے تھوڑے۔ بچکھڑے کے دن گئے۔ چند دنوں میں تم یہاں وہاں پھوڑے  
 رہ چلی جاؤ گی کس وقت مجھے ضرور جھول جاؤ گی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ  
 تمہیں بھوں جاؤ۔ مگر لڑکی چاہتا ہوں کہ تمہاری تہیں بھوں جاؤ۔ مگر وہ نہیں  
 ہائیں بھی سوئے میں تمہاری سپنا، لکھ رہا تھا“

ڈپٹی شیما چٹن کا مکان سچ مہینوں کے جھٹکے سے نذر کا اٹھ رہا تھا۔  
 پیدائی و چار سہیلیاں رتنی، بیتا، رمدنی، چندر کنو بھی سوہوں سنگھ رہے تھیں  
 پھر رہی تھیں۔ ڈپٹی صاحب کی بہن چائی کنو بھی پی دوڑیوں کے ساتھ ماہ سے  
 گئی تھیں۔ ان دنوں کا نام کمو، برادوں تھیں۔ کمو کا بیہ ہو چکا تھا۔ رمدنی بھی  
 کنو رہی تھی۔ دونوں آرتھ و مہتاب مندرپ کے تھے ڈونیاں اور گائیں ہاگ



چندر، وہ پیر تو سوئی شیدہ نہ تھیں گے

تے میں سنا اور ماہی وہاں سے بھرتی نہ پائیں۔

چندر نے کھوکھٹ کیا یا ہر فرس پر پہنچی۔ کلاس کی نیند نہ تھی۔

ما "رے بھی تو نہیں نے پڑے بھی نہیں نے

بیوٹی "بھیا کی بات جو رہی ہیں۔ ویسے یہ بھیں رچا ہوا

ما "پاگل ہے نہیں غرض ہوگی تو جو کہیں گے"

بیوٹی "سن دیا براں ہے

کما مراد کی محبت چاہے تھی رہنمائیوں سے ایک صف بھی نہ دیا۔ نہیں تو وہ

نہ سوچتے ہیں۔ خود بخود ہاتھ دے رہا ہے۔ رقت کی کچھ پرواہ نہ

وہ سیدھے مہر بہت نہ رہا تو تمہاری ہر طرح سے خاطر میں لگے۔ تم پر جان

دیں گے۔ مگر جو ہی نہیں معلوم ہو کہ۔ اس کے دل میں میری جگہ سوئی ہے

اس دن سے دن کا پتہ چاہے گی۔ میرا جانیں گے تو خود بخود وہاں کے

میں گے۔ کمانے نہیں گے تو مہر جوٹھار کے بھجائیں گے۔ بات بات پر وہ

ٹھیں گے۔ تم روگ تو من نہیں گے۔ وہاں میں خوش ہوں گے کہ یہاں شکار ہا تمہارا

پہ۔ تمہارے سامنے دوسری عورتوں کی تحریک میں گئے۔ غرض تمہیں جہاں میں

نہیں مڑنے پڑے گا۔ بے رہی گھ میں ایسا۔ پہلے ہی طریقے کرتے تھے

کہ یہ باتوں۔ ہر دم نوروں کی طرح ہاتھ بندھے حاضر۔ ہلکے جھنجھنے کو تیار ہا تمہ

نے تمہارے ہاتھ وہاں پہنچا کہ (مسٹر) جہاں سے بھی ہا نہ تھا۔

بات نہ سے تکی اور پوری ہوئی۔ میں اس وقت پہنچی تھی۔ مردوں کے دل پہنچا یا

چانوں۔ میں گئی۔ پہنچی جھوک نہ ہا۔ کیوں نہ کیوں نہ لکھ رہا۔

گئے یہ پائے رہے اور یہ دور دورہ رچا دیے۔ وہی رات کو آخر گئے میں

ہے عمر میں بے ہوئے گھر ہے۔ پہنچتے تھے کہ کتنی بار ہا تمہارے بھڑکی و

گی۔ میں نے بی تاں تو رات بھر رو بہ نہ نہ د۔ دوسرے دن بھی نہ ہوں۔ ستر  
 - جی "اے۔ پاؤں پر سے اور رُخ سے۔ تب سے میں نے یہ بات کہہ میں  
 نہ نہ د ہے کہ کبھی مردوں سے بہت نہ نہ د۔"

سیدتی "کیا جی و میں نے دیکھا ہے، اسی دن شادی میں "اے تھے بڑے اس  
 ٹھہری میں۔"

کہا "پاؤں میں پیٹ میں تھی۔ اس لیے میں نہ سکی تھی۔ یہاں سے گئے تو  
 گئے تھہری قریب رہے۔ تم بھی پاؤں دینے کی تھیں، سبے تھے کہ میں نے ہاتھ پیر  
 ٹھہریا، خوب خوب باتیں د میں۔"

سیدتی "جھوٹے میں رہا نے بھر کے پر رُخ۔ بات یہ ہوئی کہ گھبرا اور رُخ  
 وہاں کی کام سے باہر گئی ہو تھیں۔ وہاں نے کہا وہاں تھا، گئے ہیں۔ پاؤں دنا  
 روئے۔ میں پاؤں سے رُخ۔ چار پاؤں پر بیٹے تھے۔ مجھے دیکھنے کی کھ نیلے۔  
 میں سے پاؤں دینے ہاتھ ہر حدی تو میری ٹانی پاؤں رہنے گا یک بات سن۔  
 یہ بات سن دو مگر میں ہاتھ چھر رہی گی۔"

کہا "نکلی نہ جھوٹی بات وہ تو میں بھی ہوں کہ بھی گیا رہا ہوں چھو رُخ نے  
 اس سے یہ باتیں کی ہوں گی۔ مگر میں اپنی ہی ضد یہ جا میں۔ مرد بڑے ڈھکیے  
 ہوتے ہیں۔ میں نے یہ بہا میں نے وہ کہا میرے تو اب باتوں سے جی حتما ہے نہیں  
 معلوم نہیں اپنے پر جھوٹی بات کہے میں کیا مزہ آتا ہے۔" وہی جو پر ہر رتا  
 ہے کہ یہ پاؤں نہ ہے۔ مگر یہ گنگریں گے جھوڑ گنگریں مارے وہ ہر تیار۔  
 میں تو جب سے دن ایک بات بھی جی میں مانتی۔

تے میں گھبرا نے "رہا تم تو یہاں ٹھہری تھات ہو رہا رہی تھی تمہا  
 جنکلیں میں دتی ہیں۔"

سیدتی "دیکھو بھائی میری نہ گھبرا اس کے صندوق سے پڑے و نکلے

۱۔ کلد چندر کا سنگھار کرنے لگی۔ بیوٹی جیہڑوں کے پاس آئی ہے۔  
 رتنی ہنسی ہوئی "وہ بہن خوب اداں چار بینہ رپیں تمہاری دیوڑوں سے نہیں  
 پڑیں یا؟"

بیوٹی "ملا بہن چلی میں تھیں ن سے بہت چرتا ہے۔ لگی انہوں نے  
 رتنی "بلکوری ہیں۔"

بیوٹی "تیس ہوئے تھے۔ ایک پار سال مر یا تھا۔ وہ موجود ہیں  
 رتنی "مگر کاٹھی بہت چمکی ہے"  
 چند کور "مجھے سہا نک بہت پسند آیا۔ جی چاہتا ہے چھینوں"  
 ستا "ماتہ، تعنی بہت چھ ہے، انہوں نے نہیں ایک سے ایک بڑھ رہیں"  
 رتنی "کسی طبیعت پر، دلی مردانہ ہوئیں میں تو تم پر جان دینے لگیں"  
 ستا "اہہ وہ تو وہ جان دے، سا کا وہ سہا کمر ہو۔ یہاں تو کھو کھو نہیں  
 ایک ہے۔ رتنی کے تہ ہزار رنگ کے ہرے ہیں ورنہ شہ بھی نہ ہاں نہیں تھا"  
 رتنی صورت سے رچانی نہیں جاتی

ستتا "وہ تو دل ہی جاتا ہوا۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ چاہے روکھی رہنی کہنے کو  
 ہے، جھوٹے ہیں رہنا ہے مگر صورت دیکھتے ہی سب اکھڑ رہتا ہے۔ یہ  
 نہیں کہ جھٹکی صورت دیکھ کر بچہ نہ ہے۔ جی مس، نے گئے"

بیوٹی "ستتا، ستارہ ہے، چھایا ہے۔ س نے نہ لے پوچھی تھی"  
 رتنی (جھل ر) "گورے چہرے سے چھٹیں ہوتا"  
 ستتا "تھیں کا، سی پسند ہوگا"

بیوٹی "مجھے ہا برتا تو مر جاتی"  
 رتنی میں نے کو جو چاہے ہر دنگ کی پوچھو سہا کا ہی وہ جاتے ستاے

بیوی ”میرا نہیں خاک مالتا، اس مائے پٹ جاتا ہوا  
 رُکھی ”بھئی تو تمہاری بڑکیوں کی باتیں ہیں۔ تم نہیں پانتی تو بصورت مراد ہمیشہ  
 اپنے کی بناؤں سکھائیں گارتا۔ سے پنی بیوی کا چھوٹوں نہیں ربت۔ ر  
 عورت بے حد تو بصورت جو خیرہ رہتھوڑے ہی وہیں میں اس سے وہ بھائے متا  
 ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں ہی دوسری عورتوں کے دل پہ مانی سے قابو دے سکتا ہوں۔  
 بے چارہ کا اسم یہ بھی تو بصورت یوکی پچاتا ہے تو سمجھتا ہے تو سمجھتا ہے مجھے  
 میرے دل کا دل لگتی ہے۔ بصورت کی کسروہ بہار و حطروری سے پوری رہتا ہے۔  
 اس کے دل میں ہمیشہ یہ ہوا گا بے کہ میں بھی اس سے تڑپ رہا ہوں مجھ سے  
 نفرت کرنے لگے گی۔ میں رگڑھی رت کو ہوں کہ رم رمندوہ معلو، تو میں نہیں  
 کہ وہ وقت نہیں تھیں نہ ہیں۔ حج کی تہاں فرماش رہا تو ہجج رخصت  
 رہیں۔

چند نو ”وہ سب سے چھوٹا جمہ سے بات بکتے ہی پوری رہے“  
 مردوں ”مہ پنی بات نہ چیدا تمہیں تو چھوٹے چھوٹے ہوں سے روٹا ہے۔ وہا  
 بیوی سو“

بیوی : معلوم ہولی اپنے مرد سے نی چیز کی فرمائش ہے رہا ہے۔ یہاں میں  
 معلوم ہوتا

رُکھی ”مہ لے چیری کیا فرمائش رہی ہوں بات تو پوچھئے“  
 بیوی : میرا نہیں، یہ ہی جی ہر جاتا ہے۔ نہ پڑے کی طرف طبیعت ہی  
 نہیں جاتی

بیوی : بیٹا کا خوب جوڑے

مرد : ”ہو تو پوچھو تو چنور و رکھوت رہے ہا ہے“

بیوی : یہ نہیں دہوت ہوں، بے چارے کیا لگتے ہوں گے

چند کورہی بھڑکے گا۔ مگر تازہ نہیں تھی۔ کلونت رے منجھن، راجعین  
 لکھتے تھے۔

رم میں 'پنی قسمت کو دے رہے ہیں' کی ویلی کہیں سے پائی۔  
چند نور 'جب انھیں بد غرضی کا شکار ہو چیتیاں ہیں' بد غرضی ہیں۔

بیوقوفی ” بچہ رے لم سے ڈرتے ہوئے ہے“

بیوقوفان کے سامنے بچہ معصوم سونے میں میچا ہیں تو میں گود میں کھڑے میں

رہتی (بہل رہا) بس سارے رے میں یکسر چھٹی ہو اور یک تہہ ہو وہ بیوقوف

سب نے جوڑا

تو نے ایک بار ماٹریس پر سر رکھ دیا۔ اس سے گودنی کی طرف ہدی ہوئی۔ پتکف جڑ پانچنے لگا۔ عطر میں ہی ہوئی، سرمہ سے پس، ہاتھوں سے شامی، رات برس رہی تھی۔

رہی۔ "ارنی تہری ی رہتی"  
 رہی۔ "یہ روں گلوڑی ماں سے نی طرح پچھری جس جھوٹا تھا۔ ٹٹو کی ماں  
 "نی تب چاکے جوڑا۔ لدا۔"

ہینا، تمہاری جاکٹ پر مار موندے کوچی چاہتا ہے۔  
 رن، اس کا قصہ پڑھنے پر پتہ پڑا یہ مہینہ پھر وہ اس پر مرتبہ درمیانی  
 دھڑلے سے تیس ڈیسیں بروی، کبھی بھیجے گا، کبھی چنتا کرے گا، رے بھی  
 چاہتے ہیں وہ کیا ہے۔

بیانی: ”پیہ پیہ میں یا سس گے موے میں“  
 رس: ”میرا ہر چاہے متا گھر رہے، پیہ رہے میرا“



جی جی بھی ہیں۔ وہ ہاں

رن: "یار، کچھ چن کے ہیں یا؟"

بیوٹی: "ہاں، جو وہ بھائی کو سونپ دے گا، میں کیا کرے گی؟ یہی ہے۔"  
 وہ دھو رہی ہے۔ "نہ بڑے کمرے میں کچھ جی پکڑی، دیکھ لیں۔ بھیا سوٹ پہنے  
 ہیں، مجھے بھی نے وہ پہن دیا ہے یہ ہر اس نے منگھی، صوفی روکھائی"

رن: "نیکو، منہ پٹھو، رو"

بیوٹی: "یہ ہیں۔ ہوں منت، مانی تھی؟"

بیوٹی: "بہنیں، کھلی جا رہی ہیں۔" "کھوں میں تہہ یا ہے"

رن: "یہ ساری کم پہنچتی ہے، اس ساری پر کی معلوم ہوتی ہے"

بیوٹی: (چند کمرے میں گریں) "وہ بھائی تمہارا ٹکون ٹھیک تر"

چند: "یہ گئے، رچ رند ہاں"

بیوٹی: "ہاں مرنے میں جی جی ہیں۔ تمہارے بہنوئی صاحب بھی پدھرے  
 ہیں"

چند: "ہاں، ٹھیک ہے۔ رہے ہیں؟ کی کو کچھ گریں تینیں۔ میں تو دوسروں سے  
 باتیں نہ کرتی تھی"

یہ ایک خیر وقت ہے، رانی! وہ دھماکے سے ہوئے دھماکے، یہ۔ سن جویس  
 کچھ سال سے نہ ملتا تھا۔ بہت ہی خوش رہا، خیر، نگہ پر کی تلاش کے ہیں،  
 مریکے، تشریف دہی، کھڑی موٹھی، وندہ زنی ہیں، مری تھیں۔ بدن پر سفید  
 رنگی مین رتا تھا۔ "رچ رپانی پر پہن گئے، وہ بیوٹی سے بڑے۔ میں تو ہفتہ  
 بھر سے نہ مل سکی تھی"

بیوٹی: "میں نے سوچا، بھائی، وہ پڑھ لکھتی ہیں"

جہ بہ ریونی میں سے ہسکٹ۔ چند نے گھوٹھٹھا رکھا تھا۔ جہ بہ  
بھوس جاتے ہاں، چن (گگے سے گاس) 'بہ ہی بیٹا' کوں سے پھرتا  
ہوں۔

8

## بارت کی فحش

بارت اتھو اتھو سے نئی دشمنی قائم رہی۔ شب و روز ہمیشہ بارت کے جیسے  
موتے رہے۔ پہلے دن آدھی رات کے وقت مندرپا کے نیچے ہاں کے مہم و  
یہ گئے۔ تمام باقی فحش پہنچے۔ ہر دن ایک نئی رنگی رنگی پہن رہی  
گھوٹھٹھا کے آں در کمر بندتوں میں بیٹھتی، ہون بہ پھر سڑت کے  
شوب پہ جھے گئے۔ جوا بہ ہون نہ بھولیں بالکل نہ۔ عورتوں نے ہاں کے  
یہت کا۔ پھر وہ ہاں نے ہاں، ہون لڈ کو خوفیہ۔ اس کے بعد وہ ہاں  
تہر میں آیا۔ ہاں عورتوں نے سے ہاں کا جوڑ پٹن کھایا تاکہ وہ ہمیشہ یو کی کا  
مہم بنارے۔ اس سے فحش پر ہنے کی فرماش کی گئی نہ اس فحش وہ نہ رہا۔ پھر  
اس کی فحش قطع اور حسب و حسب کی گئی۔ اس کی ہاں اور پ و ہوں ہ  
خدا معلوم نہ فحش کا یاں دیں جو وہ ہاں کو ز بھی ما و معلوم نہیں ہوئیں۔ ہاں وہ  
موش و ہون رہتا رہا۔ ہاں سے دن دن بے ہاں و ہوں۔ ہاں فحش خالص خاص  
رہتی رہاں کے فحش میں آہیٹا۔ ہاں پوریوں کے ہاں نے رکھی میں۔ ہاں  
ہاں ہاں نے پانچ فحش تھوں کے پاس تھیں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں  
وہ نے ہاں نہ بے عیاں تب کیا ہاں کی گلوں، یہ ہاں ہاں پر رہیں وہ  
ہاں۔ ایک چاندی کا کاس، چاندی کے ہاں ہاں کچھ رہیں، رہا یہ  
گئے۔ اس پر بھی وہ نے پوریوں کی طرف نظر تھ رہیں وہاں۔ انہوں نے  
ہاں چن کی طرف دیکھا۔ تہ رہا۔ چارت کے مہم ہاں۔ ہاں گھ

میں گئے۔ ایک موسم ما، درود گلوٹھیاں دروازے پر پھر نوت سے ماحفظ نہیں کرمانے اور جو مستوں راہ چرن نے ملا سے کہا "خا موش یوں بیٹھے ہو۔ جو کچھ عرض رہا موڈ صاف صاف دیون صاحب سے رہا" کمدک بہنوں پر نہ ماتھہ نے کہا "میشن طرف سے ہیں ایک گھوڑے ن درجہ ست، تاہوں"

سہما سے "ہا" یہ جگہ پورے ڈکوپیں۔ دو ڈھائی ساڈکار گئے۔ سونے کے  
یہ گھوڑا نکلتے ہیں "سہما نے جواب دیا" اے اتنے گھوڑوں کی خوشنہش تو پھر ہوں  
مشق بننے میں رہو رچی گھم کا گھوڑا، تب مدح جن نے نوالہ دیا، مرنے پر یہی  
ہا قلمہ مدح ہے گئے۔ شام کے وقت بارشوں نے خیریت ہوئی، تکلف سے دھنا  
رکھا گیا۔ جگہ کھانے ٹٹھے۔ ڈونٹس اندر رکائے ہیں۔

تپتا نہ تھے میں نے، مپا نہ تھے، ہارے نہ تھے،  
 پھوٹتی تھیں ہر آن مانی، کونہ یوں نہ تھے، کسے نہ تھے  
 غمشیں یہ تھے، ہر عاید پر نہ تھیں گیار کے زندہ مشتاق ہیں، ہاں میں نے  
 ابہرے بیت میں نہ کی جری۔

بہن نہاری بہت یوں گھگھہ سوت بھٹن ہنم و بھگی نادن  
تپ کئی کن دن تے دل اس شبن سجن تم مو بھی مان  
ٹپٹی شیا چن سے لریا پیا سے اس و نیوں چھوٹی سوان و بہن کا نام چھپا  
یہ  
ٹپٹیوں سے گلا

پہ پتیر کی ٹاہن بہت سہلی رنگ تیر مجھے بہا بہا رنگ تیر مجھے بہا بہا  
تری صورت پتہ پت نہ ترے تونہ مجھے پناہ رنگ تیر مجھے بھیا  
نہ طرح غم، شیش رستے لوگ گایاں تھیے۔ کوئی بات نہ ہی۔ یہاں تک کہ  
گاتے گاتے ڈوبیں کابن۔ مٹی۔ گھر بنیں۔ عورتیں نہ ہوں۔

مشی بیارے۔ اس نے پھر تازہ فراموشی۔ ڈومینوں کے نقش گایا، اپنی شمع  
 کیس۔ مگر کچھ بکتے بکتے اٹھنا تم ہو۔ تیسرے دن رخصتی کا وقت تھا۔ صبح  
 باری اسی صندپ کے پیچھے جمع ہوئے۔ مشی خبیون اس دوسرے رشتہ دار  
 باتوں سے جھگڑا ہوئے۔ بچے بارت رحمت ہوئی۔ مشی تھی س شات سے آئی  
 باطل س طرس جیسے کوئی شکست خوردہ فوجی، کاموں نے رخصتی کے ہیٹ گاہ۔ مشی  
 شیہا جس نے کایاں گاہے کے بے یاب نہ فی خیمہ وی۔ امد چرس نذر گئے۔  
 اس سے چھٹی سے گایا۔ چلتے وقت پانچ۔ فیوں نذر میں۔ شادی بڑی خوبی سے  
 ہوئی۔ پچھلی۔ میں چاروں طرف۔ وہاں وہاں مچ گئی۔

9

سید

پرتاپ چند نے رہنمائی کے ہر گناہا شاہی کے چھوٹے پہلے ہی سے تراب راہ  
 تھا۔ شاہی کے کسی کام میں شریک نہ ہو، حتیٰ کہ محفل میں بھی نہ گیا۔ مقبوضہ صوت  
 بنائے منہ نکالے اپنے سرے میں بیٹھا رہا۔ مشی خبیون اس ہوشیار سب  
 ٹیٹھ دیں۔ ہر گئے۔ مگر اس نے رات کی طرف رخ نہ کیا۔ مگر مشی جی  
 کبیدہ خاطر ہو گئے اور پھر اس سے چھوٹے تھا۔ یہ ریت شادوں موندے تک تھی۔ شادوں  
 کے بعد تو اس نے اہر کار رہا ہی تک راہ۔ مدرسہ چاتا تو اس طرح نہ تا سو  
 بھاتا، گویا اسے کوئی شیر بیٹھا ہو ہے۔ جیسے قاضی رنے وے مہارن کے  
 سامنے سے مسرہض کی نظریں پڑا، راز گناہ براہی قریب چھ میں سے  
 بھاتا۔ رتبھی سے پنے کھر میں دیکھ پاتا تو مدد نہ رہتا۔ اس سمجھتی بہن تم  
 رہنمائی سے ہوتے چوتے میں نہیں میں اس کے منہ سے ہوتے ہوئے ہوئے۔ مگر  
 فتنوں روتی پ کہ میں نے کیا کیا ہے کہ اس سے یہ ناراض ہو گئے۔ انھوں تم مردہ  
 تے انوں تک تپاں تھ رہے۔ تم سے تھ پورا رتے تھے۔ یکا یک تم کو یہ یاد

”یہ۔ رتم نے اس طرح روئے۔ بے تو غریب ٹرن کی جوں پر نہ جاؤں۔ سہار  
 کا نہ ہوئی ہے۔ بٹا رہا تھا۔ مجھے اس کا یہ رتس مانتا ہے۔ اے تمہارے ذہن  
 کے سے جیسے کون دوسری بات ہی نہیں محصور پرتاپ ہٹا لیں چکی ہے۔ سب سہارا  
 پر پرتاپ پر پرتاپ

پرتاپ بے بسن بپتہ تھا۔ اس کی زندگی کے پودے میں تپ کی مہمیں پھوٹ  
 رہی تھیں۔ اس نے بہت دنوں سے اس وقت سے جب کہ اس نے شوش سنبھا  
 اپنے ہفتہ مذخوبوں میں برتن کی زندگی و پچی رنگ کی میں ٹیر و شکر کی طرح مدیا تھا۔  
 اس غریب و سرسبز ہے جو اس کا کس بے راکی و بے راکی سے خاک میں مدیا جانا  
 اس کے ہر رنگ و کپا رہا پرتاپ کے سے یہ کافی تھا۔ جو اپنے دیوں میں برتن کا  
 سب کچھ تھا کہیں کا۔ ۱۹۰۹ء اس نے برتن کا یہ عہد کے لیے لگی خوں میں جہنم  
 کی سب کچھ ہو گیا۔ اس دیوں سے اس کے دل میں جھنجھکا ہٹ پیدا ہوئی و رچی  
 چہتا کہ ان لوگوں نے میرے طعم خوب توڑا و میری زندگی و رز و میں بے بسی  
 میں مدوں میں نہیں بھی جہوں و درمداؤں۔ سب سے زیادہ صبر سے اس کا پرتاپ  
 غریب و شیا تھی۔ رتہ رتہ اس کی یہ جان ہوئی کہ جب مدد سے تانا تو ملا جیت  
 کے متعلق کوئی نہ کوئی رویت ضرور بیان کرتا۔ خصوصاً اس وقت جب کہ شوشا ابھی  
 ہوئی۔ اس غریب کا اس ادا سے میں سے خاص مزہ آتا۔ رچہ جھبہ لے لے  
 سے عادت نہ تھی۔ جو چھوہ کہتا وہ حقیقت ہوئی۔ مرناد و نہ صبر پر اس کا سر روین  
 و رتہ رتہ یہ چھوہ یا خورش ہو جاتا کہ شوشا کے جہ میں تیر و صبح بپرتا۔ آج  
 میں کمر چہن تپائی کے و پر حے تھے۔ سرسبز سے تکیں رتہ تھا مگر لے دیا  
 تنے کہ سب میں۔ اس طرح شوشا یا تو ہڑے ہڑے ہنستے۔ آج ہر  
 مذہب نے ایک رے کی گھروں کی۔ اس کے ماسر صاحب سے شکایت  
 کی۔ اس نے قریب ہی میں جھنٹ ہنستے ہوتے تھے۔ ماسر کے تلخی و پرتاپ

سے زرند میں گھڑی کی۔ کچھ کیا تھا بڑے، ماٹھے یہاں ماش ہوں۔ وہ مستی  
گھر آئے، ہانی تیں رنڈن فچیاں، شید کیوں۔ سڑ سڑ سڑ سڑ سڑ سڑ سڑ سڑ  
یختا تھا۔ جب تک تچیاں پر کیوں مسرت، دافرا ہنر، تے رہے، مگر ہر نکلے کی  
کھٹکتے۔ آئے۔ اور ہونچھوں پر تا، یہ چچی نے ساج ڈایوں نے عین در سے  
سے دور رہے پر کما چہن سوپیٹ۔ ہار تے ہار تے، پیدم رو دیو۔ مٹی ہنر سے دن کی قسم  
ن، راتیں یوں رہنے ہل جاتیں۔ ہوشیا نختی، سن سن، مٹھتی۔ ہاں پر ٹاپ  
سُ مں کون بات برتن سے سامنے نہ رتا۔ روہ گھر میں میٹھی بھی موتی تو جب  
نہ، پہلی نہ چاہے یہ تہ، اور چھیڑتا۔ سے مسو رہا تھا کہ میری کسی بات سے  
صدمہ پہنچے۔ پر تاپوں رو تپوں کی تا یہ تھ قیہ طور پر مشن نیون اہل نے بھی کی،  
ن۔ کھئی مہا بزر میں میں ہر تے مل جاتا۔ کھئی تھہروں کے ساتھ سب پیتے پات  
چاہتے ہر وطن سے کھومتا ہوا نظر آ جاتا۔ مشن جی دہاؤں یہ فیٹ دیکھے تو گھر آتے  
کی ہوئی پر غصہ تارتے۔ یہ سب ہی تمہاری روت ہے۔ تمہیں رتھیں ہونی تھیں کہ  
گھر اور دونوں چھتے ہیں۔ اہیں اس وقت یہ خیال نہ رہتا کہ جتن نرم سوٹیا پر  
ہے کم رگم تائی مجھ پر ہے۔ بے چواری و چواری کی میں نہ تھی۔ سے یا خبر کہ  
ٹھاس تماش کا ہے۔ مدرک و دیو تھوڑی پر چھی تھی۔ س کے ہاں ہاپ و شیف  
یہ۔ س پہلی خندان کی رہا رھی ہوئی۔ مگر مشن جی نے محض کا ہی و رہیں  
تھارن کی وجہ سے پھل بین میں کی۔ حال کہ میں س کے بہت سے مونی  
حاصل تھے۔ و مشن جی کے بڑے ہاں سب بھی شہادت میں مہا پیر مہا پتی  
ہر کی بریدوں کوں طرح سے نہیں بد رہے نویں میں انھیں دیا کرتے ہیں۔

ہوشیا اور رنڈن نے زیادہ عزیز ہون چیز نہ تھی۔ ہاں ن چاں تھی۔ س کا این  
تھی، س کا بیان تھی، س میں س ن چاں تھی تھی۔ س کی گھٹوں کا نور و س  
نے دس کا سر و تھی۔ س کا سب سے بڑا رات یہ تھا کہ میری پیاری ہاں س پیٹھے

گھر جائے۔ سسے سس سردیوی دینا ہوں۔ سس کاشد ہر است کا پتا ہرنی  
 رہنے رہتی و طرح خوشیں و۔ سس پر سس رہن پہ چھٹیں تھی نہ پائے۔  
 سس نے مہر رہزن مستوں سے یہ سس پائی تھی ہر سس یہ رہ رہی کہ سس رسیلی  
 چٹھوں، ن پنی چھو بھن بھن ہر تے۔ سس پنی نکھ سے بھل نہ ہونے ہوں  
 کی۔ پنے دہ کو بد اس کی، پنے کھر رھوں کی ہرنے سے بچے ہوں گے، سس کی  
 پورس رہوں گی، وہاں مجھے ہاں ہے گا میں سے کھا کھوں گی، سس میں یہ  
 رہن سس پر ہی ہی ال سس رہ رہ خرش باتوں کا جو کچھ ہو گا پتا ہے۔

افسوس انگریب ہفتا کے سارے رہن خاک میں مل گئے۔ سس نہ ساری  
 رہروں پہ وں پڑتی۔ یہ سوچتی تھی کہ کیا سوید۔ پنے دہ ہر رہ رہتی کہ بھی  
 یہ ہے۔ مجھ جائے گی تو یہ سب باتیں سس ہی چھوڑا ہے گا۔ سس ایک شکایت کا زخم  
 بھرنے نہ پاتا کہ پھر کوئی تارہ و روت سننے میں نہ آتی۔ سس صر صر زخم پر زخم پڑتے  
 گئے۔ ہاں نہیں معصوم رہنے کے تھک میں یہ ہے۔ یہ یہ سن و شعور نہ بکلی،  
 میرے گھر کا جاں میرے زمن جان، سس بد ترش رہ شمس کے ہاتھ رہی کی  
 کا۔ گی، یہ میری شیا، ن کدھ کے پائے پائے گی۔ یہ سس روٹیا روٹنے  
 لگتی۔ و رھنوں روٹی، پنے ہرن کو کبھی کبھی ڈٹ ڈٹ تھی دی رہی نہ تھی۔ س  
 بھوں رہنی بہت نہ تھی۔ سس صورت ایلھتی سے جسم نہ جانا، یہ سس کے یہ  
 بھی خروں سے دور نہ سوسے دیتی۔ رہ رہ دیر سے یہ وہ ہاں کھر چس حانی تو  
 سس کے پیچھے تھی جو بھی چاہتی تھی یہ معصوم سوتا گیا سے وں چھینے یہ جاتا ہے۔  
 سس صر پنے بچے و اتناں کے حد سے بچے دیکھ رہا گا۔ کاروں رہوں کا پسے  
 مہا ہے، و طرح ہرن نہ مصیبت کا شیوہ رکے و تیاں نہ تھوں میں دنیا  
 تاریک ہو جاتی۔ نہ دوس رہن مہر کے یہ نگاہوں سے دور رہتے سے وہ  
 قلق و رعب ہست ہوتی تھی جو پتہ نہ ہو گھونٹے سے بچوں کے کھو جائے پر ہوتا ہے۔

سوٹیا ایک تو یوں ہی دم المریض تھی۔ اس پر سب سے دن کی وقت درجس نے  
 سے ہر بھی ھو۔ بیٹیوں فکر سوہان روح ہوئی۔ شکایتوں نے کای چھنی رہی۔ چھ  
 مہینے بھی نہ زرنے پائے تھے کہ چپ دق کے گتار نمود رہو گئے۔ پہلے تو ہینڈ شڑا تک  
 طبیعت پر اور اس پر پناہ۔ اس چھپاتی رہی۔ مگر حیرت اب تک ہر مرض ہر جھنے کا  
 ورم وقت نے سو کیا۔ قیدیں سنہ ہوں، خیم ورم کس طرح رہنے لگے، تیس  
 چور مہینے میں حالت یہی نہ رہی کہ معجون نے بھی علاج سے ہاتھ ھٹایا۔  
 دن در با شب و روز اس کے پاس میٹھی رہیں۔ بہانے ایک لمحہ کے لیے بھی اس  
 کی غصوں سے بچھل نہ ہو۔ پتہ۔ سے سپنہ پر سہ دیکھ، شیاہ و سونہ  
 جاتی ہو، نیچ نیچ کر رونے لگتی۔ مٹی سنجیوں ال پہلے تو سر رمی سے علاج کرتے رہتے  
 مگر جب ابھی کہ کسی سے فائدہ نہیں ہوتا اور مریضوں کا تہہ روزہ چلتی  
 ہوتی ہے تو سحر انہوں نے بھی مایوس صورت چھوڑ دی۔ سچ سے کسی ماں پہلے  
 سب سہاویہ پر کی تھی، اس وقت شیاہ نے اس تہہ کی بڑی جانفشانی سے  
 تھی۔ سہاویہ کی مٹی ورس۔ مسائی ورم بہنا پھانچ پور رہا۔ یہاں  
 کی میں سپنہ گھر کا کام کاج خوں لگی۔ او دھتیکس قین دس سہاویہ پر تاپ نہ ہونے  
 تک کی نوبت نہ آئی۔ کٹر وہ سہاویہ کھانے کی مدد نہ چھوڑتا مگر کبھی صرف  
 شکایت نہ ہونے نہ تھی۔ شیاہ کی حالت نے سب کی تیش سہاویہ بہت سہاویہ  
 تھی۔ سہاویہ کی محسوس ترقی ورم کی کے ساتھ تھنیر ورم مشعل ہوتی جاتی ہے ورم  
 اس وقت گھٹتی ہے جب محسوس کی زندگی کا چرچا بھجھ جاتا ہے۔

دن در دن رتی کو معلوم ہوتا کہ سچ پر تاپ نہ کھاتا کھانے نہ رہا ہے،  
 اس دن وہ سب کام چھوڑ کر اس کے گھر دوڑی جاتی اور کھانے کے لیے ضد کرتی مگر  
 پتاپ اس سے بات نہ کرتا۔ سے روتے چھوڑ رہا ہر چھوڑ جاتا۔ اس میں شک  
 نہیں کہ وہ بڑی کو بے خط سمجھتا تھا مگر یہاں یہ رشتہ جو برس چھ مہینے میں منقطع





پرتاپ کے دل سے کینہ کا سہری نہیں بھی ٹھوٹوایا۔۔۔ اسے وقت میں بھی کوئی  
 نسانہ دل میں مینے کا غبار نہ چھوڑا۔ وہ نسانہ ہوا۔ کاتھ نہیں ہے۔ پرتاپ  
 اپنے رند نہ جوش سے گئے بڑھادہ شیا کی آغوش محبت میں جا پہنچا اور وہ وہاں  
 گھٹنے لگا رہا تھا۔ وہ شیا سے وہاں بازوؤں میں یہاں ہے۔ وہ تھکی آیا  
 وہاں سے بھی گا جا رہا ہے۔ وہ اس وقت اپنے تئیں مدتیں درماتے ہیں۔ اس کا  
 بیان یہ ہے۔ میں نے سہ کے مینے چھوڑے سے معاف ہو۔ اس سے اس نعمت  
 پہنچا ہے۔ میں ہی اس پریم کی مورت کا قاتل ہوں۔ جوں جوں یہ خیالات اس  
 نے دل میں آتے گئے اس کی نگہوں سے منہ ہتھتے تھے۔ سو شیا کی دلہا میں  
 ایک دن کی درمہمان ہوں میرا جو کچھ کہا نہ ہو وہ معاف کر دو۔

پرتاپ نے زقارہ میں نہ تھی، پہنچا جو ب نہا ہے۔

سو شیا پھر بون نہ جانے کیوں تم مجھ سے ناراض ہو، تم ہارے نہ نہیں آتے۔ ہم  
 سے تئیں نہیں آتے۔ جی نہیں پیا، نے جس جس کے رو چاہا ہے، مگر میری  
 رنبر بھی نہیں پیتے، ہمارا اپنی غریب چچی سے یہوں رہ گئے ہوں۔ شارباتا  
 ہے میں نہیں، ہمیشہ ہمارا گھنٹی رچی ہوں، تمہیں دیکھ رہی ہوں چھاتی چھوٹتی تھی۔  
 یہ کہتے کہتے تھامت کے باعث اس نے آ رہی ہوئی۔ جیسے فق کی تھامت  
 میں نے وہ مر غائبی نہ رہا۔ نہ وہ صدمہ ہوتی پاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس نے وہاں کا  
 صرف خیال باقی رہ جاتا ہے۔ اس صدمہ شیا کی آ رہی ہوئی ہوئے سرف  
 سائل نہیں رہتی۔

10

## سو شیا کی ولادت

تئیں دن و رات گئے۔ سو شیا کے بچنے کی س کون اس نہری تئیں دن و رات  
 سنجیوں اس کے پاس نہیں، اس کے پاس نہ تھی رتے رہا۔ وہ فوراً میرے پاس

بھی د کا مو چھے جاتے تو وہ قر رہوئے مٹی و رو رہ رہتی کہ وہ مجھے چھوڑ کر  
 کہیں چھے گئے۔ نہ وہ نکھوں کے سامنے آیا نہ رچی سے تسکین نہ ہوئی۔ رو رہ رہ  
 یک محسوسہ جوش سے نہ ہاتھ پڑتی اور وہ سنا نہ جہ میں اتنی مجھے چھوڑ کر میں  
 چھوڑ جاتے۔ مٹی جی گو تنقار کے سامنے تھے مگر یہی باتیں سن رہے یہ وہ  
 جاتے۔ اور در میں سوٹیا پر یک مٹی کی دیویت جاری ہو جاتی پھر چٹائی و  
 دھر دھر دشت میر لگاتیں اس پر چھینٹتی۔ وہ کہاں گئے؟ یہ چھوڑ کر چھے گئے؟  
 جنس وقات نسبت کا یہاں سے سو جاتا کہ مٹی جی رہا رہتے کہ میں بیٹھا ہو ہوں شہر  
 نہیں مگر سے یقین نہ تھا، نہیں کی طرف تکتی و رو چھوڑتے ہیں میں یہاں تو نہیں  
 میں کہاں چھے گئے۔ در میں جب سوٹ جاتا تو خاموش ہو جاتی و رو رہے مٹی،  
 نیوں ان کے نہ ہاں ہا پر تاپ و ریشوں میں سے یک و بھی یاد نہ کیا۔ وہ سب  
 کے سب مر مر کے پاس ہڑے رہتے۔ مگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ کج مٹی جی  
 کے و رسی و پچھتی ہی نہیں۔ جب رتن بہت بفر رہا جاتی اور اس کے گئے  
 میں ہاتھ ڈال رو رہے لگتے تو وہ در آئیں کھول دیتی و رو چھوڑتے کہ ہے؟ برتن؟  
 اس اور کچھ نہ پوچھتی، جیسے خیل کے در میں رہے کے وقت وے اپنے دنیہ کے  
 ورنی بہت ڈاڑیاں نہیں رہتا و طرف بند و عورت اپنے منہ کی محو میں رہے  
 اپنے پتی کے، کسی کا حسین نہیں رہتی یہ کہ خیل و اپنی اوست سے خشنی محبت  
 ہے اس سے ہر جہ محبت پتی بہ عورت کو اپنے شوہر سے ہونی ہے۔

بھی بھی سنا یا ایک چوٹک پتی، اور ماکا بٹا، پوچھتی ہے یہ وہ ہڑ  
 ہے، یہ کون ہڑ سے یہ کون ہڑا جا رہا ہے، نہیں یہوں سے جاتا ہے۔ نہ میں نہ  
 جاتے وہ گئی یہ ہر مٹی جی کے دونوں ہاتھوں و رو رہتے پڑتی۔ یک محو میں  
 جب لے خودی و رہو جاتی۔ تب شہر مٹی میں سینہ ویدری نمی۔ جیسے کوئی تمہیں  
 ہے جاتا تھا۔ دیکھو تمہیں، ہارن قسم چاہتا نہیں، نہیں معلوم بہاں سے چھے گا۔ یہ،

منشی جی کا کلیہ مسوئیت۔ اس طرف نہایت محبت سمیز شفقت و درود سے بھری ہوئی نگاہیں رہتے۔ انہیں میں نہ چاقوں کا تھپڑ چھڑ رہا تھا چاقوں کا ہوا اس کی حالت دیکھتی ہو رہی تھی کہ یہ کچھ دیر نہ رہے۔ ضرورت نے اس کی توجہ یہاں پر مرکوز کر دی تھی۔ منشی جی کے سامنے گھٹنوں بے وجہ ہڑکی رہتی۔

پوچھے دن سوٹیا کی حالت سمجھ لئی۔ منشی جی کو یقین ہوا کہ جس یہ فیصلہ ہے، چنانچہ گل و نمنے سے پہلے ہر بھٹکتا ہے۔ یہاں سے ہی جب مدد ہو رہی تھی۔ تو سوٹیا نے اس میں شام سے پہلے پاؤں نہ پا رہا کہ مجھے چاہئے تھ سے تھوڑا سا پانی پے اور آج اس پر نیون کا غلبہ بہت کم محسوس ہوتا تھا۔ اس نے ان دواؤں پر تپا پے۔ وغیرہ پیچھا اور برتن کو برتن دیر تک پھرتی سے لگا رہتی رہی۔ جب پانی پی چکی تو سہا سے کہا بہن فوراً ہم کو گھراؤ۔ مٹی جی کے پیچھے وہاں پھر نہ جائے کہ اس کے درجن موم گئے۔

سہا نے روکتے ہوئے سے ہاتھوں کے سہارے فوراً اٹھایا۔ پر تپا پر بہن سامنے بڑھے تھے۔ سوٹیا نے منشی جی سے کہا: 'فار زونک'۔ منشی جی اس وقت مہممت و درود سے بے حواس ہو کر اس کے سینے سے پٹ گئے اور روتے ہوئے بونے تم تھہر رہے۔ منشی جی نے قائم منشی جی کی چھٹی موبائی سوٹیا نے مایوسانہ مدد سے منشی جی کو چاقوں کی فوراً پناہ دی۔ وہاں چاقوں منشی جی کی چھٹی سے تھے اس وقت سہا پہلی بار روکتے ہوئے ہوئے۔

اس کے اس کی توجہ بھی نکل جائے تب منشی جی نے پیچھے ہٹا دیا۔ سوٹیا نے دونوں ہاتھوں سے پیر پائی بار چوہا۔ تب اس پر ہاتھ روک رہی تھی۔ وہاں میں دونوں پیچھے رہ گئے۔ پتی بہن عورت سے پریم کے موتی شہر کے قدموں پر تار روپیہ۔

جب فارکو روٹی دیکھائی اس نے اس کا نیک ہاتھ پیر منشی جی کے ہاتھ میں

۱۰۔ نہایت دھیمی تہ زمیں ہوں سوئی جی آپ کے ماتھے بہت دن رنی ہو رہی  
 کا بہت کچھ تھا۔ بپرچہ ناطہ آتا ہے۔ بپا میں ہر جن مہمان ہوں، پیاری  
 بہن و خواتین سوئے جاتی ہوں۔ میری یہی منتی ہے کہ ہمیشہ، ہر آن نگاہ  
 رہن میری قسمت میں اپنی پیاری بچی کا سوا بھٹا رہتا تھا۔ سے میں نے کبھی وہی  
 رہنا، اتنے میں لگی۔ کبھی رکی ٹکا ہوں سے میں دیکھتا۔ یہ میری زندگی کا بھل ہے،  
 بیشمار کے لیے ہم سب کو فائدہ سے کبھی بے سہارا نہ ہونا، یہ ہتھ پتھکیاں مدد  
 کریں اور شکر ادا کریں۔

جب، پھر فائدہ ہو تو اس سے پہلے کہ سامنے دوں ہاتھ جوڑے ہو رہا  
 ہوں، لیکن بہن تمہارے یہ، سے ہم سب کو اس کی جگہ سوا بھٹا رہتا تھا۔  
 جب یہ اپنی بہن ہوں، ہاتھ سست، وہ تمہاری غیب ماں نہ بہن ہے۔ ہم میں اس  
 کی جانتی ہے۔ سے رونا، مات، سے کبھی رونا کی بات مت کہتا۔  
 اس سے کبھی نہ بھٹتا، اس کو فائدہ سے بے حسرت ہونا۔ نہیں تو وہ وہ رہا  
 ہے، اے گی اس کی بھگ میں نہ جانے کیا ہے، مگر ہم سے اپنی سبھی سمجھ رہا  
 ہے کہ اس کو دوسروں سے بچا رہنا، میں دیکھ میں تو لوگوں کو پھوڑ رہی جاں گی،  
 مگر تمہیں میری قسم اس کی طرف سے اس کو ماننا نہ سنا۔ ہم نے تمہاری ماں نے سے  
 کوئی بنایا ہے اور تمہیں اس کا بیٹا پار گا، اے میرے اس میں بڑے بڑے رومان  
 تھے میری ماں، کتنی کہ تمہارا یہاں روں گی، تمہارے بچے کھدوں کی عمر بھٹا میں  
 چھوڑ رہی ہو تھا۔

جہ کہتے کہتے پھر لے سوئی اور نہایت نے اس پر سنا یا۔ ہر گھر ہو رہا تھا،  
 مہیاں ہو، نہیں، نورچا، سب اس کا جس کا رہا ہے تھے وہ عورت نہیں دیوی تھی  
 روسیا، جسے دوسرے ہوئے مگر کبھی کسی، اتنے میں ہی  
 مہیاں، ہم کو اپنی کی طرح مانتی تھیں، صاف کیا ہی پتا رہا، وہ مگر نصیبی رچی

نہیں ہوئیں۔ بہت باتیں سنا کر، وہ ناچنے کو نہیں بروہر سیدھا  
 ہوا کرتی تھیں۔

دھڑکی کی باتیں سنا کر رہتے تھے، وہ پہر کا وقت گیا، وہ دن سے کھانا بنا دیا۔ مگر  
 کھانا وہ منشی جی کے سر سے گئے اور منہ جھڑک کے چلے گئے پر تپ  
 نے وہاں سے نہ گئے کی قسم کھاتی تھی، بروہن اور سہا کو جھوکا ہوا، سہا بھی بروہن  
 پر بروہن پر تپا، چوٹی اور کھچی پٹی پٹی ہر روزی۔ سہا کے وقت اس  
 سے سب فورس وہاں بروہن سے خط معاف رہی۔ جب سب چلے گئے تو  
 سہا سہا سے بروہن میں پیس بہت ہی ہے، منہ وہاں سے سہا سے تھ سے  
 پل پل، "منشی جی پل لے، بروہن نے ایک کھنٹ بٹھل تر حلق سے نیچے  
 ہار۔ بروہن معصوم، گویا کسی نے سے مر تپا، یہ۔ اس کا چہرہ روشن و سیاہ  
 مٹھوں میں اس بھر پور شوہر کے گئے ہیں، تھ ڈل بروہن، "میں تپا بھ گون  
 ہوں، تمہاری گویا میں مرتی ہوں، "یہ بروہن چپ ہوئی، چپہا، بات من چاتی ہو  
 ورنہ سے نہیں ہتی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر منشی جی کا تھ بڑا بروہن  
 "رغم تپا چھہ، نگوں تو دو گئے"

منشی جی نے متعجب ہو کر پوچھا، تمہیں، نگے کی ضرورت ہے، "منشی جی سے ہو"

ہو، "نم میری بات کبھی نہ سنا تھے"

منشی جی، "مر تے دم تک کبھی سناؤں گا"

ہو، "رہتا ہے کہیں نہ مانو"

منشی جی، "تمہاری بات در میں نہ مانوں"

سہا، "میں نہ بروہن پھوڑوں گی، ایک بات ہی بروہن مر جائے گی تو نے بھوں

چاؤ گئے"

منشی جی، "میں بات نہ کرو دیکھو بروہن روتی ہے"

سوچیا : ”تو وہ مجھے چھوڑے گا نہیں؟“

مشقی جی 'تہہ کی یہ کرتے آئے' ہوتا ہے۔

سوئیڈان نے اپنے مچھلے رنسر مشی جی کے موتوں پر کھدوب و روتوں باہیں  
 کے گنگے میں ڈال دیں۔ پھر یوں قریب با ر قریب بھجائے گئے !  
 یہودیوں نے جی کا ہر ہوتا تھا ان کی بیویوں کو اس کا سر منہ گھرا کا مارا بوجھ  
 تھہرے کی یہ ہے بے تھہرے کی یہ ہے سنبھال گا۔

یہ بند رس نے شوہر کی طرف درخیز ٹھاسوں سے دیکھا، جیسے چپے مس فی مالت۔  
 ٹھیس منہ پانی جی ڈوب چاہ رہا ہے۔  
 عشق جی، تم ناحق ہر دیش رتی ہو۔  
 ہتیا "نم میرے، بو کیٹھیں؟"  
 عشق جی، تہار ویر تے ہم تک تہار۔

”تیرا“ یہ نہ ہو کہ مجھے بھروسہ ہو، جو چچ میری تھی، وہ کیسے ہو سکتا ہے،  
میں چلی جاؤں۔“

منشی جی (شاہ مجھ را) س کا ری میں رہی ہو۔ جب تک دیوں گا تبھر  
ی رہوں گا۔

۲۔ تیارانے پھر ہر دن ۲ ہائیڈرو پاپ کے قند محوں پر ۱۰ یا ۱۵ رو مارے صحت کے لئے دم ہوئی۔ ہر دن ور پر تاپ رونے لگے۔ سہ ماہ نے سمجھا کہ ٹنٹا ہوا ہو یہ غر بھو گیا۔ مٹی جی سے کاٹتے ہوئے ۲ تیار کے پیسے پر ہاتھ رکھا۔ ہاتھ اٹھیرے اٹھیرے پھل رہی تھی۔ جن کو ہر ۱۰ پیسے میں پر ڈویڈتپ اق نے مذیوں تک سکھا دیں تھیں۔

مذہب پر سوچو تھی۔ ہمارے گھر سے ایک سٹاٹیا چھوڑ ہوئی تھی۔ تاک، وحشت تاک سا سا، وہ سب جو دوس کو بوس و شکر ہوا، تاک۔ روئے روئے تھے مگر

گھر پہنچا، ہاتھیں مونی نہیں ٹکرونی، روں میں ہوشیار زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ  
 تن مارے جو بھی مارا، وہاں میں پڑے۔ کبھی محبت کے جھوٹے میں سنا بھی چھوڑ دیتی  
 پہنچا، اس وقت زمین پر ہوا تھی، بھی تک نکل آ، تہ آہستہ چلا رہی تھی۔ مٹی جی  
 لڑا مٹیوں سے مٹیوں کے ساتھ، مٹیوں کے ساتھ، مٹیوں کے ساتھ، مٹیوں کے ساتھ،  
 میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس نے سر اٹھا دیا اور وہاں ہاتھوں سے مٹی جی کا پیچہ پھیرا اور  
 روں پر زور دیا۔ وہاں ہاتھوں کے پیچہ کا مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔

روں نے وہ وہاں، کیونکہ سوئے روں نے مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔

11

مٹیوں کے ساتھ رہ گئے

مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔

مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔  
 مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔ مٹیوں کے ساتھ رہ گئے۔



ایک روپ تھے۔ دن بھر کمرے میں کسے مارے ہلکے گیت، درجک، شمش  
 وروہ کی معرفت ان تاروں کا ماحول کیا کرتے، اور شمش کی گائیکہ چہ  
 جاتے۔ ہاں سے رات گئے دہشتے درود چار گتے کھڑے رہتے۔ کٹ پتاپ چند  
 جی ن کے ساتھ لگانے والے چار اور چار چارے۔ سال کا جی۔ ہوا تھا مگر  
 دنا بدلتا دن ہو یا ورثہ پیری، بغیر صحبت کہ بھی سے سے نہ رخصت ہو پھر  
 خوش رہے میں بے حد غصہ حاصل ہوتا تھا۔ بیان و رقیقت کے تدارک سے  
 سنتے اس کا رنج بھی بھٹکتی کی جانب ہو پیدا تھا۔ اور جس وقت مٹی کی سے سے  
 اقیق مسائل پر بحث، تاکہ وہ میرت میں آجاتے۔

برج رنی پر سہا کی قسم کاس سے بھی ہر ٹر پڑ تھا جتن پتاپ چند پڑش جی کی  
 صحت و رقیق تھا۔ اس کا پندرہوں سے تھا جو، ہاں سے شہباز پہلی شہباز چلتی  
 ہے۔ اس میں ٹریوں پر شوق شکار کا خون سا رہتا ہے۔ اس کے لہر صریق  
 میں بچے ہند نہ تو فی کے ایک متانت سمیر چھا چن رہا رہتا ہے۔ ہاں میں  
 شہباز ٹریوں پیدہ سوتی ہیں اور ٹریوں سے بچے ہاں اور ٹری کے ایک حد پہ  
 سمیر رہا، پن ہر نے مٹا ہے مگر برج رنی بھی ٹری کی ہی جوں جوں ٹری تھی۔ اس کا  
 چہرہ معصومیت کی تصویر تھا۔ ایک ایک لہر سے ہاں پتی تھی۔ ہاں رتا رہیں یک  
 ہاں، یہ دھیر چن، ہر زہر میں تھا۔ ہاں تیرینی پیدہ ہوئی تھی۔ ہاں میں سننے  
 ہاں پہ مونی منہ پر چھو دیتی تھیں۔ مہ لہیر سے بھتی، ہر سب سے پہلے مٹی جی کا  
 کمرہ صاف، کے ن کے پوچھا پٹ کا سامان قرین سے رہا ایتی۔ پھر ہاں کے  
 ہندے میں لگ جاتی دوپہر کا وقت اس کے ہنسنے پڑھنے کا تھا۔ سہا سے سے جتن  
 صحبت تھی مٹی پوشیدہ سے پتی ہاں سے بھی نہ رہی ہو۔ اس میں مٹی ہاں کے پہ  
 قانون کی تھی۔

سہا کی وضاحت تھی کہ اسی رخصتی نہ ہاں ہے۔ مگر مٹی کی مصداق تھے مردان کی

تیریں ہو گئیں۔ جوں جوں مصیبت کی گہرائیوں میں پہنچتی جاتی رہیں گے  
 تیریں بڑھتی جاتی۔ ستان رویا رہی۔ کچھ پاپ کے پتوں پر پڑتی۔ کچھ ہمارے  
 پیروں سے پٹ جاتی۔ گہری نیڑی پر پڑے گھر کی ہو جاتی ہے۔ کس پرانی کا با  
 ختہ۔

پر تپا پچھلے در بہن تھے ہی دنوں تک چلی ہوں کس طرح یہ ہاتھ رہے  
 تھے۔ مگر بہن کی آنکھیں سے اٹھتے ہی پیچھے جھب جاتیں۔ پتا پاپ کی جگہ  
 یہ تھی۔ گھر میں بہت نم آتا تھا۔ کبھی صہرت سے آتا تو گویا کچھ کس طرح  
 دن کی طرح نکلیں پہنچے یہ ہمارے دشا ہوتا۔ کس کی ڈکھوں میں وہ زحمت  
 پہنچا ہوا تھا وہ کی تنفس حتیٰ کہ بہن پر بھی طائر میں سما چکا تھا۔

ایک روز میں اس کے وقت رخصتی ہمارے قریب رہ گئے تھے۔ پتا پاپ کی نہایت  
 سے نہ رہی۔ وہ اپنے کمرے میں پاپ جہانے لگا کہ بہن تھی۔ کس کا سچ  
 کہوں سے تھا۔ کس نے جو اس کے بعد پتا پاپ کی طرف پر جب ڈکھوں  
 سے دیکھا رہا۔

”لو مجھ سے یہ عمر ہو گا“

پر تپا نے مراد ضبط سے کام لیا۔ کس کی آنکھوں میں مسو رہے۔ کس کی  
 کہ زبھ کی نہ ہوں، عطا نہ ہوگی  
 ”یہ تو تمہیں صریح طاق ہے“

بہن کی آنکھیں نہ تھیں۔ کبھی نہیں نہیں رہیں۔ ایک ہی سہی نے  
 سرت و درد کا وہ فقر یاں رو دیا ورجو بہن سے ناموس تھا۔

رخصتی کا دن ڈیڑھ کے بے عجیب حسرت کا دن ہوتا ہے۔ بچوں کی سہیلیاں،  
 سہیلیاں، ہاں ہاں بچوں بند گھر کے مانوس رو دیا رہا سب سے زیادہ ٹوٹ جاتا  
 ہے۔ یہ جیوں کہ میں پھر کس گھر میں رہوں گی، اسے مضیق تسکین نہیں دیتا تھا، دیوں

سہ ماہی کے لیے تو مہمانوں کی حیثیت سے آئے گی۔ ان لوگوں سے صلہ ہونا جن سے وہ میاں رنڈ لگائے ہوئے ہیں، ٹھینڈا اور بے فکر چوں سے پٹن ہیں یہ رہنا نصب مو ہو، کسی جبر کے غلط غلطے روتا ہے۔ سب تک وہ دنیا کے فرشتوں اور پندوں سے رونا رتی تھی۔ مگر رنج سے اس کے سر پہ یہ چہرہ بدلتا ہے۔ ہمارے ہمہ تنک ٹھکانا پڑے گا۔

بروز کا سنگھاریہ جا رہا تھا۔ مائن کسے چہوں میں مہارپوری تھی۔ مانی کسے سے ہاؤس نوگوں کو دے رہی تھی۔ مانی جوڑے میں مٹ رہی تھی۔ مٹ رہے تھے۔ یہ تیریوں کی جا ہی تھیں، مہارپوریوں کے دے دیوں بھی تھی، مانی کا جھمبوں سے نہیں ہے۔

تو میں بہرے سے پیچھا کیا، راحت ملی چوری ہے سہدی رہا۔  
 - بومیاں کھڑی تھیں۔ - بہن کے لئے گنگے پٹائی وروہ جوش محبت جو بے تک و ہنی  
 ہونی ملک و طر سے رہتا تھا یہ بارگی ہل پر چلے۔ ہنی آٹھ میں تیل ڈال رہے۔  
 ہر ہر میں پانی وروہ رہا پر آئی۔ بہن پس پس پر ہن کی عورتوں سے لگتی۔ ہا  
 کے پتے پھوٹے۔ ورتب ورتبن عورتوں نے سے پانی کے غار چھو دیے۔ پھر پانی ٹھکی  
 دھندلہ ہوا۔ خوش کن۔ رریت پر رر پر۔ گویا کے جھپٹتے جی ہونی کے کی جوں کی طرح  
 ہے ہوتا تھا۔ لہذا ہا ہا ہا تھا۔ سینکڑوں عورتوں نے گنگے پٹائی تھیں۔ مگر ایک بہن نے سے نہ  
 موٹے سے مٹاں پھیرے کھاتا تھا۔

رہا کہ تمہاری چھون بہو نے مہوں کا رنگ پھٹا رہا۔ بیوی کس سے دن  
بھر باتیں کرتی اور اس کا جی نہ بھرتا۔ سے اپنے کا۔ پرنا تھا، مگر کس میں  
بھی برتن بدلتے تھے۔

ملا چن کے وہ توں نے تقاضا رنا شروع کیا کہ تھکی آئی تھی میں  
۔ ہو دھڑکتا جس کی جگہ فرے۔ سنتے ہیں نہایت کی حسین یہ کیوں ہے۔ کہ  
چوں اور پیو سہال میں مدی تھا حیب بھگت رہا۔

”جی دعوت دے۔ میں نہ دہا تھیں بھگت بہت ہو جاتا نہ چا اور نہ نہیں نہ  
ہر وہا بھگتیں یہ ٹھہرے۔ جب سے وہ گھر میں آئی ہیں وہاں کا قافیہ نکال  
ہے۔ سنتے ہوں نگری کی داریں۔ سہل ت م سب گھوے بھی ہیں۔ راتا ہوں  
کہیں نگری کی میں پوچھ پیچھی یہ فوری میں ہت چیت شروع رادی تو اسے بھلیں  
ہاں تھے وہ یہ رہا گا۔ کس یہ جی فی کا پھر رہا ہوں“

یوہ ملا چن کے وہ توں نے بعد ۱۰ اللہ وہ تھی۔ شہ کے چنے ہوا پڑا نہا۔  
ٹھہرے تھے، سب کے دست تھے۔ مگر دن دوستوں میں سے ف پانچ گوی تھے  
وہ سب کے سب لائق ست رہا۔ دن میں سب سے زیادہ تھیم پڑا نہا میں مجید  
تھے۔ پھر کی میں عرض نویس تھے۔ جو کچھ ملتا تھا۔ کی نذر کرتے۔ دوسرے میں  
ٹھہرے تھے۔ سات ٹریف نے ورثہ میں بڑی اور پانی تھی مگر کس کام میں  
سب چھ رہا تھا کی نذر رہا۔ یہ وہی رہا تھا کہ جی دھج رہا ہو فلیوں کی  
ٹک چھتے جاتے اور وقت صبر رہا۔ رہا سن کی ان بھی یہاں تھے۔ کس  
بار کے نزدیک رہا۔ رہا پاریوں میں کی بڑی رہا تھی۔ تیسرے مصر سے سعید  
حسین تھے۔ ایک کی شہر اور قمار بار۔ رہا وہاں کا ۱۰ گا۔ وہاں کی کے  
رہا وہاں پر ہاتھ صاف رہا اور رہا کا مشاعرہ تھا۔ باقی دو صاحب رہا بیوک رہا نہا  
۔ رہا تھری میں رہا تھا۔ تھو کیں تھوڑی مگر بہاں نہا تھی اور صاف رہا کی

لمررتے در نصف شبہ ن س فریاش ن خاطر مد رت میں صف ہوتی۔ گھر  
کے بگناتے رتے یہ بھی مانتے نہیں سب اپنے پیش سے کا تھا۔

مشورہ تو ہونی چکا تھا۔ ”مجھے کب ڈپٹی صاحب بیٹے تو یہ پانچوں مصرت جمع  
ہوے اور رچنے گا پانچوں پینے میں حاکم تھے مگر جب ہر سرورٹھ تو ہلی  
ہلی باتیں ہونے لگیں۔

مجید ’یہ بھی سوچا جاتا ہے رچی خوش ہو یہ نہیں“  
کہ ”سب بکے کیوں گئے“

مجید تو یہ پناہوں بھی سب سے پانے کا حق بھی تو ہو سکتا، رن اور  
سے یہ نظر دیکھتا تھا۔ ”بھی تک تصویر کا ہوں سے سب سے پھر رہی تے“  
چندوں ’میرے یہ تو ہر منہ کہہ سکتے“

کہ ”یہ بکے سو کہرتے رتے پچیس پر کچھ“

مجید ’تو بھئی بوقی س کا“۔ ”یہ نظر میں بھی دھما“

مجید ’لے ٹک دو حق کے بھی حق میں کہ پس میں کوئی پردہ نہ ہے۔“ وہ کا  
مسند کی غلط بوجھے

چندوں ’ل۔“ ”وق میں کیا پردہ، نگریوں کو دھو یوں ہوں سے تری میں کہ  
یہ“ ”ست ہاتھ نہ گئے“

رم سیک ’مجھے تو بن، بچے چین نہ“۔ ”میں تو پتہ؟“

کہا (ایک دھس گا ر) ”زہن کاٹن چاہے گی تجھے“

رم سیک ’کچھ پروہیں،“ ”بھیں تو دیکھے کور میں کی“

مجید ”بھی کمال چہن برہانے ن ہون بات نہیں، سب س وقت تہا مرض کے کہ  
”و توں فریاش پورن مرو“

کہ ”رے وہیں سب کا رتا سوں“

چند وال "میرے شہر میں ہوں، میں نہیں ہیں تو عمر لوگ بن گئے۔"  
 پائیں ہیں۔

کہ "جی، رمنہ پر کالکے گائے کا، اس کتابی کافی ہے۔"

عید تو کاحیر میں تاخیر کیا ہو، سچی و غمیری ماہ۔

کہ "سچی و غمیری، مگر دور سے کہ گال آپ سب سحاب کی بیویوں سے دشمن

میں گا، اس وقت کسی نے چھیل چڑھیا تو بندہ کا پیش سرسب و اس کا فرق نا

مبارک

سب سے سب منظور ہوں، جان مستور

رم سیوک، یہاں یا بھر ہے، پوچھ بیوں کی ہاں اس پر پچھے حال، ناسی

چریں معصوم ہوتی ہے۔

چند وال، یہاں اس سے بھی بدتر حال ہے، تیس مہیے سے پوچھیا، رہا ہے مگر

سرمو، نے بڑی و و و، صورت، دیکھتی ہی، بھر چھ جاتا ہے۔"

عید، اس جانب بدروگ کی نہیں پائے، چند روزہ، قلم مستغل، قلم سے

بہتر ہوتا ہے۔"

اھرقے ماتے اور چھل رتے تھے، مگر بڑے پٹنگ پر مٹی سولی، دیوں

میں غرق تھی، بچپن کے اس سید چھو، تے میں کاش، او، ن پڑ جاتے۔"

تین وچ پ رندگی تھی، دنیا مار، پور و محبت، گاہو رہ تھی، یا و سولی دور کی دنیا

تھی، یہاں انوں و چریں بہت، سمیت، سوتی تھیں۔ نہیں نیو، میں سگ، فر

سپائی، مریچین، ایک واقعہ، ڈش نظر سوگا، لکھنے اس کی ریا، مڑ دی۔ اس نے

اس کی تاب کے دو ورق پھر، بے، تب سوسے، اس کی پیٹھ میں زور سے چٹکی و

ورہ، یہاں کو، روئے لگی، مریکو، اس ری نمی کہ سہا، اس کا تھ پڑے ہوئے مانی

ورون۔

”یوں ٹٹی س نے نہیں مار ہے نا؟ یہ بہت مار مار رہا نا ہے، س نے س کی مرست کرتی ہوں، ابھیوں کہاں مار ہے“

لعونے اندہاں ہٹھوں سے س نے کی صرف دیکھ اور س نے مسکرا رکھا  
”جھٹھے نہیں نے کہاں، یہ جھٹھے بھی نہیں مار تے“

یہ بہار کس کا ہاتھ پڑیا، اپنے حصہ کی مسکائی کھدائی اور کچھ دونوں مل کر کھینچے گئے،  
”زمانہ بہاں؟ کس زمانہ کی؟ ایک خوب سرت کی؟ ہے۔“

رت ریوہ زرنگی تھی۔ یکایک برتن کو یہ معلوم ہو کہ سامنے کی دیو رکونی  
جھم جھم رہا ہے۔ کس نے کان کا سامرا، آریں ہی تھیں۔ بھی کس چاقو  
کبھی پھر نے کتیں ذرہ میں ٹٹی رہے گی۔ خوف کے مارے برتن کے ہاتھ  
پاں پھوں گئے کچھ اچھٹا اچھٹا کرنے لگا۔ جی ٹی کے مہرین ہٹھنے ڈٹنے  
گئی۔ کھنکھنی بندھی ہوئی تھی۔ تنے میں ٹٹی کا ڈھیلہ سامنے رہا۔ جس چوک مر  
تھ ٹیٹھی، دونوں یقین ہو گیا کہ چور ہے ہیں، نہ نہ یک چا کس سورت تھی کبھی  
کہ پیدوں کو جاگ ہو جائے گی، س نے س رکھا تھا کہ چور سینہ میں پیر ڈال رہا  
گھٹتے ہیں، س نے یہ ڈنڈا اٹھایا کہ جب پیر ڈالے گا تو یہ تاک رہا ہو گی  
کسنا لگ لوٹ جائے گی، چور نے پیر کے بجائے سینہ میں سر ڈالا۔ مہرین تاک  
میں تھی ہی ڈنڈا پورا یہ دھتوں کو زانی پورے سر کھینچا یہ وہ یہ کتاسانی دیا  
فریڈا کھوپڑی بھنائی

پھر کسی آدمیوں کے چہنئے کو زانی اور س کے حد سے ہو گیا۔ تنے میں رہا  
وگ جاگ پڑے اور باقی رت گپ شپ میں رہا۔

ویرے جب کھل چڑھ گھر میں آئے تو نکلیں سرخ تھیں اور میں تھیں تھیں۔  
مہرین کے نزدیک جا کر دیکھ کر سر برتن سے ہوئی۔

”یہو یہ بات ہوں یہ تو نہیں ہو گی؟“

مرزاں "میرا یہاں ہوں، یہاں ہی ہوں"  
 مرزاں "رات جو سیدھی نہ تھی، وہ چوروں نے نہیں گان تھی"  
 مرزاں "پکھون تھے؟"

مرزاں "گھرنی کے پھیدوں تھے، ہاں، وہاں نہیں تھا"  
 مرزاں "یہاں کھار کی شرت تھی؟"

مرزاں "نہیں، ہاں میں ایسا ہی نہیں ہے"  
 مرزاں "پکھون تھا، صاف صاف یہاں میں تھیں"

مرزاں "میرے اسیوں میں تو پھوٹے ہاں تھے، میں نے وہ کمرہ دے دیا تھا  
 تھی، وہاں کے میں گئی، ہر چھوٹا سوتا ہے"

تو سننے لگی، مرزاں کے چور بول گئے، وہ چور تھیں، منہ نہ کھولا،  
 "مرزاں! ہوش منہ بال، مرزاں! میں رو، تمہیں یہ کہتے ہوئے شریں سنی۔ تمہیں  
 یہی بات سننے کا حصد ہو؟ خود میرے مرزاں! رنجو پری ہو۔ تمہارے  
 بڑھاپے پر ترس، مرزاں! وہ دن وقت تمہیں یہاں سے ہڑے ہڑے نکھو دیتی۔  
 تب تمہیں معلوم ہوتا کہ مرزاں! میں نہ رکھنے کا یہ پھل ہوتا ہے یہاں سے مجھ  
 جاؤ، مجھے تمہاری صورت دیکھ رہی، راجہ چھوٹا ہے تمہیں، تانا بھڑکے کہ میں تو  
 بات مرزاں سے نکال رہی ہوں۔ نہیں، مرزاں! یہ نہیں ایسا ہے، مرزاں! گھٹن کا  
 ہے، میں خود نہ جانتی ہوں، مرزاں! نہ بات سے تم یہی باتیں کہتے تھیں"

مگر حسرت پر مرزاں! سن رہی ہوں، مرزاں! نہ بات پر گھر کے امیرے امیوں،  
 "ہاں! سے شین کیا"

ڈپٹی صاحب کے کان میں بات پہنچی، وہ کھنچا، جس سے زیادہ شریہ نفس  
 سمجھتے تھے، ہتھ وہ فی واقعہ تھے، خوف ہو کہ یہ صحت نہیں، بہو کے ریزوں پر نہ  
 ہاتھ صاف کریں، ہتھ ہو کہ نہیں، ہر گاہ ہاں ہتھ ہوں



کہو چرن نے یہ تجویز لی تو بہت پیچھے مڑے مگر چھ سو سو مرادھارے اس  
 پر راضی ہو کر چلے گئے۔

میر جس کے آنے سے پہلے کئی بار یہ تجویز ہوئی تھی مگر میں نے اسے سامنے نہیں لایا تھا۔  
پیش رفتی یہ میر کی دیکھ بھال میں آگئی تھی کہ وہ جہانگیر کے ساتھ جہانگیر سے  
پورنا لگ جائے گا۔

13

کتاب

یہاں تو کھانچا نہ کسی طرح؛ ڈاکٹر ہاگس میں کھانچا سے متاثر نہ ہوا۔  
 سو باقی۔ دوسرے ان خوں کا کہ کچھ ڈاکٹر صاحب ہر کچھ مرے بیٹے میں  
 میں مدد جو ہے، آپ جیسے مست پے ہیں کہ، کچھ مرے دھڑکے۔ کچھ  
 نہ ہی پتہ دے کے قابل ہوئی۔ شہ- کاش بیٹھ پڑے تو عجیب بیٹے چہ خوش شہ سے  
 دیکھا کہ میں ہر میں یہاں تمام سے مر گیا ہوں۔

پہلے پہلے سوچئے تھی اور دماغ میں پلٹ پلٹ کر سوچنے پر تھی

یہاں سچ عادت کی حد تک جمع تھی۔ خاصا بد گاہ تھا۔ مگر چھٹکارا رہ رہا تھا، سٹریٹ وہاں کا جاہل، تہوں سب پٹی پٹی وہاں گالے ڈیٹھے تھے، ان کے زمین مزاج نوجوان ہاتھوں میں بیسے یا مٹھی ڈال یہ ہلبوبوں کو ٹھکے مڑا کر دیتا رہا تھا۔ مگر تپس کے وہ عقوبتوں کی سب جگہ کی تھی، لوگ انہیں خاصا بیٹھنے تو حیرت سے پوچھتے رہے، وجہ صاحب اس سچ لائق نہ تھا، اتنے مل میں عید، بُنید، میر وغیرہ شہریں پور سٹریٹ کے دھولیں بھٹکا بھٹکا ڈالتے نظر آتے۔ مگر تپس کو دیکھتے ہی سب کے سب مہر پٹ ہو جاتے، پوچھنے پر پانچوں بیویاں تپس کی طرف اشارے سے رہ گئے۔

مجید : آج ہم صاب ہو گئے تھے مپوں<sup>۵</sup> ترن کی قسموں سے بیخبر۔

پندر گائے ہوئے

رہنما، 'سچ قل میدانِ رقیں ہیں تھی،' نکھیں نہیں،' کھیتے شہِ راجہ عہد

چند سال چھیں رہا ہے پٹھان جب سے مارنیں گھر میں ملے ہیں وہ  
نے ہزار کی صورت تک نہیں دیکھی جب دیکھے گھر میں گھس رہا رہتا ہے خوب چھین رہا  
ہے یہ رہا ہے تو اس طرف سے بھی ہے سے پھر رہا ہے

”کہ جس نے یہ سب تو میری بخشش سے پورا کیا ہے۔“

مجید، رے خدر، ص ۱۸۰

”مگر“ تیرے چہرے پر سوسائے کی پید ہو رہی ہے،“ نصیبیہ نے منہ نہیں  
 بھی رنک لیا تھا۔“

۱۔ یہاں ف مصیبت کی مصیبت ہے مگر یہ خوب دیکھو، چونکہ  
یہ صفت پہنچ رہا ہوگا

کمرے میں کھڑے ہو کر دیکھا تو وہاں ایک شخص بیٹھا تھا۔

عید ایڑچڑکے تو کیا حق یہ ہے کہ تمہاں میں ستم ہے، روزانہ کھانے  
گئے وہیں سے دن دن سیریں، دن دن چپیس، کل الٹ کی پرہیزوں پر  
پرہیزوں سے ظالم ہیں، ملک ماناں

عید 'ورٹیکس' و میڈیٹریڈ ویلج تو رات چائے

سید کے وقت کمر چرت پارس شاطہ سے رحمت ہو رہا تھا سید یورڈنگ  
اس کی طرف ہے۔ دل میں یہ چودہا بیٹھ ہو تھا۔ دروہ پر پہنچی رجبہ کہے گا۔  
یہ منڈنٹ صاحب ندوں کو ملک رمرہ میں پوچھا جس نے سردار نے کہا کہ وہ بھی پوچھ

کی طرف تڑپے ہیں۔ دل کو خوب مضبوط رکھنے اور دل کو موہنے پر مہنت  
 صائب ہے۔ "بہت تک نہیں تھے"۔

جیسا کہ درشت تھا کہ کما جیسے بہ مشکل رکی بہ رکی خوب دے سے ہار رہا  
 مغرور نہ ماز سے ہے۔ "یہ ضرورت سے ہار رہا ہے یہ تھا"  
 یہ مہنت "یہ ماز جانے کا وقت نہیں ہے"  
 کہ "مجھے معذور نہ تھا" مدد سے حقیقت رکھوں گا۔

رات کو جب کمر چارپائی پر بیٹھا سو پڑے گا بڑی توجہ کیا۔ مگر مڑا ہوا ہے کہ  
 کل بھی بچوں اور پرہیز بھی حضرت کی شخصیات میں ہوں۔ ہاں ہاں کا بخیر وہ واقعی  
 قابل دید ہو گا۔ سکولے ماں سے باتیں کریں گے۔ اور لمبے لمبے پیچ ہوں گے۔  
 و شمر رہا ہوں بڑی گاتا ہے۔ یہ جیسے رتے رتے ہو گیا۔ اور بے ان پڑھی صحیح  
 پورٹنگ ہاؤس سے نکل گیا۔ یوں دل و دل ڈکی پر کس کے نظر تھے۔ بیٹھنے  
 کی بات بگ ہو گئے اور پیچٹھوں

کما چرن کچھ ایرنگ تو نا دوختا رہا۔ بھر شوق چرہ بکہ کیوں نہ میں لگی اپنے  
 نسلوں مٹاؤں اور اپنی تیراتی کے رتبہ اداوں۔ عید سے بڑا کیا کہ مدد ر  
 ٹا۔ رویہ ہماری ہے، جیت، دیکھنا، دھان پر ڈی دوڑ دیا، کامل نہیں تھا  
 کہ سپنا فیس سے یہاں سٹھر ہا۔ ہوں گا، مگر کی گھر سے جاننا تھا، وہاں رہتا تو  
 حضرت کو کتاب نہ دے، بدن میں آگ لگائی، ہنر سے رہوئے مردمان پر  
 تھے ہی بہاروں و یک طرفہ سے مزاجین شروع کر دیا۔ غریب بیٹھے تھے پانی  
 رہے تھے۔ ہنر پرے ورے دھارے تصویر تو چھینیں ہار رہے تھے۔ اور  
 ہارے مکے میں ایک شور سا رہا ہو گیا۔ سن لکھ میں نہ کیا کہ، اور کی دھارے ہو پ۔  
 یہاں کہاؤں کی خاطر نو، مرمت کر کے کما چرن اپنے کمرے میں پہنچے۔ مڑوہوں  
 کی عجیب دیکھ کر غصہ بخار کے اچھٹک پہنچ گیا۔ چٹک پھٹے ہوئے تھے۔ چہرہ

وہی ہوئیں اور ہاتھ کی پھیں بھی مونہ کی گویا کی مارے نہ ہوئی جنت اور  
 کاستیاں راہ ہو، مجھ گئے کہ صومال نے یہ حرکت کی ہے، غصہ سے سہا  
 کے پاس سے دروازہ رستہ تھے گئے

"یوں ماں! یہ جی کچھیری جان ہی بیٹے پر گئی ہو، تمہیں اس سے قید خانہ  
 میں بھیج دیا۔ مگر تھے پر بھی کیسے بھڑکے ہو۔ میری دلچسپی کے حواس نہ تھے وہ سب  
 ، ہاں! اے، کیا؟"

پریم وانی (حیرت میں پڑ رہی) میں نے تمہاری کہنی چیر میں چھوئی یا سو؟  
 کما (گھڑا) جھوٹ کے منہ میں کیڑے پڑتے ہیں، رستم سے میری چیزیں  
 نہیں چھوئیں تو اس کی مجال ہے جو میرے کمرے میں جا کر میرے گھونے اور  
 چیزیں سب تو چھوئے، کیا یہ سنا بھی نہیں؟ یہ بھڑکنا؟"

پریم وانی "تمہارے سر کی مائیں سے سہارہ میں قدم نہیں رکھنا چھو، بھون  
 ہاں چیزیں وانی ہیں؟"

۔ ہر پریم وانی تو سہارہ کی صرف جلی اور کما غصہ میں ہرے ٹکڑے میں  
 خڑے رہے کہ تینے میں ہاتھوں پر ہاتھوں کے کمرے سے ٹکڑے رات کے ہاتھ میں  
 یہ رقص دے کر جلی گئی لکھا ہوا تھا۔

خط میں نے نہ دیکھا

دیکھتے جو دور ہوں

یہ پڑھنا دیکھتے ہی مائیگی ٹی مائیگی۔ بے پرواہی سے کی صرف پڑ۔ پریم  
 وانی نے پڑنے کی جڑ سے سکتے ہوئے ٹوروں کو ملنا ڈیٹا شروع کیا تھا۔ سے مع  
 یہ ہر دن وقت چند ہر منٹوں کو پکے ہوئے تھے چھڑا، چہ چیزیں ریزہ ریزہ  
 رڈ میں ورڈور میں، یا ساری گائی۔ ماں کی یہ مختصر حرکت دیکھ رہی تھی۔  
 مجھ میں نہ تھا کہ یہ معاملہ ہے، ہاں! بھی بھی چیزوں کے یہ دنیا پر

نہیں، کہیں خودی کے پیچھے نہ ہو سکتی تھی، مگر اسے یہ حرکت رہا۔  
 ہے۔ مگر اس کے چہرے سے غصہ مطلق ظاہر نہ ہوتا تھا۔ سنجیدگی ہے۔

”میں غصہ میں نہیں ہوں، صبح سے پکار رہا ہوں کہ پتنگ کبھی نہ رہے گا،  
 میری محنت تھی کہ ن چیزوں کے لیے آپ سے جھڑ بیٹھی۔“

جب کمال چہن سمرہ میں آیا، یہ تو سوچے گا۔ اے شک میرے منہ سے رونا  
 نہیں اچھلے گا۔ اس سے نفرت کرتی ہیں۔ مجھ پر یہ ظلم ہرگز نہ ہوتا۔ کاش ایک  
 بار ان سے ملاقات ہوتی تو پوچھتا کہ تمہاری مرضی کیا ہے۔ ایک تو کونہ مضمر اس پر  
 یہی صداقت کے کئی ثبوت ہے۔ چھپے ہیں۔ سینہ بے غصہ کی حد نہیں صبر و صبر  
 ہوگی۔ میں صورت دھارے کے قابل نہیں رہا۔ تو یہی علاج ہے یا تو اس کی  
 صورت نہ دیکھوں، نہ پٹی اٹھاؤں یہ کسی طرح کچھ علم حاصل رہا۔ ہاں غصہ  
 نے یہی صورت پائی ہے۔ عورت نہیں جو معلوم ہوتی ہے، یہ کبھی وہ ان بھی ہوں  
 گئے کہ میں سے پیار رہا، میرے پیارے ہوں، مجھ سے پیار رہے گی۔  
 اس وقت تک شاید میں شادی ہو جاؤں۔ یا سرخ۔ یا سرخ۔ یا سرخ۔ یا سرخ۔ یا سرخ۔  
 ظم ہے کہم تو نے پھون میں کیا ہے۔ ہنسی ہے۔ دیکھتے جو رہا ہوں۔ یا سرخ۔  
 رہا جو تو گئے سے لگاؤں اور ن گت ہوئے ہوں۔ یہی تمہاری ہے اور شرع  
 زندگی کبھی نہ کبھی یہ رہا ہوں گا ضرور چھوڑا جائے گا۔ یہ پتہ  
 سوچنے سے رہا رہا۔ خول رہا ہوں کوڑے لگا۔ سینہ بے غصہ کی جوڑے تھے ایک  
 نے ایک ہر چہ رہا۔ ان میں تارے ہیں رہا میں نہیں ہوں۔ جہتر رہا۔  
 نہ جس۔ شہ کے ہوتے رہا ایک جوڑے کے لئے نہ ہی لکھنے کو تیار تھے۔ ٹرپٹم  
 رہا میں سب کے سب رہا ہے۔ جب ہر پھر صاف ہو گیا تو جاہلوں کو یہ حکم آیا  
 کہ سے بھی ہے چاہے وہ کس میں صبر و بردبار سے ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں گئے۔  
 ہوتوں کا قصہ پاک رہے ہیں، وہ بلبلوں کی طرف مٹی حسب ہوئے۔ ان میں

بھی بد نفس سے تڑپ رہی۔

ہاتھ تو یہ گل لٹہ رہا تھا، ورنہ پر پڑھنی چھاتی پیتھری تھی کہ نہیں معصومہ کا یہ  
رہنے پر کبھی نہ بڑھتا تھا۔

"بھئی بچے کو کسی طرح رہا نہیں معصومہ کے دل میں یہ لٹھنی ہے" یہ کہہ کر  
رونے لگی۔ بڑھتی ہوئی شک سو رہا تھا کہ صورتوں نے چھ اور نیت کی ہے ورنہ  
اس کا ہٹ کے یہ معنی؟ وہ مایہ شوق تھا۔ بد خدق تھا۔ وہ تھا مگر ن سب  
یوں سے تھا اس میں بک بڑھ صف تھا۔ اس کی کون عورت ماقدرہ میں رہتی۔  
سے رنج رانی سے سچی محبت تھی۔ اس کا اسطہ یہ کہی۔ رطہ رہا چہ تھا۔ یہی  
سب تھا اس نے بڑھتی کو تادیر بنا دیا تھا۔ اس نے فائدہ لیا۔ وہ پر رہا لکھ رہا ہر  
بھیجا

پیارے ایٹھنی اس پہ ہے؟ یہ مجھ پر اور محض اس لیے کہ میں نے  
محبت رکھے، نہیں سکوے چھڑا ہے۔ مجھے معصومہ ہوتا کہ آپ  
حق بات پہ سے برآستہ ہو جائیں گے تو سر زائیں ہاتھ نہ لگانی مگر  
ب معصومہ یہ۔ یہ کہی لٹھ ہے۔

سپ کی

چاند

کلوچہن یہ کہی رہا، خوش سو گیا، مارلی دنیا کی دوست، تھ لٹھ۔ جو  
یہ کا شوق چہ یہ، مگر قلم ہی نہیں تھا۔ یہ لقب ملتا ہے نہ؟ باندھ لٹھ کا نہیں  
موتا ہے نہ خاتمہ کا، مگر چند چہ بتاے کہ کوئی نہ تھا نہ رنگ کا پھر تا سو نہ لٹھوں، مگر  
عقل دور بھی نہیں، ورنہ، سچ پہی ہر کلوچہن و سچی بے علمی، و رہا ہٹ پر رہا  
نہی۔ افسوس! میں یک سیدھا رہا، بھی نہیں کھڑا۔ اس دیال سے وہ رونے لگا،  
کمرہ کے دروازے بند رہے کہ کوئی بیٹھ نہ۔

سپرے وقت منشی ثیا چن گھر پر آئے تو سب سے پہلے اس کے نظر پڑی وہ  
 لگ کا وقت۔ نوروں سے متعجب ہو کر پوچھا۔

”یہ کیا آئے؟“

نوروں نے جواب دیا ”سورڈ پر چل رہا ہے“

منشی جی گھر کے رات سے یوں جاتے ہوئے کہیں رہیں گے؟“

بہار ”اچھوئے چہ کا حکم ہے کہ سب! بہار“

منشی جی ”بہار! یہاں گئے“

بہار ”سب تو ایک ایک گئے۔ کنکڑے سب پھرتے؟“

”نہیں کیا“

بہار نے اپنی سست میں مار پیسہ کیا۔ یہ غریب بھیا کہ منشی جی اس شخص

کے لیے مدد چن کو ثابت کرتے ہیں۔ مگر منشی جی نے یہ واقعہ نہ تو سنتے ہیں گئے۔

نہیں جن نوروں پر نما چن جاتا تھا۔ ”ج یا ایک یہ کیا پہنٹ ہوئی۔ صبر و رنج“

”میں کا ہے، بہار سے ہوا“ ”بچے کو کچھ دے“

ایک منٹ میں بہار سے ”رہا“ ”بھو“ ”رو“ ”چندر“ ”نہ“ ”بہت“ ”ضعیف“

”کوئی نہیں“

”نہیں تھا کہ منشی جی کا خون متا ہوا ہے۔“ ”شعبہ“ ”کہ بچے نے زہر دیا۔“ ”ج“

”یہ بہرہ ور لی کے مقدمہ کا فیصلہ کر کے آیا تھا۔“ ”نئے پاؤں دوڑے“ ”بہرہ کمرہ کے“

”بہرہ زہر پرور سے متا رہا ہے“ ”بچہ“ ”ا“

”بہرہ کہتے گاہیں کیا۔“ ”مدنے باپ کی“ ”ورنی تو فوراً“ ”سو پونچھ ڈالے“ ”بھ“

”رہو“ ”بھوں“ ”ایہ۔“ ”مگر سے“ ”لنا“ ”تعب“ ”ہو“ ”بہرہ“ ”منشی جی نے“ ”بچے“ ”میں“ ”نہیں“ ”رہے“

”کے سے“ ”میں سے“ ”گایا“ ”بھیر“ ”مر“ ”پو“ ”بھ“

”بچہ“ ”اتھیں“ ”میرے“ ”میں“ ”تہا“ ”دو“ ”تم۔“ ”اچھوئے“ ”نہیں“ ”ہا“

کمد چرن نے اس سول کا مطلب سمجھنے کے لیے منشی جی کی طرف منہ کیے  
 تھے۔ منشی جی نے کہا: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک  
 کمرہ ہے۔"

"اگر صاحب کو یہ پتا چلا تو..."

— جیسے اندر سے دھک دے گا، پھر اس کی ٹھہراہٹ کا مطلب سمجھ کر وہ رن سے پٹ  
 لے گا۔"

"پھر کاشمیر کا پتہ بتا دیتے ہیں، پتہ سہل ہے۔"  
 منشی جی نے کہا: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک  
 کمرہ ہے۔"

"ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"  
 منشی جی نے کہا: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک  
 کمرہ ہے۔"

"ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"  
 منشی جی نے کہا: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک  
 کمرہ ہے۔"

منشی جی (چوتھے چوتھے میں سے): "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک  
 کمرہ ہے۔"

"ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"

منشی جی: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"

کمرہ: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"  
 منشی جی: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"  
 منشی جی: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"

کمرہ: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"  
 منشی جی: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"  
 منشی جی: "ابھی تو میں نے تم کو بتایا تھا کہ یہ ایک کمرہ ہے۔"





نہیں ہوتی تہ و بال کو ایک پر مامور خوشگوار شخص نہ تھا جاتا ہے۔ مگر کاش کوئی  
 طاقت نہیں کہ خیرین نگلش و یہ نے سے روکے۔ کاش وہی طاقت نہیں خیرین  
 میں بھی تصویر یا یاد دیر نہ رہنے دے تو اس بدقسمت بدکان محبت کی یا گت مو  
 گی پر تپا پائیں بد قسمت عرصوں میں سے تھا کہ میں شہ نہیں کہہ چاہتا تو  
 مسرت سے دیا تہ کا خط مہم سنا تھا۔ مامیول کی سیر طہری دہ سپیوں سے کم  
 خطبہ نہیں ہوتی مگر مثلاً تو یہ تھی کہ وہ جن کے خیرین بھی نہ تھا۔ بد قسم  
 کاش سے پاک رکھا چاہتا تھا۔ اس کی تربیت یہ پاک یہ اصولوں پر ہونی تھی مگر  
 سے ایک نیا منش پاک وطن، رگ کی صحت سے فیض نہانے کے لیے بھیجے  
 موقع سے تھے کہ اس دن چاہوں میں ہوا، تہ کی پاکیزگی کی تھی ہی وقت تھی جتنی  
 نعلوں کی پاکیزگی کی یہ خیرین رکھیں تھا کہ وہ برہنہ و نہ بارہا بہن ہر چہ کا تھا نہ  
 اب بھی بہن سمجھے و خوش رہتا رہتا تھا۔ مامیول میں بھی یہ صورت تہ  
 جذبات کا مہم مانا جو نہایت سے پاکیزگی پاکیزگی مگر شہ و شہ و مامور  
 فزنیوں سے آرائیں ہوتے تھے۔ جب تک مٹی خیرین میں موجود تھے اس کا  
 ہونچہ نہ کچھ وقت نہ کے ساتھ ہیوت و مہم وقت کے پہلوں میں نہ جاتا تھا جس  
 سے روں کو ایک گورہ تھی ہونی تھی مگر نہ کے چلے جائے بعد تربیت اس کے یہ  
 ساتھ جی جاتے رہے۔

سہا سے مہم دل رفتہ پانی تو سے بہت صدمہ ہوتا۔ یک روز کسی نے کہا  
 نہہارن طبیعت یہاں نہ گئی ہو و ہونچہ ہوں کے لیے نہ چاہے چاہے وہاں شاید  
 تہہ کی طبیعت بدل ہو جائے یہاں پر تپا کے دس میں کی، مہم سو تھا مگر اس  
 خوف نے کہ ماں و تہاں بہت شاق زمرے گ کے نے بھی اس تجویز پر غور نہیں کیا  
 تھا۔ اس کی طرف سے شاعر پیدا تو رہا پختہ ہو گیا۔ اس کی تیاریوں نہ گے۔  
 رہ گئی کا اس مہم سو گیا۔ اب سہا کا یہ حال ہے کہ جب وہ بھیجے پر تپا کہ یہاں میں

رخصت ہونے سے پہلے متعلقہ ہر تین رازی ہے۔ بہن دیکھو وہ سے رخصت ہوں۔ یہاں  
 جھڑنے والی تو تمہاری یہ بھی بات نہیں ہے مگر بھلا یہی تو ہے۔ پاپا میں وہ  
 دیکھ رہی ہوں۔ پھونک پھونک رقص کر رہی ہیں۔ چائے پینے میں لے چکی ہیں نہ رہا۔ تمہاری  
 یہ بڑی برکی بات ہے کہ چڑوں میں ہر شے سے ہاتھ دھو کر ہاتھ دھو کر۔ کے  
 یہ کتنی جگہ۔ منتہی تک نہیں۔ آپ بھی پاس رہتے ہو وہ دوسروں کو بھی پاس  
 رہتے ہیں۔ یہ بات پریشان نہیں ہے۔ میں بھی نہیں رہتی کہ کھانا کھا رہی ہوں۔  
 دن کو ذرا دیر سے یہ گرم رہا۔ تمہاری آنکھوں میں تو ان کو جیسے نیند نہیں  
 رہتی۔ سے جب موقع ملتا ہے وہیں وہیں رہتے ہیں۔ یہی۔

محررونگی کا دن پہنچا۔ گارن دس بجے دن اچھوٹی تھی۔ پرتاپ نے سوچا برتن سے صداقت ہو۔ پرتاپ ایک چارہ بان پھر نہ جانے کب سے ملاقات ہو۔ اس نے نندیدہ ورموں سے نہ بیٹھا۔ سوا بہت خوش ہوئی۔ ایک عادت صومہ ورمو سے وہ بقیں شمر کے مرے بڑے۔ رسیہ ۱۲ آپ کے لئے کے ساتھ چا۔ پرتاپ نے عدا صاف کیا۔ پرتاپ نے بدلے ورموں سنو ر چھے۔ مگر چنے کو تو چھے۔ سب جوں جوں قدم لگے ٹھٹھا دس بیٹھا چا تا ہے۔ صرح طرح کے خیالات پرتاپ میں۔ نہ جانے کس میں یہاں مجھے یہ نہ مجھے۔ چار مہینے ر گئے اس نے مجھے یک نہ بھی تو لگ نہیں کہا۔ پھر کیوں یہاں کہ میرے سے سے خوشی ہوگی۔ جی ب سے تمہاری فکری یہاں ہے۔ تمہاری جہ تو وہ سنو نہ ہے۔ یہاں کی بات کی ورتھی۔ وہاں کی بات مر ہے۔ وہ مجھے یہ صداقت چھی۔ نہ سوت پہن کیا۔ یہ صومہ ورموں میں سے نہیں لگے۔ میں نہ مجھے کہ نہ جی مجھے رہا ہے۔ میں۔ میں نہیں نہیں میں نہ متا پہناتا تھا۔ یہاں تک کہ تیرا چہرہ کاموں نظر آئے گا۔ اور کہہ جس میں چہرہ قد می رتہ دکھائی دیا۔ سے دیکھنے کی پرتاپ کی وہ یہیت ہوئی جو کی چور کی پائی کہ دیکھ رہی ہوتی ہے۔ نورس مقلان کی سڑ میں چھپ گیا اور دھوپ سے نہ لگا چہ

چیزیں دیتی تھیں ذریعہ ضرورت سے باز رہا ہوں وقتاً فوقتاً گاہ بہ گاہ  
 ہاں صرف پورا۔ مراسی قدم یہ کہ پھر لڑکی کا بیویہ ورہ 'مجھے شاید ایسا ہو  
 جب کہ یہی ہنسنہ سکوں گا۔ کچھ پوچھیں تو یہ پرہیز دینا نہ ہو راجیہ  
 سے شملہ نکلے گا۔ چند سال میں یہ رہے ہیں جس سے اس کے قلب و حالت کا  
 بخوبی ظہور ہوتا ہے۔ میں نہ ہوا جا رہا ہوں۔ سو میں پڑھوں گا۔ تم سے محبت  
 کے باعث مل رہا۔ رند و رسوں کا تو پھر ہوں گا۔ کبھی کبھی یہی حیرت سے  
 ظاہر دیتی رہنا تمہارے پر تپ

پر تپ و پرہیز اور رخصت ہو اور یہ سب سب سے بڑی بات کے گھر پہنچی۔ وہ  
 سے دیکھنے کی دوڑی اور نیزہ و نیت پوچھی۔ کہ کوئی چٹھی ملی تھی  
 راجیہ 'جب سے گئے تھیں پتہ کچھ نہیں ہے۔'

برجس 'چچی تو گھر سے ہیں۔'

راجیہ 'لکھنؤ پر کہ راج چوت پیرا نہ تھک اس مستی'

برجس (چونک کر) 'مرد پگھلا رہا ہے ہیں۔'

راجیہ 'ہاں ہم سب بہت تھکے ہیں کہ پردیس میں یہاں یہود وہ کی ملت ہیں'

برجس 'کب چا میں گئے۔'

راجیہ 'راج اس بک کے نیچے سے چلی ہیں۔ ہم سے بھیٹا نہ ہوتا رہا تو

س اور پرے کے ہوٹ گئے۔'

برجس 'یہاں تک کے ہوٹ گئے۔ اور وہ یہ تھا ہونی نہیں۔'

راجیہ 'دو رہا کہاں آئے رہا پر سے چلے گئے۔'

برجس 'کچھ نہیں ہیں وہ چلتا ہوں۔'

راجیہ 'خانوے کے چار بھائی چھوٹے ہیں۔ ہم چات ہے۔'

برجس 'گھڑی دیکھی۔ کچھ بچے وہ تھے۔ پر یہ وقت کے پاس چار

یوں، "ماں لکھنؤ کے والدین کو دے رہے ہیں۔ رپ میں تو دین سے قیاس۔ پھر  
 دے دے۔ مابین ماں کو دے رہے ہیں۔ لیکن یہ وہی ہے جو مجھ سے ملے گا۔ تھے ۱۹۹۰ء تک  
 کے دین سے ملے گئے۔"

یہ بات بھی سبب مکہ تھی، نہ جنگ بھڑائی نہ پیڑ بے پدے اور چنے و  
تیار ہوئیں۔“

ہرگز 'میری ماں' ہی سچ جانے والی ہے۔ اس کے ہاتھوں نے انھیں تو اس میں  
نچا کر رکھے

پریم وق چھو جی، مگر شہنشاہ کا گڑی تیار ہا میری طرف سے  
 ہا، کو پال، من بہ دین، نہ نہ نہ، ہوں سرہ میں گئی۔ پڑے سے، ہا، تو مری ہو  
 ہا، ہا، گڑی تیار، سے یہ ہا، تب تک کچھ نہیں، یہاں سے  
 ہا، چھو، پشچی پتر میں، ہا،

روسیہ نے یہ زبانون ربا دی۔ جن نے سے بڑے شوق سے یہ سُر سے  
پڑھتے ہی اس کا حیرت مند کیا۔ سوچنے لگی وہ دور رہا تک "ریڈیو" کے "برنیا  
بھی نہ تو یہ سُر سُنیں، چہ چوٹ اہم سے نعت کے باعث نہ مل سکے۔ یہی  
ثبوت تھی، یہ کاری کے نور تھے۔ دن بھر میں کچھ نہیں تو پکچھ کاڑیوں جانی ہوں  
گی۔ یہ مجھ سے سنے کے لیے ن سے وہ لکھنؤ میں بھی ہر شہر سے سنی۔ صبر و  
میں چھ نہ چھ رہا ہے۔ مجھ سے کوئی حصہ ہوئی۔ یا ایک سے اس وقت کی یا  
سب وہ عام بے قدری میں پرتاپ کے پاس گئی تھی۔ اور اس دن نے نکالتا

ہوا مجھ سے یہ صبر ہوگا۔۔۔ بہر حال وہ اس سے پہلے کی بارہ سال چھٹا تھا کہ میرے  
وقت کا وہ اس حالت میں چنانہ بیت ہی نامن سب تھا۔ اس وقت یقیناً وہ گیارہ برس  
ضرور ہوں تھا ہوں میں سنی۔ میری محبت اور عزت اس کے دل میں نہیں ہے۔  
پہلے کسی سانس کے رہی ہوگی۔ وہ رہا ہوگی نہ ان کو چہات سے مہ دے



جہاں درجہ کی زندگی لکھی ہوئی ہے وہ جتنی پرہیزگاروں سے محبت کرتی ہیں۔  
 اس پاتپ کے لیے وہ اپنی سستی کو بے گناہ نہیں دیتیں۔ یہ سستی ان کے لیے ایک جھنڈا  
 نہیں کہ بھی در رہیں راستا۔ یہ اس کا دل یہ لگ ہے۔ یہ سول برتن کے دل کی  
 اس میں کائنات کی طرح ہلکتے گا۔

سج سے برتن کی زندگی رندوں کی رحمت ہوئی۔ دل پر ایک بوجھ مارے گا۔  
 ہونے کے جب پاتپ مجھے جھوٹے سمجھے، میری رتی بھر بھی عزت نہیں کرتے تو اس  
 صدمہ سے میں یادوں کی حالت بچاؤں۔ جیسے رملی سے بیت تارم سے۔ اس  
 نہیں مجھ سے غرت ہے۔ اس میں صورت سے میری باتیں ہیں تو میں بھی ان کی  
 صورت سے قطع ہوں اور مجھے بھی ان سے ملنے کی خواہش نہیں۔ تب وہ اپنے ہی  
 پر چھنڈ بھتی کہ میں ہرگز نہیں دبتا ہوں۔ چلتی ہوں کہ بس لاشیں  
 بھی دل میں نہ لے دوں گی۔ مگر در دیہ میں مہل پھر د طرف کا چہچہا وری  
 خیالات بے چین رہتے تھے۔ قبی و رحیم نظام کے جوش میں وہ ماحول سے  
 خصوصیت کا مہر رہنے لگی۔ وہ ذرا دیر کے لیے سس پلا جاتا تو اس سے شکایت  
 رہتی۔ جتنے قدر وہ پہنچ رہے تھے۔ اس سب سے دے دیا کہ اپنے لیے  
 سونے کی گھڑی ورنہ د چین خریدے۔ کلمے ذرا نظر آیا تو اس کا دیدہ ہوئی۔ وہ  
 یوں ہی اس کا سنا ہوا تھا۔ بدن میت کا یہ رنگ ان پر اور بھی جان دینے لگا۔  
 دوستوں نے اسے تو مسرا دیا اس دینے لگے۔ میں امید ورنہ پنی پنی فستوں و  
 رہتے تھے کہ یہی مجھے بھی نہیں ملے۔ تھیں وہ ہمارے یوں ہی سرد رہتی ہیں  
 ورنہ یہاں یہ یوں ہی فرما ش کے ہمارے تاک میں رہے۔ چاہے اپنے پاس کافی  
 ہڈی نہ ہو مگر اس کی لڑائییں صبر و پوری ہونی چاہئیں ورنہ طوفان روح پر پاؤ  
 جاے گا۔ جس ورنہ سس بھی لھر میں یک بیڑے پاس کے لیے چھو جائے میں تو  
 وہ بھی بس پانچ دن سیدھی تے من نہیں ہوتا۔ ہم کہ بھی نہ رہی کی جوی

عطیہ لے رہے۔

یہ سب تھا کما چن بھی محنت رتنا تھا اور رچ رچی بھی محبت تھی تھی۔ مگر وہاں  
کے مٹے سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے، وہاں کے چم سے پرس کا ملحق ہونا نہ  
تھا۔ روز بروز وہ اور بے رنگ ہوتی جاتی تھی کما چن قسمیں لے رہے رہا چھتہ کم، علی  
کیوں سولی جاتی ہو۔ سے خوش رہنے کی جوتہ یہیں میں پڑتیں رتے۔ بارہ ستوں  
سے بھی میں ہم موعود میں مشورہ دیتا مگر کچھ کان نہ ہوتا تھا۔ رچ رچی ہنس رہا یہ  
رچی کہ تم کچھ فکر نہ رو۔ میں باطل چھی ہوں یہ کہتے تھے نئے نئے کس سے ہوں  
میں نگلے۔ نئی پانچھ جھپٹے لگتی۔ نئے نئے رچوں سے کما چن چھوں کا رہا رہا  
جاتا۔ مگر مرنے کے اوپر رنگ روغن لگانے سے وہ کیر نہیں مرنے جو نہ رہیٹھا سو۔  
س کا کچھ بے چارہ ہے۔ یہ خیال رکھ کے پرنایا پسند مجھے بھوں گئے، وہ میں نے  
ظہروں میں رچی ماسہ رچی طے رکھ کے ہیچے میں پھید یا رتا تھا۔ س کی حالت  
روز بروز خراب ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ستر پہ سے ٹھنڈا کل ہو گیا۔ اسٹروں کا  
ملاج ہونے لگا۔

بھر پرتاپ چندون جمعیت۔ یہاں میں سنھیں پئی تھی۔ ورزش کا سب سے شوق تھا  
ی وہاں س کا خوب چرچا تھا۔ غم غمٹ رہے وہ پھر مشاعرہ دتھ رہا۔ وہ کا بوجھ بٹکا  
نے کے لیے ذمہ داری، ورزش سے 2000 روپے ملنے نہیں ہے۔ صبح 4 بجے سٹک  
ورجی۔ شام کو رکتہ ورفٹ ہوں اور سمجھ نو بجے رتے تک، لپچاں کی سیر۔ تی  
صنک کے حد چھ پان پر رتا تو سب سے سٹک کھلتی چھی مہینوں میں رنٹ ورفٹ  
بال و کینٹن بن بیٹھ، روٹیں میچ سے معر کے کے حصے کے بارے میں ہجوم  
چھی گئی۔

رچ علی رٹھ کی ایک رر دست نیم سے ن کا رکتہ میں مقابہ تھا۔ یہ ٹیم  
بندہ رتوں کی مشورہ میں کو ٹھسٹ دیتی، رٹ کا ڈنکا بجن ہوں یہاں پہنچتی تھی۔ نہیں



[illegible]

کہا یوں سے تاباں ہی میں۔ سو کچھ دھڑ میں پانی پڑا۔ جانے والے ٹھٹھک گئے  
 مایوسیوں نے پیٹھ سیڑھی کی۔ اور سید کیا پہنچے؟ سید سے اس نے گئے۔  
 فیئند رچوئے۔ ہٹ پر مہک پہنچانی۔ پانیچس گیند گیارہ کٹ پہنچا۔ سنے میں دور  
 ہوا۔ ہونے والے پار سے قتل تھے مہک قاتل تھے مہک سید چھوٹتے تھے مگر  
 س کے پتے کی گیند کو پر تاپ نے سورج سے ہٹ کر س کے بے گناہان کی طرف  
 بھیج دیا۔ پندہ گیند ہر تھاپی میں مارش ہوئی۔ گیند تار تھاپی سے بھنگیہ ہو رہی تھی  
 پر س کی رہینا ور کھل چچھم کی رہینا۔ بھی گزری ور کھل دن کی۔ فیئندروں کا  
 ہونے والے تھے تار تار میں رہتے۔ کہا س کے چھوٹتے تھے بھنگیہ ہی تھے۔  
 وہاں سو میں پھل ری تھیں۔ بک صاحب نے روپ نکل رہا تھا۔  
 ہر س صاحب نے اپنی رہنمائی۔ سیدوں میں جتے چھوٹتے۔ کھی میدان  
 کی ترتیب بدلتے ور کھل رہتے۔ مگر سید یہاں رہتے۔ س کے شرو  
 رہی تھیں۔ گیند کا تھاپی سے پار سے ہوا تھا۔

کامل ہفتن تک پر تاپ بندے ور ہر گوت ور ہر یوں چھوڑتا رہا ور فیئند  
 گیند کی طرف پکتے چھوٹے پکتے چاند کی طرف پکتے ہیں۔ سوں و حد دتیں سو تک پہنچ  
 کی۔ گزریوں نے چھوٹے چھوٹے۔ یہ جو کس ہونہ ہو رہے تھے کہ ایک گیند بھی  
 سید سے رہتے۔ گیند میں بہت بھی پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ پر تاپ نے  
 بچوں کی رہا ور س کے س کے مپار سے دور ہونے کی مہمت مانگی۔ سے  
 تھے وہاں ہر یوں آہنی س کی طرف کچے ور سہاوی بار سہاوی میں شہا  
 چاروں طرف ہلکے ریگٹی۔ سینوں پھوٹے چھوٹے چھوٹے۔ وہاں ور جوتے۔ مہا  
 کی یہ رہنے لگے۔ گویا وہ بھی مڑ مڑتے چھوٹے پڑتے تھے۔ میں نے وقت تار  
 کھرنے چہرے نے تار کا لودس کے ہاتھ پر کھدیا۔ پر تھنے پر تاپ کا چہرہ ور  
 پہنچا۔ ٹھنڈی سانس سے رہنے پر ہٹا ہوا۔ پر تاپ کا چہرہ ٹھہرے

ہاتھ تے میں نے پنا فرس و رویہ۔ ن گاڑی سے پہلے مٹان پیا حاس کا  
 یہ ہر ۱۰۰ رٹا ہاں ن طرف پلا۔ میں ۱۰۰ آئی پو چھتے تھے۔ کیا ہے یہ  
 ہے، دوسرے چہرے پر مہلی پھولی ہوئی تھی۔ مگر سے بات کرنے کی فرصت  
 کہیں، وقت زین پر بیٹھ کر بن رس ن طرف رہا۔

رستے بھرت کال تشویش کا جوں کا بٹا رہا۔ بار بار اپنے کونفرین رٹا کہ میں  
 چلتے وقت یہاں سے اس سے مل جاؤں۔ بے نہ جانے کس سے ملاقت ہو نہ ہو۔ ر  
 خد خوں کی صورت دیکھنی نہیں۔ نہ ہوں تو میں بھی مہ میں کالک گا ریس م  
 رہوں گا۔ یہی باتیں سوچ رہا ہوں وہاں بکے شب و گاڑی بن رس پہنچی۔ اس پر سے  
 اترتے ہی سیدھا نیوا چہن کے مٹان ن طرف چلا۔ فرس مٹان سے نکلیں ڈیڈ پانی  
 ہوئی تھیں، رکیا چہرہ رہا تھا۔ اپنی صاحب رسی پہ بیٹھے ہوئے تھے ورموڈا سٹر  
 صاحب کے یہاں جانے کو تیار تھو۔ پر تاپ چند کو دیکھنے کی دوڑ ماریٹ یہ۔  
 شیوا چہن نے اٹھ کئے گایا رہا۔

”یہ بھی سیدھے سے نہ رہا سے چلے گئے ہو؟“

پر تاپ جی ہوں ”ج مٹان کا تار پہنچی کہ بن رس کی حالت بہت خراب ہے یہ  
 بھی دنی حالت ہے۔“

شیوا چہن ’ یہ ہوں اٹھ رہے تھیں مہینے سے رہا، ورموڈا کی ہوتی جاتی ہے۔ ڈا سٹر  
 صاحب تو کہتے ہیں تپ دق ہے مگر خیم صاحب ضعف جہر نڈتے ہیں دواں کا  
 مصلحت انہیں نہیں رہتا، انہیں یہاں یہ مضمور ہے۔“

برتن و جب سے خبر ملی کہ پر تاپ چند سے میں بت سے اس کے دل میں امید  
 ورجیم کی گھڑ دوڑ پچی موں تھی۔ کبھی سوچتا کہ گھر سے ہوں گے۔ تو چچی سے ربر دق  
 شکیل نکلاں رہیں تھی، یہ سوگا۔ پھر دیال سو کہ شید میری یہ رسی کی خبر پانی سو۔  
 تھیں رستے سے۔ مگر تھیں نہیں میرن کی یہ فکر پڑی ہے۔ سوچا ہوگا کہ کہیں

مر نہ جائے! دھو دینا کا برتاؤ تو رتا تھا۔ انیس میرے مرے جھینے کا یہ مہمان  
 میں بھی حضرت سے جی احوں رہا تھا۔ روں گی۔ لیکن میں باتوں کی صورت ہی یہ  
 ہے۔ انہوں نے چپ ہونے کی باتیں کی ہیں۔ پڑوں۔ رتا ہوں گی کہ بہت  
 اچھی طرح ہوں، ہر تھار کی خبر میری رقی بہتی ہوں۔ پھر رہا نہ ہوں گی  
 ورمیں یہ میلی کیلی، ہار بھی پہنے ہیں میکی ہوں۔ جو پناہ دے ہو کہ سے گئے یہ  
 صورت رہنے سے نہ رہا۔ وہ مہمان کی طرح سے ہیں۔ میں بھی مہمان کی طرح نہ  
 سے پیش آؤں گی۔ نہ ان کا دل یہاں پہنچا ہے نہ اس شخص کی سہولتوں کے سہولتوں نے  
 رہا نہ کی یہ گت ہمارا کھیلتی کی شخص سے نہ کے یہ یہ منصوبہ باندھ رہی  
 ہے۔

اس بچے کا وقت تھا۔ ہاتھ کی میٹھی پٹکھا جھل رہی تھی۔ وہ ان کی شبیں دھڑ  
 دھڑ پڑی ہوئی تھیں ورمیں چارپائی پر پڑی ہوئی سب باتیں سوئی رہی تھی کہ  
 پتا پ سر میں اٹھ رہا ہاتھ کی پٹک، وہ ان کی تھک گئے۔ ان کے ہاتھ اور  
 ان کے چارپائی سے اترنا چاہتی تھی کہ صوف کے مارے میں پر رہا نہ۔ پر تپ  
 سے نہ منجھا، ورمیں رہا نہ رہا۔ یہ وہی رہا نہ ہے جو آج سے پندرہ سال  
 سن وراثت کی صورت تھی۔ ان کے بھڑے پر چمک اور پڑی کا سیر تھا۔ ان کا  
 ہر شے کا گانا اور ہر شے کا بھانا تھا۔ وہی سبیل تھیں، وہی میٹھی باتیں، وہی  
 رہا نہ۔ یہ تو وہ اتنے سوئی ہے۔ بچوں کیس جاتی تھی۔ پتا پ کی تھیں  
 میں نہ رہا۔ مزج کی بغیر پوچھنا چاہتا تھا مگر نہ نہ صرف تاکا  
 رہا نہ اور تھیں سے شک کے قطرے چمکے گئے۔

میں نے انھیں جذبات کے پانے کی دے دی ہے۔ رہا نہ نے کچھ نہ رو دیا  
 ورمیں نہ قطرے کے شک نے اس کے دل کا سا غم رو دیا۔

جیسے کی فوج کا پہلا راجہ، ان کی فوج میں سوچ رہا ہو تھیں کو جی

پشت پر ایو رہد جو کس سوچتا ہے ورنہ نوازہ کا بیوں بھی سے نہیں رہتا۔ و  
 طرح برتس پر تاپ چہرہ اپنے سر سے، بیوہ وہ سب باتیں بھائی جیوہ بھی پڑی  
 ہوتی تھی۔ وہ پر تاپ کر رہتے، لکیر پرنا سب اکھ بھول گئی اور چارپائی سے کھڑ  
 اس کے نام پر لکھنے لگی۔ پرنا چند دنے خطہ رہ رہتے ہیں اس وقت مشہور  
 اثبات میں تھا۔ ورنہ برتس نے اپنے تئیں کھڑکھڑاس حالت میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ  
 رہا اس سے ہر رہی تھی، وہ چپ رہا، بیٹھا رہتا ہے میں بدل چکی ہوں۔ گویا  
 چھ نہ سونا، اس کی خط تھی، عورتوں کے اس حالت پرنا زب ہوتے ہیں۔ پر تاپ  
 کی نیوہ رن ہل لگا رکھی ہے برتس اس زندگی سے پرہیز کیا ہوا تھا۔ ورنہ  
 مسوؤں کی چند بوندوں نے اس کے دل کی وہ جھن، وہ سور، وہ گجھادی جیوئی  
 مہینوں سے اس کے خون اور جھروکا ہی تھی۔

جو مرض بڑے بڑے جھمبوں اور کھوں کے علاج سے دور نہ ہو سے مسوؤں  
 کے سپہ قہروں نے چشم زوں میں ۱۰۱۰-۱۰۱۰-۱۰۱۰ پائی کے قہرے مرتن بوندیں  
 تھیں؟

پر تاپ - ضبط رکے پوچھ رہا تھا - تم - جی یوگت ہارکھی ہے  
 برتس - مسر (یوگت میں سے کس قسم سے بنی ہے)  
 پر تاپ - ماں کا تار نہ پہنچتا تو مجھے طاعون بھی نہیں ہوتا  
 برتس - صورت یہ تھی نہ ہوا، نے سے یہ الہ ہا دچھے گئے۔ اس کے مرنے  
 جینے تھیں یا پرہ؟

پر تاپ - باتیں بھاری موہیوں کو کیوں بھارتیں؟  
 برتس - میں تھی کہ تم تھی دور سے - کی پوچھنے کی زبانت تھو گئے جو  
 رہا رہے سے پھر جب اور صورت دیکھے تک فار ورنہ سو سے بھگت رہا  
 رہا

پر تاپ اس وقت موت جانے کا جتنا صدمہ مجھے ہوا تھا میرا ہی جانتا ہے۔ تم  
نے اس وقت تک میرے پاس دل دیا۔ بھلا تھا۔ میں نے سمجھ کہ بپا دوس سے  
جانی رہی۔

جس نے اس میں تمہاری باتوں پر اعتبار نہ دیا وہی۔ سوئی تو اس وقت ہے۔  
یقینی کہ یہ سچی موتی باتیں ہیں۔

پر تاپ "خیر صیبا مجھے بپا دیا، کہ طبیعت کیسی ہے میں نے تمہیں پہچانائیں  
نہیں چاہی، تو یہ ہے۔"

جس نے بپا چھٹی بار چاہی، وہ مل گئی۔

پر تاپ کانا بچھڑا اسوں امیر کی ذرا نسلوں نے یہ قیامت اٹھا دی۔ دیر تک  
سے سمجھنا رہا، وہی صبح جب وہ اپنے گھر پر توڑنا چاہا وہاں تھا۔ سے یقین  
ہو گیا کہ وہ سے جوئے میں ہیں ورمیہ دیا ورمیہ تان کے دل میں قائم ہے۔  
پر تاپ نے اس کے جذبہ میں سے وہ کانٹوں ایسا جوئی میں سے ٹھک رہا تھا، وہ  
اس نے اس کے حالات روئی تھی۔ یہی بات میں اس کا مکھڑا کندہ نہ صرف  
اتنے گاؤں میں بھی بھاری نہ ہونی تھی۔

16

## فرش کی حیات و رحمت کی بار

مرغش جب تک یہ رہتا ہے، سے خبر نہیں ہوتی کہ کون میری تیار واری رہتا  
ہے۔ وہ یہ نہ عیادت کے لیے آتا ہے۔ وہ اپنی ہی تملفوں میں اس قدر بگڑ رہتا  
ہے کہ کسی بات کا خیال ہی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ مگر جب سے رحمت ہو  
جاتی ہے تو اپنے تیار رہاں و توجہ اور پریشانی مر رہی اور پانچاٹالی کا اندر رہا ہونے  
ماتا ہے۔ وہ اس کے دل میں ان کی محبت و عزت زیادہ ہو جاتی ہے یقینہ کی اس  
برج رنی کا تھا۔ جب تک وہ حواس میں رہتا تھی، کسل چہل کی جیر لہو رہا

پیشانیوں کا اندازہ نہ لگا سکتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اس کی خاطر درمی میں  
 ۷۰ فیصد بہت اٹھ نہ رہتی مگر یہ خاطر ۱۰ میں محض ایک مرضی تقاضے کے خیال سے ہوتی  
 تھیں نہ کہ بچی محبت سے جس جب اس کے جہر سے غم کا گانا نکل گیا تو مدد دیا۔  
 اس اور سربراہیوں پر انہیں اور یہ فکر پیدا ہوئی کہ ان معیات پر مگر اس کا جو سب سے  
 راوی میر دھرم تھا کہ اپنی ذات سے اس میں کرم پہنچتی۔ مگر آرم کا تو ایسا درمیں  
 تو سنان و چاندن کا بہانہ ہوا۔ یہ سچے دل سے میر کی محبت میں اور  
 میں نے فریض بھی دہرائی۔ لیٹور کو یا منہ دکھاؤں گی۔ بچی محبت کا اس  
 وقت سنان کے تر سے کل چاہتا ہے۔ یہاں اس و شباب اور متوجہ اور  
 محبت و دلی محبت کا چچ بونے میں ماکام رہنے میں وہاں کٹر سنان کا جادو چل جاتا  
 ہے۔ ہولی اس میں سخت اور سر ڈھیں ہو سکتا ہے پٹی خدمت کے سب سے پھسل نہ  
 جاتے

کما اور جرن میں وزیر اور خدو اور پیر ہر بھنے گا۔ یہ نہ و محبت تھا تو  
 اور نہ یہ فریض۔ مگر نہ تھا کہ برج رلی ن رہاں سے دلی رات ملے اور کما چرن  
 اس کے چور رنے کے لیے وہاں سے و شش نہ رہے۔ اب اس نہ محبت اور  
 یقین نہیں و ششوں میں سب ہوتی تھی۔ چھن سرف و مدین و دھوکا اپنے کا  
 یہ و سبیل تھا۔ وہ ہمیشہ اس طبیعت کا شک پہتا رہتا اور اس میں پر کہ یہ سنان  
 کی نوتی کا باعث ہو گا۔ سب چھرنے کا تیا رہتا۔ یہ دور اس نے و دھور کی و  
 پہلو رن سے پھوں چلتا رہا۔ یہ پھوں سب غیب مکان کی پشت پر تھا۔ مگر چونکہ منہ  
 کے و فردو اس سے دن ہمدردی نہ تھی اس لیے ہاروں مہینے اس پر خزاں کا دور رہتا  
 تھا۔ برج رن و پھوں نے فرائض محبت کی پھوڑی و یہ رنگ دیکھی تو ہمدردی و  
 تاکید و کبھی کبھی اس میں پانی دے دیا۔ رفتہ رفتہ ہائیچ کی حالت کچھ کچھ  
 چلی اور مرضی مرضی پودوں میں پھوں خزانے گئے۔ کما چرن کے لیے تا شہرہ کافی

تھا۔ دل و جان سے باغیچے کے سنوارنے پر تل گیا۔ دو موٹیا رہاں نور رکھ رہے۔ موسم کے خوش رنگ پھول اور پودے لگا چکے۔ موسم کی گھنٹیں اور پھولوں میں سجالی جا رہی تھیں۔ چھس اور رات میں درست ہو گئیں۔ جا بجا تھیں چھ عمارتیں کھنڈ چٹانوں کے درمیان تھیں۔ یہ باغیچے میں ٹھہرتا پھرتا اور مایوس سے باغیچے کی بناوٹ اور سجاوٹ کی تاکید کرتا رہتا تھا۔ سب سے بڑے کہ بڑے خوش ہو گئے۔ یہ اندر سے کا بنا، اس پر نہ چل جاے گا ایک دن کھلے گا۔ ہاتھ میں باغیچے کی سیر کریں۔ ہر جگہ ریلی تیار ہوئی۔ چاند لگی رہا تھا اور اس کی روشنی میں پھول اور پودے بہت سہلے معلوم ہوتے تھے۔ جھکی جھکی ہو چلی رہی تھی اور موٹے اور نیلے پتوں کے درمیان کو معطر ہے دیتی تھیں۔ یہ وقت میں بہت سی ریشمی ریشمی اور کپڑے تھیں۔ ٹھنڈی سی رہاں پر بہت تھرتی۔ اس کے چہرے کی مدد سے چھوٹے مسدود رہاں تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ چھوٹوں کی دیوی ہے۔ مود چٹان ہے "مجھ سے ملتا ہوا ہے"

جیسے تقصیر میں لگا۔ بھر موتا ہے، نہ صبر، نہ رجائی کی مٹھنوں میں محبت کا  
 ریں بھر ہو تھا، مسکندہ مرزبان سے کچھ نہ ہوں  
 کہنا، مجھ جیسا خوش لہیے۔ ہی دیا میں نہ ہوگا  
 ہر جس ' یہ مجھ سے ملے زیادہ "۔"

کلمہ متو، سورہ تہ برحق حبیب را سے لئے گایا۔  
 پچھو نہ نہ روز نہ بھی معصوم رہا۔ نہ شام میں تازہ دیکھ پیوں کے ساتھ چہ  
 ہو گئے۔ روح چہ نہ نے تصویروں کا ایک خوب صورت مہر برحق کے پاس بھیجی۔ اس  
 میں نہ تصویریں چند رکھی تھیں۔ نہیں وہ شہاہ بوٹھی پہ عاری ہے۔ کہیں ٹٹھی  
 مونی خط مہر رکھی تھی۔ اس تصویر میں نہ پاس میں تھی۔ روح چہ نہ فو ورفی کے من  
 نے بھی وقت تہ۔ برحق ہے یہ مہر بہت پسند ہے۔ پھر یہ تہ مہر کو دیکھو۔ روح مونی کہ



میں بھی تصویر کشی میں مہارت حاصل ہو گا اور برتن کی تصویر چھینوں گا۔ بھائی  
 پاس سے بھاگتا ہے کہ میرا اور دوسرے سمان ضروری میرے پاس بھیجے آئیے۔ اور مشت  
 تھوڑی روٹی۔ لھر سے چلتے کہ در در چارہاموں ہریچ میں ایک ٹوٹا رافرنی دکان  
 یہ بیٹھتے تھے چار مہینے کی محنت اور ہشش میں س فن سے پائی، قیمت سوئی مگر  
 بھی تک لکھنے کی کویر معلوم نہ تھا۔ ان دنوں برتن نے پوچھا بھی مگر نہ بد نے  
 ہوا ہاں اس کے مات دیے۔

ایک روز میں چرن تھیں وہ گئے ہوئے تھے۔ برتن نے جی میں لے لیا ہر تپ  
 بہرہ ایک خط لکھا ہوا۔ مگر صندوق کھولا تو انہیں کا کاغذ نہ ملا۔ ہاتھری سے ہر جا  
 اپنے ہائیڈریک سے تھوڑا کاغذ نکال لیا۔ ہاتھوں روئی ہوں لی تو سے  
 ایک پر تصویروں کا ہم تھا ہوا۔ اس نے عرض کیا اور نہ "رجن" بہن آئی  
 یہ تصویریں۔

برتن نے سے شوق سے ہاتھ میں لے لیا اور پتا ہی ورق تھا کہ چھ سارے  
 کیا۔ وہ ان کی تصویر تھی۔ وہ اپنی بیگ پر چار "ڈھسے" میں مست پر نہ تھی ہوا  
 پیشانی پر بھرے ہوئے تھے اور ایک ایک حصوں سے بے تکلیفی نکلتی تھی۔ غنوں پر ایک  
 دل پذیر مسکراہٹ کا ہوا تھا، گوئی کوئی دل پسند نہ دیکھ رہی تے۔ تصویر کے نیچے  
 جلی روف میں لکھا تھا "خوب تار" ان حیرت میں تھی کہ میری یہی تصویر ہوا  
 نے میرے ہینڈوں۔ یہ ان ٹوٹا رافرنی گولڈ رن کے ہوں گے انہیں یہی رت تھا، یا  
 یں گے۔ یہ تعجب ہے حوای سیو یا ہو۔ اہر مہینوں سے بہت مشغول بھی تو  
 ہیں۔ رخنہ۔ یہی عمدہ تصویر کھچ گئی ہے تو واقعی قابل تحریب کام یا ہے۔ دوسرے ورق  
 تو وہ بھی اپنی ہی تصویر۔ وہ ایک سادگی پہنے بے تکلیفی سے "ڈھسے" میں سچیں  
 ڈے میر چمن میں مصروف تھی۔ اس تصویر نے نیچے لکھا ہوا تھا "میرا" "میرا" "میرا"  
 ورق کا وہ بھی اپنی تصویر تھی۔ وہ ہر عجیب میں زمیں پر میٹھی ہار گولڈ رن تھی۔ ڈھیروں

پھول، پھر وہ بکھرے پڑے ہیں اور ماحوری دہر دہر پھول چن رہی تے۔ یہ تصویریں سے زیادہ خوبصورت تھیں۔ یہ نلکہ مصدا ہے بڑی صفائی سے قد رتن رنگ بھرے تھے۔ اس تصویر کے نیچے لکھا تھا۔ 'میں ماسن' اس پر جان کو ہول آکر کہ یک روز جب میں پارک وادی تھی تو کمرچن میں کاشٹوں جھڑی سے ٹکراتے ہوئے پلے تھے۔ ضرور ان دنوں یہ تصویر کھینچی ہوگی۔ چوتھی ورق کا تو یہ نہایت حریف اور بکس منفی دکھائی دیا۔ یہ شفاف پانی کا ڈش تھا اور اس کے دونوں کناروں پر جہاں تک گاہ پہنچتی تھی گلاس کے تختے قرار دیتے تھے۔ اسے ماز پھول ہو کے جھونکے سے چپے ہائے تھے۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ لدرت نے سڑکوں میں سرخ تارے ٹانگ دیے ہیں۔ یہ انی ٹکریوں تصویر کی تل معلوم ہوتی ہے۔ م کے ہر صفحے چھپا رہا تھا۔

برنس نے اپنی تصویریں دوبارہ دیکھیں اور اس غلط سمجھ مسرت کے ساتھ جو ہر پانی جیو، اپنے سن نہ ہوتی ہے، ہم چھپا رہا تھا۔ اس سے ملو چن نے سڑک دیکھا تو تصویریں صاف تھیں۔ ہوش زرگے وہ اس کے کئی میوں کی جھڑکوں کا شہر تھیں اور اسے اسید تھی کہ ہم تھہ میں دے کر برنس کے دیدہ دس میں اور بھی گھر رہوں گا۔ بہت پریشان سو اندر جا کر برنس سے دریافت کیا تو اس نے صاف جواب دیا۔ بے چارہ کبھی یہ اپنے دوستوں کے گھر گیا کہ شاید ان میں سے کوئی تھہ لے لیا ہو۔ مگر وہاں بھی بڑے پیمتوں کے چچا تھہ نہ لگا۔ مگر جب اسے بہت رنج ہو گئے تو شام کے وقت برنس نے ہم کا پتہ بتایا۔

ان طرح دن صبح سے زور رہے تھے۔ آہوں میں چھیڑ چھاؤں اور مزے کی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ دونوں کی مٹی خوش ہوئی تھی کہ میدان سخت میں آئے کل جائیں مگر دونوں کی محبتوں میں فرق تھا۔ مدینہ علیہ عت میں اپنے کو باطل بھوں گیا تھا۔ رخصت کے برنس کی مٹ وٹن بنیو دپہ قوم تھی۔ اسے یہ خوش ہو فرض

تھانے محبت کی چٹنی نے بہت پرندت بنا دیا تھا۔

نہیں سرور زار گئے۔ یہ دن زندگی کے تیس مہارک سر تھے۔ چوتھے سر کا  
مہاریم مصیبت کی تد تھا۔ بعض سستیوں کو قدرت کی جانب سے دنیا کی نعمتیں  
ورکام ہیں کہ بہت سے ملتی ہیں کہ ان کے لیے ان سرور اور ت مسد  
یوں راتی سے۔ مگر تکی کی یہ بد قسمت سستیاں ملکی ہیں جس کا پانہ محبت چھوڑ کر  
چھپچھپا ہوتا ہے۔ یہ چھوڑ کر کھوکھوں میں نشو و نما سے پہلے ہی چارم خان  
موجاتا ہے اور مسرت کے چہرے زندگی کی یہ لٹ میں یہ ہر جگہ کی طرح وہ ر  
میشہ کے لیے اور مہار جاتے ہیں۔ رات کی نہیں بد قسمت میں تھی۔

ہنسنت کی رت تھی۔ سرور نہیں چل رہی تھیں۔ سرور کی غفلت کی ضعیف کہ کوئی  
کاپنی جم جاتا تھا۔ سہ وقت شہر میں جاؤں گا اور وہ سرور کی سرور نذر ہو  
گئے۔ ایک روز شدت کا بخار آیا۔ یہ کٹی تکی و مریش کی ملک مد مہو ہوا۔ کٹی کا  
نکلن کو یہ موت کا یہ ر تھا۔ یہ حیم یا فاسٹ کی کا مہار ج کار نہیں ہونا۔ سینہ میں لہ  
لے چہ رخ ہو گئے۔ یہ روں بچے بنی ہو گئے اور سرور عورتیں یہ ہوئیں۔ جس  
کے جد طریقت کے اہر بھگ کا۔ مرشٹس و پی پی پڑی سون تھی۔ سون کی کا  
ہمدرد و غم خو نہیں تھا۔ وہ مدین بنوں کو چھوڑ بھگے۔ عورتیں مردوں سے کنارہ کش  
ہوئیں۔ ظیوں میں، مرشوں پر، مہاروں میں جد طریقت کے بار گئے ہوئے۔  
تھے۔ دکانیں بند ہوئیں، درہ روں میں قفل پڑ گئے۔ چو طرہ خاک رنی تھی۔  
مثال سے ہوں چار رختا پھرتا کھانی دیت تھا۔ اور رور ہی مجبور ہو گھر سے  
نکل پڑا تو وہ یہی تیزی سے قدم ڈھتا تھا گویا موت کا پانی کے تعاقب میں  
ہے۔ ساری سنی میرت ہوئی۔ رر ہوتا تھا تو قہر تال یا شمشان چوروں اور سروروں  
کی بن لنی دن دہارے قفل دتے تھے اور رات کی روشنی میں بیدیں پڑتی  
تھیں۔ جو دگ صحت سے بچے نہیں دتوں نے دو چار غرض عجیب مصیبت کا

ما من تھا۔

بالا شیا چن بہت مضمون اس کے تھے۔ مغان کے چاروں طرف مکھن خان  
موگے تھے، مگر وہ بھی تک اپنے مغان میں خوف و ڈر تھے۔ مگر جب ناکام  
راکھیں مایا تو اس نے اپنے میں پہلی جگہ کی اور یہاں چندن تیار کیا۔ اس نے  
نکس۔ مٹی جی نے اس وضع میں چند کاٹاں خریدیں تھے اور جگہ کاٹاں مایا موش میں  
یکہ اس مغان۔ رہا تھا۔ اس کا۔ وہ تھا کہ پیش پانے پہلے وہ ہاں اختیار  
اس کا۔ کاتی چھوڑ رہا ہے اس میں کون مانتے ہے۔ اس نے۔ یہ تجویز نئی تو  
بہت خوش ہوں۔ اہیہ بق زندگی کے روشن پسند اس کی نگہوں میں پھر رہے تھے۔  
ہے بھرے رحمت اور مہربانی سے موبہ کثرت، ہر نوں کے جھنڈ اور چریوں کا  
پتہ ہونا یہ بہاریں اس نے کے لیے اس کا اس بے قرار رہا تھا۔ مگر چن بھی شکار  
کے لیے پنی بدوق صاف کرنے لگے۔ مگر مٹی جی سے اس کا کہ تم نے کہا  
پانے کے لیے تیار ہو جا! اپنا پچھو وہاں تمہا مگر رہے گا۔ یہاں میں وقت  
صاف کرنے سے کیا حاصل؟ تاسنا تھا کہ کد حیرت نانی مری۔ یہ کہا جانے  
نے صاف صاف نکال رہا تھا۔ بہت دیر تک مٹی جی سے جھگڑتے رہے مگر وہ جانے  
کے لیے تیار نہ ہو۔ مگر ن سٹروں کاٹنے فیصلہ رابا تمہارے مقصود میں علم لکھا  
کی نہیں ہے میری حماقت ہے کہ اس سے ڈرتا ہوں۔

برج رانی نے جب یہ تارہ تجویز فی تو سے بہت رنج ہو۔ عورت کے مزاج میں  
جو ایسی کامیاب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس زمفرت کے جی اس میں پنی جو صورت کی  
تعریف سن کر مدد کی بید ہوئے گئی ہے۔ برج رانی سے بھی سمجھتی تھی کہ کد کا دھبہ ان  
پر جتنے میں نہیں مٹا۔ مگر یہ تخیل اس نے ناگو معلوم نہ ہوتا تھا۔ یکہ بعض اوقات  
اس کا جی چاہتا تھا کہ اس جہد سے نہ جاتے تو پھر ہوتا۔ مٹی جی محبت آمیز اس سے  
نے کا اس کو بہت پیار معلوم ہوتی۔ مگر جب اس نے یہ معلوم ہو کہ اس نے نہ کہا

جانے سے صاف چار روپہ وارہ۔ جی بہت سمجھی رہے ہیں تو سے چھوٹوں نے ملک تھا  
 رہنا تھا۔ بڑے س کے کہ وہ اپنے مددگار بنائی کرتے ہیں۔ اور وہی  
 کہ بھیجی کہ اپنے ہم کو ہوا۔ ان کے لئے جگہ سے ملے لیکن کس کو تھی۔ سچا کہ ندر  
 پاؤں گا تو وہ دور۔ ہاں جانے کے لیے ہے گی۔ سے یہ کہ یہاں وہ یہ  
 زوری ہے۔ کاش! اس کا وہ مجھے مل جاتا، یوں بات چیت میں تو قند و شکر گویں  
 دیتی ہے۔ مگر جب بھی محنت کے وقت کا موقع آ جاتا ہے تو مرض اور مصحت کے  
 پرانے میں نہ چھپنے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ کہ عورتوں میں وہ کیڑی نہیں ہوتی۔

میں نے کہا کہ یہ تو میری ہی بات ہے۔ راجہ نے کہا کہ یہ تو میری ہی بات ہے۔

بریں ' میں چپوئیں ماتھے چپک ہوں، تو نہ روگے '۔

”میں نے اپنے دل سے کہہ دیا کہ تم کو کچھ نہیں ہے۔“

میں نے کہا: 'میں بھی آپ سے ہاتھ چھو رہی'۔

یہ ہمہ ریزن کے مکمل وطن سمجھیں گے۔ میں گورنر کے حوتے  
ہوں تھے۔ مکمل ملک میں موعی انھوں میں مسودہ یہ جس کا جہر تھا جو پنی ضد پر  
قمر کے ممانے کے گنگا پر رہا ہے

”میں جانتا تھا کہ تم جیت جاؤ گی ں ہے نہ رٹ جاؤ مانتا تھا“

نہ دیکھی۔ وہ پوچھتی تھی یہ قسمت میں ہمیشہ کے لیے جو رہی ہے۔

یہاں محبت نامہ دوسرے درختوں سے نکلا۔ یہ خطہ مذکورہ نیکمہ پاش  
پاش ہو جاتا ہے۔ میں لکھوں تو مضائقہ نہیں۔ یہاں طبیعت سخت ٹھہری ہے۔ یہ  
جتنی بھی دیر لکھتی ہوں، نوٹے پھوٹے پکوں کے بھونپڑے۔ یہ ایک ہفت  
نہ سیدھا پوریں گھر کے سامنے ڈالے روٹ کے پرے پرے اٹھیر بچہ میں  
پہلی ہوں پوریں پہلی میں گائیں یہ سب تیار دیکھ رہی جاتا ہے کہ میں بھی  
جوں۔ آدھیوں ہوں تو اسے حال مددوں نکلی ہو میں پریشانی و محنت، اندس  
ن زلمہ صدیریں، ان کے جسم پر ثابت چہ نہیں، آپسے قسمت کے کھوٹے کمرت  
ان پیلے رہنے پر بھی تکی پیٹ پھر رہیوں سب نہ ہوں۔ خبر کارے مٹانے  
پیچھے ایک چھوٹی دیر ہے۔ دھوری صلیقی تھی۔ پیرچہ ماقویاں میں رہا۔  
یہاں مشورہ ہے۔ سراسر میں چہ نہیں بیاہ رتی ہیں۔ مرحوم بھوہرہ چلے ہو  
چھیتی ہیں۔ سراسر دیر پر پھیل کا ایک نور رحمت ہے۔ وہ بھوتوں کا منت  
پھیل کے صفتوں کا خوف تھارے گاؤں کے ہاں پر یہ چھوٹا ہے کہ سر شامی  
رہا بد ہو جاتا ہے۔ سر کے دھرتیں دھرتی میں نہیں رہتیں۔ ہاں وہ کام بھی  
کسی بھی جاتا ہے مگر وہ بھی ٹھہریا ہوا۔ یہ وہ مقام تھا گویا تپید رہوں کے مرکز  
ہیں۔ ان کے دھرم صدہا جوت چہ میں محنت مقامات میں پے پے ہیں۔ معتبر  
رہتیں میں کہ چہ نہیں طرقتی ہیں۔ گاؤں ہوں کے منہ ج پکپت رکھے  
ہیں۔ ان جوت کی سست کہا جاتا ہے کہ وہ سر تہا تھا یہ تو مٹیوں پوچھا نہیں چھوڑتا  
وہاں وہ ایک ہاں میں چہ رہا۔ لکھا جاتا ہے۔ گاؤں ہوں میں نہ رہا  
کس میں نہ رہا تیں ہوئی میں گویا یہ رہتیں ہوتے ہیں یہاں تک نہ رہا ہے کہ  
چہ نہیں صفا ہنگے و پانی پیئے پورے ہیں ان کی مڑھیوں مومالنگ کے پرہ  
طرح صاف ہوتی ہیں و رہا تیں س قدر ماک میں رتی ہیں۔ ہاں گئے کا ستم

نہی قوم میں رہیں۔ نہی وہاں میں جانے کا انداز۔ جون عورتوں کو سوتا ہے  
 جو یہ۔ ٹکڑے، ٹکڑے پڑے پئے کی خیر چاتی ہیں۔ پھوٹوں کو بس نہ  
 بہت پسند ہے۔ محال میں کہ کوئی عورت یا رفا لا پیر دیارت کو اپنے دوہراہ میں  
 یوں پھوٹ رہا ہے۔

عورتوں کے رشتہ کا تیار دانی سے یہ کیا ہے۔ جوگی، دہ گھی رت کو کان سر  
 وڑھے ہڑوں پر چڑھوں صرف گھومتے ہیں، ورجوے بھٹکے مہروں پر رت  
 بتاتے ہیں۔ مال بھر میں بک رہا کی پڑ جاہوتی ہے۔ وہاں بہا۔ بھوتوں کے  
 پوناہ کے زمرہ میں شامل ہوتے ہیں، وہی کشت ہوتی، سچ گاؤں میں فہ نہیں  
 رکھتے دیتے۔ اس کے برعکس بھونی بابو سے پچ پچ تھرتا ہے۔ جس درخت پر اس کی  
 ہوا ہوا ہے اور سے رہتی ہے غارت کے حد زہر چاہے تو اس جان نہ خیر  
 نہیں۔ میں بھگانے کو ابوتس شہر کافی ہے۔ نہ ہیا کی مثل کے دن اس  
 درخت کے تہ کا پوہ چس کھاتا ہے۔ یک۔ صاحب لگی جوت، بن بیسے  
 ہیں۔ یہ تہ شہر کی تھی۔ نہیں چند تم راہ چا میوں نے قتل رانا۔ نہ  
 کی پیر وہاں کی پڑ ہے کہ چوں یہ چچا نہیں پھوڑتی۔ وں یو کی یہاں سب بھر  
 سے ریادہ میں رہ سکتا تھا۔ تم ہو گے کہ یہ کہاں سے جوت چہیل کا پڑاے مینگی۔  
 میں یہاں گاؤں سے فرافا صد پر یک درخت ہے، اس پر موہی صاحب تیار  
 کرتے ہیں۔ وہاں چارے کی کوئیں چھیہ تے۔ ماں صحت کے رور صحتی نہ  
 پہنچ چاہے تو پچاں ہوتے ہیں۔

کئی جہات ہے انہی تو ہم پر حق ایہ دواں تہ ن لوگوں کا ضمیر سو گئے ہیں۔ پچ  
 یارو اور بھوت کی پچا موئے گی۔ صیت صیاں میں بھوت کا حصہ، دیہہ شاہی میں  
 بھوت کا حصہ، جدھر دیکھیے بھوت کی بھوت نظر آتے ہیں یہاں نہ دیوں ہیں نہ  
 دیتا۔ بھوتوں کا رچ ہے، جمرج یہاں قدم نہیں رکھتے۔ وہیں صحت کی قبض

رتے ہیں۔ نہ بھولتے ہیں، نہ بھولیں۔ نہ بھولیں۔ نہ بھولیں۔

تھیں

ہیں





یہاں رہے تو پکی جماعت میں دلیل سمجھ جاتا ہے۔

فصل تیرہواں ہے مگر کائنات میں وہ سنتی سر ہے۔ میرے دربار سے  
 سیوں کا منتظر اکلیوتا ہے۔ کیوں اور جو کے سر سے ٹھینک کے نور  
 ہرے سم کے سرخ اور سفرانی پچھوں کا حاشیہ نہایت خوبصورت معصومہ  
 ہے۔ یوٹیلٹو طوطے مندا دیارتے ہیں۔ مادھوری نے یہاں کئی سہیلیاں بنا رکھی  
 ہیں۔ یہاں میں یک ہی رہتا ہے۔ اصدانہ ہے۔ پاروں میں ہر پاپا صحن کا  
 شمار ہو گئے تھے۔ رات کے کھانوں سے سر پر ہیں۔ کئی یونیٹ کی مہارے  
 یہاں کھڑی ہے۔ خوبصورت ملک سب سے درست ہے۔ بہت چیت رہے ہیں  
 تھری جانی ہے۔ جھونٹ کی کہ جی چاہتا ہے ٹھنوں کی باتیں نہ رو۔  
 ماحوری نے اس سے ہنسا کر رکھا ہے۔ کل دن میں کاپیا ہے۔ تھیں نہ  
 اور مادھوری کا گندے سنی ہوں سے چار کی بہت غریب ہے۔ عمر میں نے اس کے  
 چہرے پر بھی میل نہیں دینا تھی کہ پٹے چھ اور وہ پیٹے رہا ہے۔ یہاں یہ  
 ہیز میں رہے کی اور بک رہے ہیں۔ توں کا کھانا پینا ہوگا۔ رہا کہ گھنٹے پڑے  
 ہر چھوڑا کے رہے۔ یہی مادھوری نے بھری کوئی معاشرت ہے۔

وہ رخصت ہوتی ہوں۔ تمہارے وقت کو کس سنے میں صاف ہو معاف رہا۔  
 تمہیں خیر لکھتی ہوں تو تمہاری نہیں، جی بہتری، میں نے پڑی ہیں، پاپا  
 چند کو میرا پاپا، من، مادھوری۔

تمہاری

پاپا

## جنگاؤں

یہاں سے 'محبت نامہ' دیکھتے سے گلاب خوش 'چیرنی' مریدانہ زندگی، اپنے اندر  
 کا 'میر' سے رہتے ہوئے۔ میرے دل سے ہونی چاہئے کہ سے تمہارے دیدار  
 لگتی آ رہی ہے۔ یہ تہاں سے دل صورت پذیراتی جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو  
 جیسے سو جاتی ہوں۔ میری یہ حالت تھوڑے ہی دنوں سے ہونے لگی ہے۔ اس وقت  
 یہاں سے گئے، مجھے معلوم نہ تھا کہ جا رہی کی دلیل رہے۔ نیرتھیں کی اور میں  
 کی حصہ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میرے خط پسند نہ۔ مگر پرناپ چندہ نہ  
 کہے۔ وہ حالت فہم پر وقت گئے گئے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ غلطیاں رہ گئی  
 ہوں۔ مجھے یقین نہیں کہ یہ تپاں نے نہیں بہت قیمتی سمجھا ہوں۔ میرے  
 خطوط کی قیامت سمجھتے ہیں کہ اس کے سہارے سے ہماری یہاں معاشرت پر ہونی  
 'سب مضمون' نہیں تو میں اپنے تئیں بہت خوش قسمت سمجھتی ہوں۔

کل یہاں دیون جی کی پوجا تھی۔ بل، چلی، پر وریو نے سب نہ تھے۔ دیوی جی  
 کا یہی قسم ہے۔ سب کے حکم کی نافرمانی نہ ہے۔ حق پان نہ ہو جا۔  
 سال بھر میں بھی ایک دن ہے گاؤں کے بھی تھیں سمجھتے ہیں۔ ورنہ مود  
 دیون بھی رہا نہ ہو۔ وہی کام نہیں نہ رکھتیں۔ ہر پتہ ہاں ہوں، تو  
 گئے۔ گاؤں کے بچے کو حقین کاٹنے کے گاؤں کا اور یہاں نہ ہو سکے۔  
 یہ سب متاثر کیے ہوئے تھے۔ قریب درہا بے سوں گئے کہ سنہاؤں دیوی ہاتھوں میں  
 شعلیں بے نل چھتے تھے وہاں سے گاؤں کا پھیر گیا جس کے معنی یہ ہیں کہ  
 یہاں سے نہ کے مدار قائم نہ رہے گی۔ لطاف کے تم ہو۔ یہ چندہ دیوی  
 وہاں سے گاؤں کی حد وائیں گھس گئے وہ تھوڑے سا پان چاؤں ونگ وغیرہ  
 زمین پر رہا دیں۔ جی بچے گاؤں کی حد وائیں گھس گئے گاؤں ہاں میں ڈال دیں۔ جب

یہ لوگ بن کام پورے چھپے گئے تو کس گاؤں میں کون کون سی گلیاں تھیں۔  
 کئی گلیاں تھیں۔ رچے بڑے۔ اور وہ گاؤں میں خوب۔ پیتھوٹی۔ کس  
 وقت گاؤں کی حدود میں کون کون سی گلیاں تھیں۔

”جہاں۔ گاؤں کے نیچے چھپے رہا۔ دیکھتے تھے یہاں کی صفوں میں  
 رہنا دینا کہتے ہیں۔ میرے دروہے پر ایک بیٹھ کھود گیا۔ اس میں ایک  
 گڑھا تھا۔ اس سے میرا رہنا تھا۔ یہ کاشی کا ایک بھرا ہوا گڑھا تھا۔ یہاں  
 گاؤں کے آدمی ناٹ پر بیٹھے۔ رہا۔ مال کو بھیرا دیا۔ جب گڑھا میں  
 خوب ہوا تو کاشی کا ایک گڑھا۔ رہا۔ کاشی کی ہڈیاں میں ۱۶ پر۔ میں تو  
 سمجھتی تھی۔ یہ گڑھا کاشی کے گڑھا کے بعد کاشی نے پھر ہست ہار کی ورزہ  
 کے ہتھکڑی۔ کس کا ہاں بھی بیٹھا تھا۔ وہ گوں نے سے۔ پہنٹی۔ وہ پھر ہتھکڑی  
 پہنچے گئے۔“

”مہاراج!۔ ان فصیح کیس ہاں۔ پانی سے۔ گاؤں میں۔ گلیاں تھیں۔  
 گاؤں کے لوگ میریت سے رہیں گے؟ گڑھا تھا۔ کیا رہتے تھے؟ قاتی نے ان  
 سب سے خوب حال مگر مجھ کو نہ معلوم میں دیا۔ کس کے بعد محسوس  
 ہوا۔ سب سے پہلی۔ سچی ہوں یہ جسے ہاں ہو رہے ہیں۔ قاتی کی سب سے پہلی  
 گلیاں پڑ گئیں۔ ان میں سے کاشی کا ایک گڑھا تھا۔ کاشی کی گلیاں تھیں۔  
 نوٹی سے رہتا ہے۔ قاتی کو شمیر میں بڑا ملتا ہے۔ گاؤں میں کاشی کی گلیاں  
 کاشی کی گلیاں تھیں۔ وہ کام پورے چھپے گئے۔ وہاں پورے چھپے گئے۔  
 وہاں گود سے کھڑے مگر گاؤں میں کون کون سی گلیاں تھیں۔ ان سب گلیوں کا  
 معائنہ وہ کر رہا تھا۔ وہاں سے وہ کاشی میں رہتا تھا۔ یہ مگر ایک بوتل کی گلی تھی۔  
 نتیجہ۔ آپ کا مفہوم کاشی میں ہے۔ قاتی کی گلی کی کوشش میں ہم ہم ہیں۔  
 یہ ایک بوتل کی گلی تھی۔“

ہوں کا زمانہ بہت قریب ہے۔ کب ہمتہ سے زندگیاں۔ ہاں میرا دوسرا وقت یہاں  
 باغ چلے گا۔ وہاں ہے۔ اس میں سرت تمیر۔ مدد کی محسوس ہو رہی ہے۔۔۔ نکلیں تھیں  
 ، کچھ سے بے ترس رہی ہیں۔ یہ ہمتہ بڑی مشکوک سے کئے کا اور یہاں دہشت  
 دیہ کی

تمہاری پیاروں

بہن



کہن یہاں تھی گا ہں کافی پڑیں گی۔ نہ ناک عظمیٰ سے مر سے سے نکتے  
 تھے جیسے پچوس ٹھہرے ہوں۔ تھوڑا سا کاٹا نہ تھا۔ ہپ پیٹے پامیہ ہپ کے  
 ہٹے گا ہں نہ رہا تھا۔ ہپ ہکار رہو سے کہتا ہے۔ سچ ہوں ہے بہو گھر میں  
 رہنے سے نہتی ہے اور مسئلہ دیتی ہے۔ ہارے ہری صاحبہ تو ایک ہی ہمت  
 تھی۔ سٹارٹ میں مخمور غم میں چوریک میلی ڈوٹی نہ پر رکھے کس حالت کے  
 ڈیڑھ رہے تھے۔ نہ نہ ہونیں بھی نہ کے مغلظات و طعنائیں سے بچ نہ سکیں۔  
 گایاں کہو ہر منسو۔ رچہ ہے پندرہ بھی ماب کے تو ڈک سمجھیں گے نہ نہ  
 کی پیدائش ہے خوب روئے ہے۔

تیس کے شب کے قریب یہ حالت ہوں مائے پس پچی۔ مڑے ہٹے ہاروں  
 چھوڑ رہے تھے۔ میں بھی سی عورتوں کے ساتھ ہی۔ ہوں عورتیں ایک طرف ہوں  
 کاری تھیں۔ سٹارٹ میں مود میں گنگ نے ہا وقت پیا۔ گنگ نے ایسی ام کی دہریں  
 شمعے مند ہوں ہر سار ماب نہ ہوں رٹک میں رٹک سی۔

دو روز کے پیر پتہ سار ہو گئے۔ سٹارٹ کہہ کے چاروں طرف لوگ مود  
 ہٹاں جے جے چل رہے نہ تھے۔ سکھوں کے ہاتھوں میں یہ ہوں و ہونوں ہوں  
 تھیں جو ہوں و میں پھینکنے جاتے تھے۔ ہٹے ہٹے ہٹے ہٹے ہو گئے تو لوگ ہٹ  
 ہارے ہٹے ہٹے ہٹے ہٹے۔ ایک کھنڈ تک یہی ہیئت رہی۔ سٹارٹ کے  
 کندوں سے چٹاخ چٹاخ کی گوریں نکل رہی تھیں۔ موشی پنے پنے ہٹوتوں پر  
 ہارے ہٹے چٹاخ رہے تھے۔ تلسا نے مجھ سے کہا کہ اب کی ہٹوں ہٹیں چاری  
 ہے۔ کل نہیں جب وسیدھی بھتی ہے تو گاؤں میں ماں بھر خوشی کا دور دورہ رہتا  
 ہے۔ مین وٹائیڑ عا ہونا منوں ہے ہٹے ہٹے۔ سٹارٹ کی تیزی کم ہونی۔ تب  
 ہٹو لوگ۔ ہٹے نزدیک ہٹو ہٹے ہٹے جیسے کون چیز ہٹش رہے ہوں۔  
 تلسا نے بتایا کہ جب ہٹ کے دس مود کی نیا دپت ہے وہ پچے ایک ہٹ گاڑ

یہ ہیں۔ ان پر پتے در لکڑوں کا ڈھیر لگا جاتا ہے۔ اس وقت ہر ٹوک ان رنڈ  
کے پورا ان تلاش کر رہے ہیں۔ اس شخص کا ہزاروں میں شمار ہوتا ہے جو سب سے  
پہلے اس پڑے پر یہ نشانہ لگائے کہ وہ ٹوٹ رہا ہے۔ یہ لکے ہوئے صاحب  
جیتا ہے۔ ان کے گروہ میں ان کی اور کی سے جھٹک رہے گئے تھے۔ تب ان صاحب تھیں  
یہ بھونکا، سوئے ردیہ نہ مستغل مارتی سے گئے برص اور گ میں تھیں یا  
اور پھر پورا یہ کہ پورا ٹک چکر۔ ایک ن مڑوں نے گئے۔ مارتے پہ اس کا  
یکہ لگا کرتے ہیں اور سے متبرک سمجھتے ہیں

یہیں سے فرصت پا رہی نہ سماعت، یو کی جی کے تھن کی طرف بھی مگر  
یہ نہ سمجھنا کہ وہاں کیوں جی کا دل کیا ہو گا۔ آج وہ بھی کا ہاں سننا پسند رتی  
ہے۔ چھوٹے سے سب نہیں مغلطت سار ہے تھے۔ چند ان پہلے نہیں کیوں  
جی ان چون موٹی تھی۔ حتیٰ یہ ہے کہ دیہات میں اس وقت لہو روتاں دینا بھی معوف  
ہے۔ ماں بہن کا تو نہیں شمار کی تھیں۔

سور ہو تے ہی نہ جی نے مرنے سے کہا جی کوئی دوسرے ہنگ پسو۔ اس نے وہ  
نہیں ٹک ٹک ہو۔ مہا ور شیریں مرنے لگے اور کی دمیوں کو پڑا ہے۔  
ہنگ ٹیڈی جاے گی۔ بہت سے لڑکے لڑکیاں رنڈوں سے رکھے گئے۔ دوسلوں میں  
وہوں قسموں نہ ٹک بنائی گی۔ پھر یہ تھی۔ نہیں چار بھٹنہ تک نہ لگا۔ کا تا سا گا۔  
وٹ تحریریں رتے ہیں اور ہر ہر مرنے کی کار مر ریوں کی آیت ہیں  
جہاں کسی سے قدر ان کی اور مرنے نے دھیر لڑکے ہر اور ہاں یہ نہیں ہے اس کا  
بھی سو دیکھو۔ جی پی بھی ہو۔ یا روج روج ہوں گے کی کہ روج روج ہرے  
ہاتھ کی بی عوں وی لے گی۔ اس کے خوب میں ماں بھی لگا ہوں سے تا نا گوہ  
کی نے سے نسبت، لے ان ہے وریک لے پے تھ لڑکے جیٹ رجاتا پوری  
نے دو دشمنی حکم ہر پر ہاں صاحب تھیف، لے ہیں۔ آپ بچہ ان میں مرنے



دس ہیں۔ نہیں مرنے نے اس قدر پڑا کی کہ آپ سے باہر ہو گئے ورنہ اپنے  
 ۱۷ نے گئے۔ کاں کا کاں نہیں تھا، جگہ نظر منت بنے، بولے تھے۔ ایک سمان  
 آتا ورنے طرف مسر رکھتا ہے۔ تم یہاں تھوڑی سو۔ گھر جائے کھانا پکا، سم  
 موت ہیں کہ یہ ایک مرضی تھوڑی پرنا ہے۔ کاشی پھر وہ شرمیلے تھانہ ہے  
 پر رکھے ہوئے آتا ہے اور حصہ بننے طرف تلی غصہ سے دینے رہتا ہے اور  
 یہ بات چھی نہیں کہ کم سے کم سے نئے برسیا سے عجوبت ہو، یہ ہر رویشی وین  
 سے چھینا ہے۔ مٹی جی پھرے مختہ کوئی دھڑ دھڑ پھڑ پھڑ نے ہیں۔ مگر غارے  
 کی آ رہیں طبعی کی دن سنا ہے۔ دن بول پامتا ہے، ہونی گئے گا نا ہے۔ وہ پیر  
 تک ہی چھپے پھڑ ہوں۔ نون دس لگی ہیں بھڑکی وعلیٰ ہونی سے کہ کوئی،  
 میر جی بد مزہ ہو گیا۔ وہ پیر ہوئی۔ میں تلسا بھی تک ٹیٹھی ہوئی تھی۔ میں سے  
 سے کہا آج ہمارے یہاں تمہارے بیوتہ ہے، ہم تم ہاتھ کھائیں گے۔ یہ سنتے ہی  
 مرنے ہو تھیں میں کھانا پائیں۔ میں تلسا اس وقت ہر دن طرف مرنے  
 ہر دن تھی۔ میں نے جو کھا تھا کھینچ رو دیکھ تو سے پنی پھاری پھاری  
 نے موتی کے، نے عیسیر تے دیکھا۔ سب میں عند ہوں اس نے سچے رکے  
 کہا، مرنے آج سویرے س پر نشان پائیے۔ میں معصوم ن پریا بیت رنی ہوگی، یہ  
 ہر روز رو تھارے نے لگی۔

معصوم ہو کہ روئے دس کے پاپ نے چھ قرض یا تھا، وہ لگی تک دندہ موکا۔ مرنے  
 سے مجھ سے ہوا۔ ستے چلوں ۲ رو پیہ و صوں ہو چکے گا۔ رویشی کا پاتا  
 تھا۔ آج مرنے کو موقع مل یا تھا، روہ پنا کام رگے، فسوس ہو خذہ بیس روپہ  
 نے زہ نہ تھا۔ پہلے مجھے معصوم ہوتا تو غریب پر ہر نے ہر دن یہ تکلیف و  
 مسیبت نہ تھی۔ میں نے چکے سے مہارچ کو بیوہ ورنے بیس روپہ دے رو دس  
 کہ رہا رہنے کے پیر نہ رو دیا۔

کس وقت میرے روزے پرمات چھو دیو یا تھا۔ اے جی بیچ قالین پر بیٹھے  
 ہوئے تھے۔ ہاتھ ہاتھیں تک ہمتیاں بندھے ہوئے۔ دونوں رات پہنے ہوئی ننگی  
 بدن کوئی ننگی ہاتھوں کوئی پٹریں بندھے ہوئے کوئی ننگی پٹریں (جونوں کا صورت  
 پر خاص بنیت پیدا کر رہی تھی) نے تھے۔

جوتھا۔ اے جی کے پیروں پر چھوڑی دیو رہا تھا۔ اے جی بھی پٹی طشتری میں  
 سے ڈری جیروں کس کے ہاتھ پر لگا دیتے ہر مسٹر روئی دیں لگیں بہت ہر  
 ایتنا وہ ہل ہو جاتا۔ زمین دوز ہو رسد مارتا اور یہ خوش خوش رہیں جاتا گویا  
 سے ہوں اوستا ہے۔ مجھے جو ب میں لگی گمان نہ تھا کہ۔ ہوں نہ جہاں جیوں  
 کے ہاتھ بیٹھ رہے ہوں سے ہاتھیں رستے تھے۔ ہوں ثناء میں قاتی پھرے۔ کس  
 کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی جین تھی۔ کس میں جیروں پے ہوئے تھا مگر کس نے ہوں  
 کی طرح جیروں۔ جی کے پیروں پر میں رکھی بہت بڑی دیو سے منگی بھرے ہوں  
 کے چہرے پہ چھٹی طرح مل دی۔ میں تو ڈرن کہیں۔ جی بد مزہ ہو ج میں مگر وہ  
 بہت خوش ہوئے ہر خوش بھی بے ایک نیکو گانے کے دونوں ہاتھوں سے کس کے  
 منہ پر غم ملی۔ حد زب مسکرا رہا۔

”ج پنے کھ میں ہر دینا ہمارے یہ چھان تیار رہے گا“

قائمی نے ہوں مسکرا رہا ’ہر کار ہم ہوں کے ہوں دن کہاں چائیں گے‘  
 کس وقت قاتل و چہرہ دیکھنے کے قابل تھا۔ وہ پنی قاتل میں نے تمام ہاتھوں کا  
 رہا معصوم ہوتا تھا۔ کس کے ہاتھیں لگی کس طرف ہی لگا ہوں نے ایک ہے تھے  
 کہ لے شک تو شیر سے اور تو کس قبل ہے کہ ہر سرد رہنے۔

ی طرح ایک ایک رکے ہوئے ہوں سو ڈی جمع ہو گئے۔ ایک ایک ہوں۔ ہا  
 ”ج کس راجہ نظر نہیں آتا۔ یہ بات ہے ہوں کس کے گھر جا رہا ہے تو“ قاتل جگہ  
 سہا پر ہر دھار پالت کا چھوٹے دیکھ رہوں سے



ایکھا تھا، کوئے گھنٹہ تک وہ بندروں کی طرح چھتے کودنے رہے، مگر شہر سے نہیں  
 رہیں پر ماہی۔ ان کے بعد ایک سیر ٹھا، ایک سیرن بھی رہا۔ بعد عورت سے نکلی،  
 اور دونوں میدان میں جا رہا پٹ گئے۔ دونوں فوجوں تھے اور پر تیک۔ س کی  
 طرف سے۔ پشت نہ لیک، واقعی حیرت انگیز تھی۔ فافس دے رہا تھا، ان کے سر  
 نہ عشوے مڑے، سر فافین اور بون پونی کا پکڑ کن، روتن کا موڑ دیکھ کر اور  
 عصفاء کا پکڑ رہا، پھر حیرت ہوتی تھی۔ بہت شوق اور محنت کا کام تھا مگر شہر میں  
 ہر نالے کے بیان اور شہر کی کا پسو ہے ہوئے تھی۔ نلما بھی ناچتی ہے مگر روح  
 کے سے اور ان کے ساتھ نہیں اور چاہیے بھی ہے۔

لگی یہاں مانع ہوئی رہا تھا کہ سامنے سے بہت سے آدمی بنی بنی انہیں  
 کہہ رہے تھے، اٹھتی اٹھتی وہاں وہاں۔ ان کے ساتھ ایک فاف بھی تھا اور انی آدمی  
 ہاتھوں میں بھانجھ رہے تھے۔ یہ ہوئے تھے۔ وہ ڈالتے ہی تھے اور سرے  
 اور نہ پڑے۔ یا ایک نہیں چاہیں نہ مل۔ یہی تر رہا کافر کا گلی کہ  
 مکان مل گیا۔ ا۔ جی ملے یہ لوگ ان موضع کے تھے، جہاں نکالی کے دن انہیں  
 پہلی تھیں۔ ا۔ جی وہ دیکھتے ہی کئی آدمیوں سے ان کے سر پر غیر مل۔ جی نے  
 جو دیا۔ پھر لوگ فرش پر بیٹھے۔ ا۔ جی درپن سے خاص کی۔ اس کا فاف  
 وہاں نے بھی جہریں میں۔ وہ وہاں ہیں۔ جب یہ لوگ رحمت ہوئے تھے تو یہ وہاں  
 گولی۔

مرد      زندہ      رہے      اس      سے      ہوں

لہذا جو صورت بیت ہے۔ مجھے تو اس میں جذ بہ اور تڑپ تو رہا معلوم  
 ہوتا ہے۔ سوئی غرض وہاں بیت میں معلوم ہوا۔ اور منتظر کا نظریں بھر ہے۔ یہ دن  
 رائی ہے۔ مدد کنندہ ہے اس سے وہاں کھیلے ہوں۔

[illegible]

”جہاں وہ کھڑا تھا چوری کی تھک چکا ایک بے جی کی متین، زبردست  
پیر بتی ہوں نانی کی مجھے پیرتے ہوئی ہزاروں سے جھانک رہا، میں تو واقعی  
کانوں پر ہاتھ دھر رہی رہی ہوں گارے تھے۔ یہ ہے“

ہوں مے دن کے پہاڑ کہ گھر گھر ہاشمہ راج پھر ہے

پہلے سے نہ لکھتا تھا کہ اس کا نام ہے

خوب،۔۔۔ جی کی رہن سے مرید ہوں۔ شام کے وقت گاؤں کی سب عورتیں  
 مارے یہاں ہوں کھینے نہیں۔ ہر پپا پپا پپا۔ میں گھنوں ہوں غم یہ  
 مولی تھی۔ ماں نے نہیں بڑی عزت سے لٹایا۔ رنگ کھیا۔ پتہ تھا۔ یہاں  
 مارے خوف کے ہا ہر نگلی، اس طرح نجات لی۔ اب مجھے نہیں کیا کہ ہا ہا ہا ہا  
 اوپر سے غائب ہے میں نے سوچا کہ گاؤں گاؤں میں ہوں جیسے ہی ہے۔ میں نے  
 دیکھ کر عورتوں کے ساتھ نہ تھی

ملّا اُچی چپ چاپ من، رے ہڑکی کی طرف منہ بٹھکی تھی۔ حیران میں مٹی  
 پڑی تھی کہ وہ کیا ایک ٹھکی اور میرے پیروں پر رزے لگی۔ میں نے ہڑکی کی  
 طرف بھڑکا تو دیکھتی ہوں کہ گئے گئے مہارجن کے چیتھے راجہ اور سب سے  
 چیتھے، مہاراجہ پانڈے چپے رہے ہیں۔ گاؤں نے بہت سے گاؤں کے ساتھ

ہیں۔ راجا کا چہرہ مہذب ہو ہے۔ لہذا جی نے حویلی شاہ کو راجا سے چٹ  
 ہار نکلے اور بڑی محبت سے سے گئے گا۔ چنے کوئی اپنے بیٹے گئے گا  
 ہے۔ راجا چٹ نہیں۔ راجا راجہ نے گا۔ لکھا سے بھی صبر نہ ہو گا۔ گاؤں کے بہت  
 سے آدمی اور یہ تھے نہایت اناک من تھا۔ راجا نے پٹے سے بیٹا ہے یہ  
 ہر تھا جیسے بیو بیٹا کی ہو۔ میرے روپ مل گئے مگر یہ ہے سے لکھا ہے یہ  
 یکا کے پٹے میں خرچ ہوں۔

راجا اور لکھا دونوں نے گھر سے۔ مگر ڈر دیر میں لکھا، دھوری کام تھ پڑے  
 شوقی ہوئی میرے سرے میں آئی اور ان دن سے چھوٹا بہتک ہوں تھیں۔  
 میں کہیں تھیں تم؟ اوپر سے صاحب ہے  
 دھوری، یہی تو تھا

میں یہاں کہیں تھیں میں نے وہ پیر سے نہیں دیکھا۔ آج ہی بتاؤ، میں ماریش  
 ہوں گی۔

لکھا (سرسر) سوئی کا ہے در میں حاتی رہیں، کھانا پکاتی رہیں، پودا برتن  
 رہیں۔  
 دھوری، لکھا کے کھرچی کی تھی۔

میں لکھا تو یہاں بھی ہے، وہاں یہ کیا کہتی رہیں۔  
 دھوری، اس چو کا برتن رہی رہیں کوئی تمہارا نورنگ ہو ہے

معصومہ، کہ جب سے میں۔ مہاراجہ اور دھوری چھڑے کے لیے رو نہ یہ تھا  
 تب سے، دھوری لکھا کے کھر کھانا بنانے میں مصروف تھی۔ اس کے ہاتھ کھوے۔  
 یہاں نے سنا یہ۔ کھر شکر سب کچھ لگی۔ کٹ جلدی، اور چوریاں، چوریاں،  
 گلے بیٹھے سمد سے سب برکی ناست سے بند۔ اس نے سوچا تھا کہ یہ سب بنا کر  
 چپکے سے چلی جاؤں گی۔ جب راجا اور لکھا نہیں گئے تو تعجب کریں گے کہ وہ بنا

”یا مگر نہ، دیر ہوئی، رنج مر پڑا۔ دیکھو یہی ٹیب بخت ٹرنی ہے۔  
 تکی مع خرتی کے بعد رحمت ہوتی ہو، شکایتیں معاف رنا، تمہاری چیری  
 سوں، جیسے رخصتے۔ یہ رہوں، میرے رگال بھیتی ہوں۔ یہ تمہاری کینہ کا قحہ  
 ہے تمہیں، مری قسم جھوٹی تہذیب کے جوش میں، سے پھینک دینا ورنہ میر  
 دل دیکھے گا۔

تمہاری

برج

## ہنگاموں

یہاں سے اتمہارے **خط**۔ بہت رعبہ، سب گھٹیل رہا جاتا، مجھے بد وہ ایک نظر، ایک  
 رحیل آس کی۔ کچھ تھا۔ میں تمہارے یہاں آچوں تو کس طرح سے پناہ دے گا؟  
 گئے۔ میں معلوم دس میں یا بھگتے مگر یہ آس۔ تم۔ جی ہونا، خوب اہم میں  
 گئے یہ تکی بھین مانی ہے۔ گل چار پانی پر پر کی تھی۔ سیدہ یہ تھی۔ خوب بھٹی  
 ٹھنڈی، جیسکی جیسکی ہو چلی ری بھی کہ عورتوں کے کانے دی گئی عورتیں مانج  
 کاٹنے چار رہی تھی۔ بھنگ، بھٹا تو وہ ہر عورتوں کی ایک ہر مت تھی۔ سب  
 سے ہاتھوں میں بہا، کندھے پر گھبہ بندھے کی رن دوسرے پہننے ہوئے مڑ کی چھری  
 تھی۔ یہ سب بکاتی ہیں۔ کہیں ہر وہ بکے نہیں گی۔ آپس میں گاتن نہیں رتی  
 چلی جاتی تھیں ورنہ یہ سب سہا تھا۔

مہارے یہاں گھر آئے، رتیاں  
 چن چن چن چن میں چن چن چن  
 چن چن چن چن چن چن چن  
 مہارے یہاں گھر آئے، رتیاں

صبح کا وقت، مستانہ، زریں، سرت ہرے ہوئے دس، یہ بہت بہت مزید  
 معلوم ہوتا تھا۔ ن کے یوں کھڑے، یا میرے لہے میں بھی کبھی یوں آئیں گے؟  
 دوپہر تک بڑی خیریت سے زریں۔ پتلیک، مان پر وہ چھ گیا، اندھی گئی  
 وروے رہنے گئے۔ میں نے تنہا رہے، رتے نہ دیکھے تھے۔ آدھے  
 بڑے، ایک تیزی سے رتے جیسے منہ قن گون۔ منہ میں زمیں پر نیپٹ  
 ہ کے کا اونچا سفید فرش بچھ گیا۔ چو فرط سے کہان بھٹے گائیں تیل کریں  
 سب پتق ہوئے پتوں کا یہ ہاتھ دیتی پتق تھیں۔ میں ڈوڑی کے نہیں معلوم تھا



پہ کیا بنتی۔ غرور و زور، ایک تو ایک کھلے میدان میں جو مانجے کٹ جانے سے  
 مست استوار رہا تھا۔ تلسا، راحہ، مہمنی گائے نظر آئیں۔ تین گھسٹنوں میں  
 کی راہیں پڑے ہوئے تھے۔ تلسا کے گھر پر ایک چھوٹی سی دھڑکی نظر آئی، وہ  
 راحہ کے سر پہ پڑا تھا۔ یہ کی گھسٹنوں میں تلسا کے گھر کے کونوں میں معلوم  
 چھوڑے کا یہ دھڑکا ہوا تھا۔ دفعتاً ایک سخت جھوٹے نے راحہ کے سر سے گھسٹا لیا۔  
 گھسٹے کا راتھا کہ وہ رات میں تلسا نے اپنی دھڑکی سے اس پر اٹھنا دیا تھا۔  
 معلوم اس پھوٹ سے کہہ پر کتنے دے پڑے۔ اس کے ہاتھ کبھی پیٹھ پر جانے بھی  
 نہ ہوئے۔ ایک باندھنک سے زیا دہ یہ حالت رہی ہوگی کہ راحہ نے بکلی کی تھری  
 سے چھوٹ کر گھسٹا لیا، وہ دھڑکی تلسا کو دے دی۔ تین رہا مست بہت ہے۔

غلامان سے سارے سماں بگاڑا یہ ہوئے عورتیں گاتے ہارے چاری  
 تھیں شام کو گھر گھر ماتم پڑا تھا۔ ستوں کے رہو مان ہو گئے۔ تھے ہدی کی پٹی رہے  
 تھے۔ نسل ستیا ناس ہوئی۔ مانج ہرن کے تلے اب یہ۔ بخار کا زور ہے۔ سر  
 گاؤں ہسپتال بنامو ہے۔ کاٹی بھری کٹی سا گوں صادقائی۔ سوئی کے تھیں دور  
 طبع ہو گیا۔ فصل کا یہ صاف ہے، وہاں لکڑی کی ہسٹوں کی پڑتی ہے۔ بڑی مدعت و  
 رہی ہے۔ ہار دھڑکاؤں گدیتہ غرض بھی سے کام لیا جا رہا ہے غریبوں پر یہ قہر خد۔

تھہری

بیت

## ہنگاموں

میرے ہوں — پیارے ہاں!

پورے پندرہ دن کے بعد تم نے پرانی یادیں — خط و کتابت پر چھوڑ دیوں اور کھوس سے گلیں۔ اور ایک ایک طرف کاڑھیں۔ تمہارا خط پورا رائے نہیں مانتا۔ میں یوں بھی بہت رونا روتی ہوں۔ قمر کو کون کون باتوں کی یاد آئے۔ میری دل یہ کمزور ہے کہ جب کبھی ن. توں کی طرف نیوں جاتا ہے عجیب بے چینی کی سوچاں ہے۔ لیکن معلوم ہونے لگتی ہے کہ ایک بڑے بے چین رہنے والے اور بڑے بہت روتے رہنے والے بہت پر درد حسرت محسوس ہونے لگتا ہے۔ چوتھی بات کہ تم نہیں رہے ہو۔ اور نہ آئے مگر ہمارا درد روزہ پر جا کر بھڑکی ہو جاتی ہوں کہ تم تو نہیں گئے۔ سچ کل تمہارے لیے ایک — اور قمیض تیار رہی ہوں۔ جی چاہتا ہے تم یہاں آتے۔ میں اپنی درگزر — دیکھو بھی کی ہے یا نہیں تب میں جتنے کرتے تھے۔ تم چھوڑ دیتے تھے میں چھوڑ دیتی مگر وہ یہی نہیں نہ ہوں گی تمہارے جہاں ہوں۔

کل شام کو یہاں ایک بڑا شریب تاشا ایسے میں آیا۔ یہ دھوپوں کا مانی تھا۔ پندرہ بیس آدمیوں کی ایک جماعت تھی۔ ان میں نوجوان شیف غنیمت پشاور پہنے سر میں سے شام کھیں۔ نہ سے سر میں کھنڈ رو پہنے۔ سر پہ ایک سونے رنگے لٹائی رہا ہے۔ جب یہ شیف مایا تو مڈل بچے لگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ نون کا نوحہ مانگتے ہیں۔ یہ ذلت بھی عجیب کام بینے و نڈت ہے۔ آپ کے یہاں کوئی کام کاج ہوتا نہیں کام کیجیے اور نہ کے یہاں کام کاج ہوتا بھی نوحہ کیجیے یہ دُکھناپتے وقت یہاں نہیں کاتے۔ ان کا کائنات کی شاعری ہے پشاور و شیف دھوپوں پہ ہاتھ دھریں رہا کہتا ہے "مردی ماننے" رہے ہے کا جو بڑا دیتا ہے مردوں کی ہدیہ کہتے ہیں کہ ذلت میں شاعر نے قبائیت بہت زیادہ ہے۔

سب کو نور سے سنو تو میں بخش رہا ہوں نہ دیا ات دیکھ جاتے  
 ہیں۔ بٹا رہے شخص۔ جو پہلے کہا تھا کہ یہ معنی تھے کہ بے ہوشی کے  
 بیچ اقم اس کے درہ رے پر ہڑے ہو؟ دوسرے۔ جو کہ دیکھتا ہے کہ نہ ہر شام  
 ہے نہ بد بھوچ۔ سب جو ہیں مارے، ماب میں ٹہنی سے مانگو تیرے۔ یہ کا  
 مطلب تھا کہ منگوؤں نے عزت تم ہو جاتی ہے۔ اس سے تم لوگ کچھ نہ مت رو۔ گا  
 جا رہا چھپو۔ یہ۔ سن مٹے گی۔ بے گنا۔ گھنڈ بھر یہ لوگ، یہ ہے تیرا۔  
 تمہیں یقین نہ آئے گا۔ اس کے منہ سے میرے اس طرح کے کلمے نکلتے تھے کہ  
 میرا ہوتی تھی۔ شاید تیری مانی سے وہ بات چیت بھی نہ رہ سکتے تھے۔ یہ بات  
 بڑی ہوش ہے۔ تادریج کی پوزیٹر۔ پانی کی طرح چلتے ہیں۔ بیابان میں۔  
 گہنے میں تیرا پوچھا پوچھا میں تیرا پوچھا میں تیرا پوچھا میں تیرا پوچھا میں تیرا  
 پوچھے کے لیے، وہاں ہی مانگیں گے تو یہ ہر شخص پوچھنے کو پائے میں ہے۔ رخصت  
 ہوتے وقت پوچھ رہی تھی کہ یہ ہر کہا تھا وہ شاعر۔ سقراط سے کلمہ ہے۔

’تمہارے پیرس میں جیسے گا ہیلن بڑے پچیس پچوئیس

جیسے تم کو پورے مہینے کا سہاگہ مل رہا ہے۔ جیسے وہاں

سریوں۔۔۔۔۔ "کچھ ماورثہ عرب ہے"

زیادہ تر شہریوں پر رے، ریمیاں کس؟

تعمیراتی

L.

## ہنگام

یہاں ایک بہت تک خاموش رہنے کی معافی چاہتی ہوں خوب آپ کو کون  
 شکایت کا یہ نام متعجب تھا یہ ہے۔ وہاں سے مٹا دیا، مجھ پر یہ نہ کیا، ہفتوں  
 گزر گئیں بقی ہو۔ وہ فرماتے ہو یہ۔ وہاں سے مٹا دیا، مجھ پر یہ نہ کیا، ہفتوں  
 چھوڑ گئے، بعد رہ گئے مجھے سب بند ہیں، غل امرت ہیں لی۔ وہاں سے مٹا دیا،  
 کئی تھی۔ پہلے تو کوئیں دین چاہتے تھے لیکن میں۔ مگر جب اس سے دیکھ کر  
 وہ اس کی حالت بہت ترسناک ہو گئی تو وہاں سے یہ دیکھ گئے۔ وہاں سے مٹا دیا،  
 ک۔ پر وہاں سے یہ پڑی، نہ دیکھ سکتے تھے، کب تک چھوڑ گئے ہو، ہاتھ  
 میں ہمارے ہونے پر وہ نہ چاہتے تھے۔ کب سے وہ زمیندار ہیں مگر اس کے  
 بدن پر ہی نے سیدھی ماری نہیں، کبھی نہیں تھی فرصت تھی نہیں کہ ہفتی میں پروری  
 کی طرف متوجہ ہوں۔ اس وقت میں وہاں سے مٹا دیا، کب سے مٹا دیا، کب سے مٹا دیا۔

نورہ خیمہ بوجھیں نہ سکو، ان کا خیمہ ڈکنا جو چاہیں وہاں سے مٹا دیا، کب سے مٹا دیا،  
 سنتے ہی چلتے ہیں۔ ان کے ہاں کی طرح وہاں سے مٹا دیا، کب سے مٹا دیا، کب سے مٹا دیا،  
 پست تاکہ ان کا وقت ضائع نہ ہو۔

آپ کے گھر پر یہ خاموش بیٹھے رہیں گے، کوئی کوئی کاروائی کے ہیں  
 مریض کو دیکھنے جائیں گے۔ تو اس طرح بھگتیں گے، کوئی کوئی کاروائی کے ہیں  
 بھائی ہوں ہو۔ تینوں مریض تجویز دو۔ سب چھوڑ دینا میں تم، وہاں سے مٹا دیا، کب سے مٹا دیا،  
 انی مار جتنے، میوں کو ان کی ذات سے فیض پہنچاتا ہے، ان کی قدر کا اندازہ میں  
 ہے۔ یہ رات کی کاموں ہے۔ ان کی صورت دیکھتے ہی مریض کا دل ہلکا ہو،  
 موجداتا ہے ان کے کٹے کیسے سہل و روانہ کہ ہر دم کو ان کی خیریت سے مریضوں کو  
 ہے۔ تم ہی ان میں ہاتھ پیر سے ملے۔ واقعی ان صاحبوں کو میں بخیر

ہے۔

یہاں نواں مصلیٰ قائم ہوا۔ نوے بیس۔ یہ گاہ چارے میں پڑا ہے  
جاتے ہیں، اور چیت میں دو مصلیوں رہتے ہیں۔ اس وقت کوں عد میں سنتے۔  
گوں بگلی مار پیٹ بھی ہوتا ہے۔ اتنے میں بہت مار رہا ہے  
نے بھی کچھ پڑے یہ تھے۔ اس کے دو رہے پر چار سب کے سب کا یوں ہے  
تھے۔

اسلما نے در سے کوڑ بند کر دیے۔ جب یوں بس نہ چلا تو ایک نے موسیٰ گاہ  
کھانڈے سے صوفی اور شاہ شاہ پڑا۔ تین میں رہا اور سے نا اھل رہا۔  
تے ہی اس نے تھی ہا وہ ہر پور ہا تھوڑا سی مغلے کی گلی لٹک پڑی۔ تب تو مغلے  
کر رہے۔ یہ تیرہ لکے تھے۔ اس بھی چن پر بھل گیا اور اتنی بد معاشوں  
لے کا مر رہا۔ تے میں حق بھرنے کی ایک مغلے کی خبر دی۔ اور لے مغلے  
سے چاہا۔ وہ بڑا رہا کرتے ہیں کہ میں نے نہ کا تھوڑا پیٹا ہوا ہے۔ توں وہ  
ہا۔ یہ شور و مل سنتے ہی پتہ لگے اور سکار، صد ہا گولی انھیں لے رہا ہے اور  
مغلے کی خوب مرمت ہونے یقین ہے کہ اب دھڑلے کی جرأت نہ کریں گے۔  
تو ہی کا مہینہ نہ رہا۔ بھی فرصت نہیں ہوئی۔ رات دس تھہرے کے  
تھہر رہا ہے۔ میں بیمار کی کمی ہوئی اور ہم گاہ بہت جلد چمے چاہیں گے۔ اس  
کی پیارے گاؤں کی سیر نہ رہو گے۔

تھہر

ہیں

پیارے اتم بہار حاشیہ مارے: قتی ہے۔ کل مروت شہ گے۔ نام بھی  
 "فہم" ہے یہ ہے یہ مر رہا ہے۔ وہ نہیں دیکھ لکھیں مرنے دیتے ہو، نہ وہ ب  
 اتے ہو رات دن "ٹھیں" رہ رہے۔ لگی راتی ہیں۔ رات "ٹھیں" نہیں ٹھیک ہیں۔  
 تاجنہ و میر دس دھڑا نے گا۔ ٹھیں "ر" رلی ورمیں ہو گیا۔ اٹھ پٹھی ٹھیں  
 ٹھیں سے مارا رہا ہو۔

خیر یہاں کی طرح، تمہاری ناراضگی کا علاج تو میرے پاس ہے۔ بس  
ذمت موقی ہوں، چرٹے مٹے مٹے میں بیٹھ جاتا۔ شہر سے میرے تمہارے  
درشن ہو رہے ہیں۔ تمہارے پاس ہیں۔

تقریباً

یہ دے!۔۔۔ جن دنوں تک وہ مجھے میں اُمس سے یہ کیا قصور کیا ہے۔ خیر شکر ہے  
 مرنے سے تو ہمیں سے یہ بھی بہت ہے۔ بے گناہ کے یہ بھی نہ ہوں گی،  
 جو چھوڑ پڑتے کی سہولت کی۔ کس سے روئے چہ وید بھوئے، اور دست  
 بہت رہے، اور آج، یہ ہیں تہواروں ہے

تہواروں

ہوئے

## باب دوم، مرکب جس

پرتاپ پندر کو۔ ہاٹ میں پرہتے تھیں رال ہو چکے تھے ورس مدت میں ک  
 نے ہم پرشوں ورناتوں و نکاہوں میں بہت متذہبہ کسں رہا تھا۔ طاق و  
 رنگی کا کون یہ عجیبہ نہ تھا، جس کے مائت نے قدرہ لی کا سپہ نہ پیرا ہو۔  
 پرفیسر کس پر فخر کرتے و مطلب سے بہرہ نہ سمجھتے۔؟ راجہ کھیل کے میدان میں  
 کس کا دست چار نمایاں تھا، و طرس پتھر روم میں کس کی قیادت مرکبہ رو مسلمہ  
 تھی کات کے متعلق یہ نمونہ باب قی مونی۔ شہ کے علم دوست و مراد کات کے  
 پرفیسر کس کے مہر تھے۔ پرتاپ کس نمونہ کا و مراد کات تھا۔ یہاں علی و مدلی  
 سہل پامبا نہ رہتے تھے، و مراد پرتاپ قی مونی کی پزیرا و مدلی و قی  
 کس پرفیسر و موبھی کس کے وقت تحقیقات اور تلاش پر پرت ہوئی۔ کس کی  
 قی مونی و تحریروں میں جادو تھا۔ کس وقت و پزیرا و مدلی کس پنے پیت  
 و مراد پرتاپ قی مونی کی موبھی کس کی طرف کھجے جاتیں و روموں میں مدلی  
 و موبھی۔ کس مدلی قی مونی کس کے شہرے، کس باب و پزیرا کس کے عصا و  
 رکت بھی یہ موبھی تھے۔ کس قی مونی میں قی قدرت نے اثر پڑا ہوا ہے۔ جب  
 تک پیت قی مونی پر رکتا و موبھی کس پنے قی مونی کا و مراد کات کے مراد کات کے پزیرا و مدلی  
 موبھی۔ کس باب کس قی مونی میں پزیرا و مدلی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی  
 شور و مدلی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی  
 و مراد کات کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی  
 رتے تھے۔ کس کے غلط و مراد کات کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی  
 بہت بند ہے۔ کس و موبھی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی  
 قوموں کے موبھی و موبھی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی کس کے قی مونی



وقت نہ جھڑکے یوں نہ محراب زیادہ زحمتیں نہ کھائیں موتے تھے۔  
 وہ انہیں کو اپنی محنت کا کافی بدلہ دے دیتا تھا۔ ہر اس کے مذمتی یہ روئے دیکھ کر یہ  
 بہت قیاس یا حساس تھا کہ یہ ہونا مرید کے لئے چل رہا ہے یہ پھول پھل کے ہمارے  
 تیسے رنگ روپ کے گاہی تک اس نے ایک لمحہ جھنجھکیا نہیں کیا تھا کہ میری  
 "ندہ رندگی" کی صورت ہوگی۔ کبھی سوچنا پرویشہ ہاں جوں کا ورسوے تائیں  
 لکھوں گا۔ کبھی ہر حالت کی طرف خیوں اور ڈالتا۔ کبھی ہوتا کاش حیف و میل چاہے تو  
 سول سروں کی تیار کر دوں۔ کی ایک طرف حوالہ نہ جاتا تھا۔

مگر پرناپ چند ن طلبہ میں سے تھا جس کی عمر و شہینیں مہاراجہ کے ساتھ ہی  
 تھیں محدود تھیں۔ اس کے وقت وہ ایک قابل حصہ رکھتا تھا کہ کاموں میں  
 جی صرف ہوتا تھا۔ اس نے ملحقہ ایک ہندو اور غریب پر ہاں پڑا تھا۔ اور غور  
 میں بیٹے کے ورگام کرنے کی طاقت سے ہرپ سے مرثیہ میں لکھی تھی۔ اس  
 مثال میں اس کی توجہ ہرمرامی پورے جوش میں تھی۔ مگر اس کے وقت وہ ایک  
 غمخیز کی متعصن گلیوں کی خاک پھینکتا کھائی دیتا تھا جس کا وہ ترچگی نہ تھیں نہ  
 تھیں۔ اس کی صورت میں محسوس ہوتا تھا کہ بہت مانوس تھی۔ ان لوگوں کے ساتھ نہ  
 وہی ذلت کا ہندو دور تھا۔ نہ اس کے ہاتھ پر تاپ کوئی تھا۔ پر پیسہ ہر محسوس  
 ہاتھ میں نہ رہا تھا۔ اس کی جگہ کے محلوں کے لئے اس پر قدر ہوتی تھی۔  
 غم سے وہ عیش پر قیام و عیوب پر تاپ چند میں مامور بھی نہ تھے۔ کوئی ایکس "دی مو  
 پر تاپ اس کی انگلی کے لیے تیار تھا۔ ہاں نہیں مریض ہو پر تاپ اس کا سچا دوست  
 اور بیمار تھا۔ انی رتیں اس نے بھوپہ یوں میں رہنے ہوئے مریضوں کے  
 ساتھ رہا تھا۔ وہ رہ رہ کر رز رز رہی تھیں۔ ان غرض سے اس کے رزمہ عامہ کی ایک بجا  
 رقم مر لکھی تھی۔ اور ڈھانڈاں مان کے منتظر رہا ہے میں اس شخص نے جھانکا رہا رہی  
 نے بہت کی سیوا کی تھی۔ اس کی مثال منامہ مل ہے۔

کے لئے۔ سو دیوں کی یہاں ہر ہمدردی کی طرف متوجہ رہی تھی۔ پرتاپ کی  
 انجمن کا روح رواں تھا۔ پچیسے سو ساڑھے تین میں اس نے طعون کے نوحے میں بھی کندہ  
 لوگ اپنے پیروں کو چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ جان مہتیشی پر رکھ کر طعون روم خطوں  
 میں عاج مع بدترین رویہ تھا۔

مکہ چین جس وقت الہ آباد پہنچا پرتاپ چند نے اس کی بڑی موبھگت کی۔  
 مہاراجہ نے اس کے اس سے سعدی لگ جھاڑی۔ اس وقت وہ ان کی یہاں  
 کی مہر پر رہ رہا تھا اور اس سے ملاقات ہوتے ہی مدائن کی حالت دیکھ کر  
 سنہل پہلی تھی۔ اس وقت سے پرتاپ چند یقین ہو گیا کہ مہاراجہ نے اس کے اس  
 میں وہ جہانگیر کی جو میرے لیے مخصوص تھی۔ یہ مہاراجہ کا شہزادہ فرورے کے  
 لیے کافی تھا۔ وہ اس کے یہاں بھی سفر سے بے چین رہا تھا۔ کہ میں ہی مہاراجہ  
 کا قاتل ہوں۔ میری نذر رہنما کی غریب کی جان یہ ہو میں اس وقت سے  
 بد مہاراجہ نے مرتے وقت اس سے وہ رو رہی تھی وہاں اس معافی مانگی تھی۔ پرتاپ  
 نے اس سے کہا کہ موقع ملے تو میں اس کی تلافی ضرور کروں گا۔

مکہ چین کی خاص و مدد رت و رتیم و تربیت نے اس کی مدد پر پشت کے  
 پورے کرنے کا موقع ہوا تھا۔ اس پر ہم و شعور میں وہ مکہ چین سے منہ لوں گے  
 تھا مگر اس سے یوں پیش آتا جیسے چھٹا بھٹی ہے بھٹی کے ساتھ اپنے وقت کا کچھ  
 حصہ اس نے مدد کرنے میں صرف کیا اور یہی ہوت سے تالیق کا فرض کرتا کہ  
 تعلیم ایک پسپا مہاشہ کی صورت اختیار کرتی۔

مگر پرتاپ چند کی ان کوششوں کے باوجود مکہ چین کی طبیعت یہاں بہت  
 گھبراتی۔ سرورے پورٹ ہاؤس میں اس کے مذاق کا ایک بھی آدمی نہ تھا جس نے  
 اسے در اول کہتا اور اپنے رخم جہر پر مہم رکھتا۔ وہ یار بوش، لے فدرائیس مزاج  
 آدمی تھا جس نے سوئے سچ کے گل کا کھل نہیں کیا۔ پرتاپ نے باوجود بے

تکلی سے وہ دل کی بہت سی باتیں نہ کہتا تھا، جب سب سے طبیعت بہت  
تاتی تو ہر دن کو سنے گا کہ میرے سر پر یہ سب طبیعتیں کیوں کی ہیں۔ سے مجھ  
سے نہیں ہے۔

زبان و قلم کی محبت بھی وہی محبت ہے، وہ محبت ہی یہاں موقع و مصیبت کی  
دھوڑ سے گئے۔ پس چاہے ن پر جان کی یوں نہ دے، دوس مرن کی محبت رہن و  
رقم کے لئے سے سے ہر نہ ہلے گی۔

یسے سے رہن و خواہہ خواہہ نہ ہو، پٹے سے یہی مدد حاصل۔ ن  
نیات سے یہاں تک نہ رہیں کہ اس سے رہن کو وہ مہمان پھوڑ دیو۔ وہ چوری  
پنے خطوط میں لکھتے حال پر رکھتی تھیں جو تک نہ دیتا ورتا بھی تو شک و  
اس نکس۔ اس وقت سے رہن کی ایک ایک بات، اس کی ایک ایک حالت اس کی  
رہن کی فائیت دیتی تھی۔ اس پر یہ کہہ سکتے تھے تو رہن کی خاطر دیاں وروں  
ہزیں، وہ نشیمن تھیں اس سے جہاں تے وقت ہدی تھیں وہ وہاں  
مارک، تھیں سنوں نے ہاں مل اس سے تھیں کی تھیں کہ نہ ہر پٹے رہن۔ سے  
یہاں چاہتے تو ممکن تھا کہ تے کچھ تسکین موتی مگر یہ موتوں پر نہاں کا حاطہ دھوکا  
ہے یہ رہتا ہے۔

مگر مہا چن نے اپنی تہائی کا ایک مشغہ مچائی کا۔ اس وقت سے اس نے  
موش سمجھا تھا، اس وقت سے ہر دن کی سرور مائی کی ہن پرق اس کا خمیر ہوئی  
تھی۔ ورتسم کا ہن مشغہ اس کے یہ یہی صرون تھا جیسے جس کے یہ تھ۔  
پورڈنگ ہوس سے سہ ہو یک بیٹھ کا، کچھ تھا ورس کے رکھ رکھاؤ کے یہ یک  
ہن ورتھ۔ اس نورمان کی یک روٹین ہٹوں سر جو دئی تھی، رچہ بہت حسین نہ تھی  
مگر مکمل اس کا ناظر نگار نہ تھا، بہت سی دل لگی کے مشغہ۔

کون عورت جس نے چہرے پر شباب کی جھلک مونس کاں بہاں کے سے

موزوں تھی۔ کدس ٹکی پر ڈھرے ڈالتے ٹاٹا سیرے بدنامہ چمک فی روشوں پر  
 ٹپکتا نظر آتا۔ ورڈ کے قہمیدن میں ورڈش رتے مگر سدا چہ ہر چہ میں رنات  
 ہنک میں مصروف رہتا۔ رفتہ رفتہ اس نے سر جھکاؤں سے شامانی، سرور کی اور  
 پھر محبت پیدا کی۔ اس سے سے بحرے سوس پیتا اور نقد قیمت کے علاوہ پائے اور  
 آتا۔ ہن کو تہو رکے مواقع پر سب سے زیادہ تہا ہن کد جس سے کی بات۔ یہاں  
 تک کہ سر جوہن بھی اس کے اور سختی میں ہوئی اور وہ ایک بار ٹاٹا کیل کے  
 پائے میں، بھمدقت میں بھی سوئی۔

ایک روز شام کا وقت تھا۔ سب طلبہ یہ کہنے لگے تھے۔ مہا چن یا با لپہ میں  
 ٹپکتا تھا۔ ورورہ راہی کے جھونپڑے کی طرف بھاٹتا۔ یا ایک جھونپڑے میں  
 سے سر جوہن نے سے شامہ یا ورآمد بڑی تیری سے ندر گھس یا۔ آج  
 سر جوہن نے ہمسائی باڑھی پسکی تھی جو سہل دیو کا تھ تھی۔ سر میں خوشبودار تیل ڈال  
 جو مہا باہر سے اسے تھے اور ایک چھینک کا ٹپکا کا پانے ہو۔ تھی جو نہیں ہو  
 صاحب نے ہو رو دیا تھا۔ یہ سب مہا دیو کی خاطر تھی۔ اپنی طرف سے سر جوہن  
 سے۔ فہمگوں میں کا بل گایا تھا۔ آج وہ اپنی نگاہ میں بہت حسین معلوم ہو رہی  
 تھی۔ ورورہ کد چن جیہ، میر اور حسین ڈی کی پر جان دت۔

مہا چن ہوے پر بیٹھا ہو اس کی فہمگوں میں مستانہ گاہوں سے ایچ رہا تھا۔ اس  
 وقت سر جوہن برتن رتی سے کی حیرت کم نہیں میں نظر آتی تھی۔ رنات میں ورورہ  
 لڑق تھ مگر یہ ہن پیدا ہو ق نہیں تھا۔ اس کی نگاہ میں سر جوہن کی محبت پتی اور  
 زیادہ پر ہوش معلوم ہوتی تھی کیونکہ وہ جب بھی ہمارے جانے کا تہرہ کرتا تو  
 سر جوہن رورورہ لگتی اور کہتی کہ مجھے بھی پیتے چن۔ میں نہہر ساتھ نہ بھجورہ  
 گی۔ کہاں یہ محبت کی سچی اور حد بات کا رورہ کہیں برتن کی نیم لاندہ خاص  
 دیوں ورورہ نہ مصمت سمیرا یوں۔

کدھھی کچھیں طرح سٹھوں دسٹھن بھی ند پادھ کہ یاکا یاکا من نے درہ زہا ر  
 ہٹھکھیا۔ ب ہو تو دن میں ہائیں، چہ وکارٹک ڈائی۔ سر جو دن سے ڈائی ر  
 ۲۔

”میں ہوں چاہی“

سر جو دن کے آپ نہ ہوش رے سوے تھے، پھر ہٹ میں دن سے پچھ  
 بات نکلی۔ تہ میں دن نے پھر زبیر کھکھانی، سر جو دن بے کس تھی۔ کس نے  
 ہر تے ڈر تے یاکا کو دھوں دیا۔ کماچرن یاکا نے میں دن رہا رہا ہو یا۔  
 جس طرح بھٹ کا بکر تہ کے تہ تہا ہے، کس طرح ۲۔ میں ہٹے  
 سوئے، کس کا دن دھک رہا تھا، ۱۰ پٹی رنگی سے، یاکا تہ ورہا رو  
 صدق دن سے یاکا کے ۲۔ رہا تھا کہ، کس دن، کس مصیبت سے رہا، چاہا تو  
 پھر کچھ۔ کس کرمت نہ روں کا

تہ میں دن ۱۰ گاہ حضرت یاکا کی، پستہ کچھ گھہ یا پھر، ایا ۲  
 ”کیون ہٹ ہے، یہاں کس ہے؟“

تہ نہ تھا کہ کماچرن تہ کی تہ ہر نکا، ور پچھ نکا، کس طرح ہٹ بھاگا۔ دن  
 یاکا نہ تھا میں سے، دینہ دینہ بھاگے، پوے کے فرے، مارتا سو پچھے پچھے  
 بھاگا

یہ وہی کماچرن ہے جو دن کو نچو، ورم دیا مارتا تھا ورہاں سے دن سرکار، ورم  
 مسو رہا رہا میں یہ رتا تھا، ورم دن دن کے سامنے کس طرح نکال پچھ رہا گا  
 جاتا تہ۔

گناہ کاکو، سڈ ہے، عورت ورم، حوصد، ہمت ورتھم، دن میں ہٹ رہا  
 راتا تہ۔

کماچرن درختوں ور چھڑیوں کس ڈھیں دہرتا سو پچھ نکا تہ ہر نکا، کس پر

مجاہد بنی تھی۔ اس پر جا بیٹھا اور پتے پتے یہ مہر گاڑی سے تختہ پہنچا کر  
 اپنے رچہ من نے پھٹک تک لگی پیچھے کیا۔ مگر مہر ایک آنے چاہنے  
 کے پرچہ تک رٹکا جس ڈاکا گویا مہر روئے اس کا دشمن ہو یا مگر ٹٹ بننے کی سہج  
 داری ہو۔ یہ معصومہ کہ میں مدح چاہوں وہ اس وقت اس شہ سے بھٹنا  
 چاہتا ہے۔ خود کہیں بھی کچھ اور یہ کہ ایک تحریر ریوے انہیں یمن سے آتا  
 اٹھائی دی۔ اس کے ساتھ ایک کانٹیل تھا۔ وہ مسافر کا ٹٹ اٹھتا پڑا تھا مگر  
 مہر نے سمجھا کہ کوئی پوس کا ہے۔ خوف سے مارے ہاتھ پاؤں سنسنے لگے۔  
 ہر گاہ میں دھڑکن ہو گئی۔ جب تک وہ دوسری کاریوں میں مصروف رہتا رہا تب  
 تک وہ کبھی مضبوط ہے بیٹھا رہا۔ مگر جوں ہی اس کے مہر کا دورہ رکھ کر مہر نے سمجھا  
 کہ وہ پوس کا فخر ہے۔ خوف کے مارے ہاتھ پاؤں سنسنے لگے۔ ہر گاہ  
 میں دھڑکن ہو گئی جب تک وہ دوسری کاریوں میں مصروف رہتا رہا تب تک وہ  
 کاٹھ مضبوط ہے بیٹھا رہا۔ مگر جوں ہی اس کے مہر کا دورہ رکھ کر مہر نے سمجھا  
 پھول گئے۔ انھوں نے مہر سے مذہب پھر دیا۔ ایک مشت کے نام میں دوسری  
 طرف کا دورہ رکھوں رچھوں ریل سے جوں نیچے وہ پڑے۔ کانٹیل کا ٹٹ مہر نے  
 صاحب نے سے یوں دوتے دیئے تو مجھے کوئی رشتہ نہ ہے۔ مارے خوشی کے  
 پھلے نہ مہر کے نہ خود گتے کا رشتہ پر سے ہوگی ہر سرخ یمن اٹھائی  
 دہریں گاڑی رکھیں۔

بگڑا، ورکا، شیشیل، ورلک، بے صاحب پنہا، بے کامیاب کے ساتھ  
کاری سے نیچے تر پڑے۔ ورٹیس بے راہر دھڑلش مرے گئے۔ ی نے  
ہم، ب ک ن رو بھی ٹیس لے گئے۔ پٹا، میت تھ۔

کوئی پورن لوگوں کو جان بھی کاٹے۔ ریت ہے مگر گڑا گئے ہیں بدستار یہ۔ ترقی کی امید سے گئے ہے چپقلی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام پہنچیں۔ جہاں مل

چرس کاڑی سے کوا تھا۔

تے میں کانٹیل نے خدق و طرف شرارے کہا "اچھا وہ غید عید پیا چنے  
ہے؟ مجھے تو کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے، روگوں نے بھی دیکھ دیتیں ہو گیا کہ  
صدور بد معاش ہمیں چھپ رہا ہے" پل رہا کو کھیرا کہ نہیں تھے یہ "ہے"  
"فرستاتے ہوئے رہا۔ ڈاکو جان پر نہیں جاتے ہیں"

کارا صاحب نے دستوں سمجھا۔ سپر کانسیل نے تھی تانی، چند مسالوں  
سے جو تے تازہ تھوں میں سے یہ کہ تیں و رہیچا تو بھاتے میں "سالی ہو  
گی۔ وہ چور" میں نے اٹھیا تھا یہ کہ "وہری سے نشانہ لگائیں گے۔ ڈاکو کے  
زیادہ ہوں جائے؟ کسے جان بھاری پڑی ہے؟

مگر جب انہوں نے ٹراپک چار دیو تو نہ ڈاکو کا کھانی بد۔ ایک ٹریف  
صورت رہا۔ بڑا چار دیو میرے بدن کا فوجوں، لے جس و حرکت نہیں پر  
وہ تھے میرے ہر کس و کات سے "سنا" "سنا" خون بہہ رہا ہے۔  
ہر کس و کات نے پھین کر میں پر پک دیا تھا۔

کلو تین سے پھر دو توڑ دیر میں ایک سیالک خوب دیر رہو تک پڑی۔  
سو جو کس نے ہر کس کا ساگ کوٹ دیا۔ نہ سمیت کا اور یہ نہ ہو کہ نہ ہاں رہا  
سب کس میں مل گئے۔

19

جو غم

سہا سہ عورت کے لیے کاشمیر و نیو کی سب سے پہری چیز موٹی ہے وہ و  
نے یہ جیتی ہے ورنے کے یہ مرقے، اس کا ڈنسا و تہ و خوش رہے کے  
یہ، ورنے کا تہ و سنگھار و تہ بھانے کے لیے ہوتا ہے کس کا ساگ س کی  
مرت و زندگی ہے ورنے کا تہ و تہ و زندگی ورنے کا تہ ہے۔

کلوچین کی لے بگم موت برن رانی سے یہ موت سے کم نہ تھی۔ سن دی رملگی  
 ن زو میں ، وہ سب ٹی میں مل گئے یہ یہ ، سے تھے وہ یہ ، یہ ۔ مر  
 م نے ، صورت سن کی سٹھوں میں پکڑ رہی تھی ۔ راز میرے یہ سٹھیں  
 چھپ چکیں تو سن تو تھیں وہ بہا نکھوں کے سامنے چاتی

بھس وقت سے موت رضی وہی وہی خاص شخص یا خدین سے نہ رہا جاتا  
 ہے۔ مہا چن کا غم مر جھانے بھی نہ پیدا تھا کہ ہاں شیوا چن دی ہوئی گئی۔  
 شاخوں سے کانٹے سے درخت وہ جھانے وہ رسانی کمان نے جڑنی کاٹ  
 کی۔ مر مین پاڑے ہر کیہ پر و شخص تھا۔ جب تک ڈپٹی صاحب خٹاوں میں  
 تھے دیکھا بیٹھا تھا۔ مگر جوئی وہ شہر ہوئے سن نے او اہم چا شہر وہ ۔ مر  
 گاؤں گاؤں سن کا شمن تھا۔ بن گاؤں ۔ جھگاؤں ، وہ نے ہون کے دن  
 سن طرف دیکھا تھا وہ نگاہیں ورتیہر سن کے کچھ میں کانٹے کی طرح ہنر رہت  
 تھے۔ بس حلقہ میں بگاؤں ، قلع تھا سن کے تھانیدر صاحب ایک بڑے گھاگ  
 مر مودہ کار رتی تھے۔ بن رواں دی نہیں تضم رجا میں مگرڈ کار تک نہ تھیں۔ منہ مے  
 ہانے اور موت ہم پیچہ نے میں یہ مشق تھے کہ وہ چلتی ہوئی وہیں میں۔ مر  
 پھرنی کے چھڑ ۔ نہ چھوئے۔ حکام سن کے سب تھانیدروں سے وقت تھے۔ مگر  
 سن شیری اور معدہ ان کے مقدمہ میں کی کا کچھ بس نہ چتا تھا۔ مر مین  
 تھا تھانیدر صاحب سے مر ورنے زخم جھرنی وہ مانگی۔ سن کے ہاتھ کھر جھد بگاؤں  
 میں ڈاکہ پڑ ۔ ایک مہاوس شہر سے رہا تھا مہاوس کے ہاں رات و صبح ۔ گاؤں  
 نے سے سوٹ کر کھر رہا نے ، سن موت تھانیدر صاحب تحقیقات کو لے وریک ہی  
 دن میں مارے گاؤں ہو پاندے گئے۔

سن تعلق سے مقدمہ ہاں شیوا چن کے جلدی میں پیش ہو ۔ میں پہلے ہی  
 نے سار پی پٹھ معلوم تھا اور یہ تھانیدر صاحب بیت دوں نے سن کی سٹھوں پر





ن ہوئی ہے۔ یہی ہز قدم جب سے گھر میں آں ہے گھر ستیا مانس ہو یا۔ اس کا پود  
 خراب ہے۔ نئی دفعہ اس نے راتوں سے کھوں نہہ ایہ تھا کہ تمہاری پھلتی چھری  
 صورت سے مجھے مودہ یا تھا۔ میں کیا جانتی تھی کہ تمہارا جس سے منوں ہیں۔

راتوں یہ باتیں سنتی اور کچھ مسلسل رورہ جاتی۔ جہاں ہی پرے گئے تو بھی باتیں  
 کیوں سننے میں آئیں۔ یہ کھوں پیر کی کوالت سے جہاں کے منوں بھی ہا ہے نہ  
 جیتی۔ منوں نکلتے ہیں جب ہوں ہمدرد ہو۔ اور سہری، رے ہفت اور منوں  
 شک سے منوں مشکل ہو جانے ہیں۔

ایک روز رات کا جی گھر بیٹھے بیٹھے یہ گھبرا کہ وہ اور ایر کے پے بانچہ میں پسلی  
 گئی۔ وہ بانچہ میں پسے پے طب کے دس روزے تھے۔ اس کا ایک بک پود  
 مرنے والی محبت بیکر کی پیا لگا تھا۔ کبھی وہ دن بھی تھے کہ کچھوں اور پتیوں  
 کو دیکھ کر دس بانچہ ہو جاتا تھا و نسیم دل پر رنوں کا شہیدہ ریا رتی تھی۔ یہی  
 مقدمہ ہے ہاں بہت دن میں منوں محبت میں رتی تھیں اور تب محبت کے  
 اور چسے تھے، اس وقت پھوٹوں کی مارک مارک پنکھریں مارک مارک منوں کا  
 فیہ مقدمہ رتی تھیں۔ مرفسوس سچ کے مر گئے ہوئے تھے ورنہ نہ تھی۔ یہ یہ  
 وہ جگہ نہ تھی جہاں بیلی مان پھوٹوں کا مار گولہ حتی تھی مڑھوں، ان کو کیا محسوس تھا  
 کہ ان حد سے اپنی کھوں سے بڑھے ہوئے ہوتوں کے مار گولہ خنے پڑیں گے۔  
 نہیں یا وہ میں راتوں کی نکالیں کٹائی طرف کھ میں جہاں سے ایک بار کد  
 چاں مسر تاتا، نکا تھا۔ وہ وہ پنیوں کی جنش اور اس کے پڑوں کی جھک اچھری  
 ہے۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی مسر ہے مودہ رتی جیسے گامیں ڈوبے  
 ہوئے راتوں رات ورنہ رنوں کا عکس پڑتا ہے۔ ایک پریموتی نے سر رخت  
 میں کہی۔

”بہ آپ کو یہ رنے کا شوق چہ پڑے“

برس ہڑی ہوئی اور رہتی ہوئی ہوں 'ماں جسے ماریں۔ کچا سے آپ یا بچتی ہیں؟'

سحر پریم ہوتی ش سے یہی چیز رہتی کہ ایک مہینہ کے اندر سب سامان ہونے پونے سچے رچکا ہوا چلی گئی، جتنی رانی کراہتھی۔ یہاں صورت سے سے نفرت ہوئی تھی۔ بہن کے مکان میں یہی رہتی۔

ماں کی کسے سو بکلا ہوتی غم جو بھٹکا ہوا بیٹی مدد مان بیٹی نہ مصیبتوں کا تباہی صبر ہو جتنا بیٹی کا ہوتا۔ بیوی دیکھ رہی تھی مری دن بہر سبھانے کے یہ تھی رہی۔ جب ہاں کی رہی تو بہا نے چاہا کہ یہ سب یہاں بھڑکے اور مری سے رہے۔ خواہی ہر دن کے۔ مری جی وہ بھی مگر بہن کی طرح نے پھر نہ ہوئی۔ سے خیوں ہونا تھا کہ نہ کے مری تھی مری اور بہوڑ مری۔ یہاں تک کہ بہا کا ان کے منہ سے مری ہو گیا۔

خجکاں میں پریم ہوتی نے یہ اندھیر پی رکھا تھا۔ سامیوں ہانت سست تھی۔ ہر دے کے ہر چوٹی پک دی، پیاری دو ہا۔ رو دھرتی کی گالے ریت پھینکی۔ یہاں تک کہ گالے گئے اور دو ہا پتوں سے شکایت کی۔ ریت نے یہ کیفیت کی تو تین سو کیا کہ ضرور صدقات نے کے کے مری ریل مری۔ اس وقت کی طرح نہ کاں بہا نا چاہیے۔ بیوی ہلکھائے مری کے پاس چلی تو مری کے ہاتھ چھو رہی۔ بیوی کی گود میں اس وقت ایک چاند سا بچہ کھیل رہا تھا اور پر نہ تھا وہ مہینہ کی رحمت ہے اور کھٹکے نہ ہا۔ تھے۔ ریت صاحب کے پر یہ بیٹ سیر کرتی ہو گئے تھے یہ موقع پر بیوی کی ہو کر ملتی تھی۔ تیویوں رتے رتے مہینوں کے گئے، کھلی کھلی پر یہ تھی مری رات گئی۔ کبھی مانت نہ تھی۔ مری جھوٹی مہینہ مری سے فرصت کی اور وہ بھی بیوی منتوں نے ہاتھ۔

[illegible]

تیس مہینہ زر چسے تھے یہ روز بیوقوفان چاہے ملک و ماری۔ پان ماتھ نے  
رات کو بہت رلیا تھا۔ جب نیند نہ آئی تو یہ سوچتی ہے کہ پریم وانی کس سے بچے کو گواہ  
میں بچے چوری ہے۔ کبھی مخصوص سے لگتی ہے اور کبھی چھپتی سے چھپتی۔  
بامعنی کبھی پرہیز کرتا تھا۔ بچے کی طرف اشارہ کرتے چلتے کہ کورے  
میں جانیوں اور مراد مراد چکوں۔ سچ سے کچھ دیکھوں اور صرح کھاتو تھا۔  
شاید اس نے تار بانی کہ پریم وانی کے جڑے ہوئے دس میں پریم نے سچ پھر  
بانی ہے۔ بیوقوف و شبہ نہیں نہ تو چور پون پرے پریم پریم کھوں سے تاک رہی  
تھی۔ گویا خوب دیکھ رہی ہے۔ تنے میں پریم وانی پہار سے ہوں۔

١٢٠٠

بیوقوفی سے روٹنے لگے۔ ہو گئے اور انکھیں بھر گئیں۔ "نہایت دنوں سے بعد  
 ماں کے مرے محنت و باتیں سنیں۔ ٹھٹھکی مریں گے گنگے چہرہ نے  
 گئی۔ پر یہ مانی کی آنکھوں سے بھی "سو کی جھڑیوں لگ گئیں۔ کچھ چیز مر ہو۔  
 جب دنوں کے "سو تھمتے پر بھرتی ہوئی

"تمہیں "ج" یہ سب باتیں چرچ معلوم ہوں ہے۔ ہوں بیٹی بیدار ہی ہیں۔  
 میں سیدہ رہاں۔ جب آنکھوں میں "سو ہی نہیں رہے۔ پیار کہاں سے ہوں جب  
 کلیمہ سوہ مر پتھر ہو گیا۔ یہ سب دنوں سے کھتے ہیں۔ "سو نہ رہے ساتھ مر یہ رکھ  
 کے ساتھ۔ "ج نہ پانے یہ وہ نہ کہاں سے نکلے۔ بیٹی میری سب کچھ میں  
 معاف رہنا

یہ بہتے بہتے سوں "کھیں تھپتھپ گئیں۔ بیوقوفی زور ہوئی۔ ماں ہلش پر نہ آیا۔ اس  
 دن سے پریم کوئی کا یہ حال ہو گیا جب "بھور رہی ہے۔ باتیں مریں تو شکر و قد گھوں  
 "بیٹی۔ بچے "سو سے ایک "سو کے یہ لگ رہے۔ مریں سے ہوتی تو مرے سے  
 پھول جھڑتے۔ پھر پنے "جین پریم مانی ہوئی۔ شیریں روان، جسم دل و ہریک یہ  
 معلوم ہوتا تھا کہ اس کے دل سے ایک پرہہ سا ٹھٹھ گیا۔ جب شدت ن برف پڑی  
 ہے تو جھس لایوں تک رہے ہو جاتی ہیں۔ تب ن میں سے وہی ٹھٹھیاں ورازیوں  
 پانہ چار برف میں چھپ جاتے ہیں۔ شتیاں پھنس جاتی ہیں وراں حوش حرم  
 مہل جس نو چشمہ "سو کی صورت بڑھ نظر نہیں آتی۔ حالہ برف کی چادر  
 کے نیچے وہ سب ناز میں مست پڑ رہتا ہے۔ مگر جب "سو کی کارج ہوتا ہے تو برف  
 پٹھ جاتی ہے وراں یہ سب برف کی چادر ٹھٹھاتا ہے۔ پھر ٹھٹھیاں وراں حرم  
 نٹتے ہیں۔ شتیاں کے ہاویں ہرے نٹتے ہیں وراں اس کے ساری پر حرم وراں  
 مور کا جھٹھٹے موحاتا ہے۔

مگر یہ "ج" جب زید و ماں تک قائم نہ رہی۔ ایک ہی ہفتہ میں پریم کوئی کی حالت

مارے ہوئی۔ مزے کاغذ مونا گویا، موت کا پرہ نہ تھا۔ کی موشی نے سے سب تک  
 قید حیات میں رہا تھا۔ ورنہ یہ ہم وقت کی تھی، اس عورت کا عرصہ اس لئے یہ  
 جھوٹے اندر وشت رہتی تھی۔

سیدتی نے پیروں طرف تانا ڈالے کہ "مراسم ہو یا پھر مگر تیس سے ہونی نہ  
 آد۔ پر نہ تھک کر رخصت نہ تھی۔ برتن یہ رخصتی۔ رہے رخصت چہ نہ وہ نئی تہا سہ  
 نے لکھے تھے۔ پھر موشی کا بیٹے کے دید رکاشاق تھا۔ مگر جب نہ کاغذ یا موشی کہ  
 میں اس وقت میں سماتا تو اس نے "ریک ہی سانس نہ اور تھیں موشی میں اور  
 سکی ہونی سہیہ تھیں حسب نہ ہو۔

20

## نفس کی سہیلیں

نہان کا ایک رسرہ نہ ہے، بھی تو وہ کھوں کی صرف کھٹکھی نہیں دیتا  
 ورنہ بھی پند پند پر پھسل جاتا ہے۔ کھٹی مدد ہا بے شک ہوں کہ خون پہ فہ تک نہیں  
 رہتا ورنہ بھی یہاں بچے ہو تا، پھر رو دیتا ہے۔

یہ تپ چند ہو رہا ہے میں رچہ، ورنہ عجب تھی مگر مانی ہے کلام نہ تپ چہ  
 صدمہ پر تپ پند ہو جا چہ تھوہ نہ ہو۔ سن مروہ چونکہ صدمہ پر ورنہ یہ کے  
 ہے مغفود بھی نظر "پا مرمہ مدد جو کی شمس کو پنے پچے وہ ست کی وفات پر ہوتا ہے  
 سے نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ شادی سے پہلے اس نے نہ تپنی بہن سمجھنا  
 شروع کیا تھا۔ تاہم اس میں اس سے چوڑی کامیابی نہ وصل ہوں۔ وقت فوقت اس  
 وہ ہم کی پاک رہتہ کے صدمہ سے بہت گئے بڑھ جاتا تھا۔ مدد نہ سے سے  
 بذات خاص ہوئی یہی محسوس تھی۔ اس کی جو خیر مرمہ مدد رت و رخصت نہ رہتا تھا۔ وہ  
 ہنچہ تو اس دیوں سے کہ برتن نہ انوش ہوگی، ورنہ کچھ کی دیوں سے کہ موشیا کی  
 موت کا غارہ کی طرح "ہو سنا ہے۔ حسب نہ نہ اس کی پٹی تھی تو بہت کچھ دیوں

تک پرتاپ نے سے پہنچا، ت میں نہ نے دیا۔ مگر اس وقت سے اس کی  
 بیماریں خبر پڑیں۔ اس پر اس نے مذاقت سے برتن پر اسے شفا کا یہ  
 تھا۔ اس وقت سے پرتاپ کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ برتن کے دس میں مکمل نے وہ جہ  
 نہیں اپنی حیرت سے بے مخصوص تھی

پرتاپ نے برتن کو نہایت پروردہ تم نامہ لکھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ اس کا اس پر  
 کیا اثر ہو گا۔ باوجود مدد کی محبت و مضامین تھی۔ یہ یہ تب کہ یہ وہ ہی بنا کا سر  
 جا۔ ماہ اس کے چودہ ماہ مذہبیت کی طرف زیادہ مائل تھا۔ کما جیس کی  
 سہت سے یہ خیوں پیدا کیا کہ بیشتر میر کی محبت کی شدہ کی اور کما چن میر سے  
 رستے سے بٹیا۔ گویا پرتاپ سے پرہیز ہے کہ اس میں برتن سے پنی محبت کی  
 ۱۰۰۔ پرتاپ یوں جھٹکتا تھا کہ اس سے اس کی بات و امید راجہ خدق  
 و رصہ وقت کے رستے سے جو بھر بھی لٹی ہوں موہماقت ہے۔ مگر خدق و  
 صدقت کے اسے میں رہتا ہے۔ میر کی خلاصہ کی اور مدد کی رکنس ہے تو  
 برتن ریدہ عرصہ تک میر کے ہاتھ لے چکی تھی رستی۔ جس میں ٹھنوں میں ٹھنوں  
 بھر رہا جزئی سے منت رہا گاؤہ صومیر کی طرف منی حب ہو جائے گی۔ اور  
 وقت محبت و رشتہ خاطر داریوں پناہ کام پور رکے رہیں گی۔

یک مہینہ تک یہ خیانت سے بچیں رتے رہے، یہاں تک کہ برتن سے  
 یکا روٹھ دس وقت رنے کا پتا پناہ شفیق پیدا ہو۔ یہ وہ جانتا تھا کہ بھی برتن  
 کے اس پر تاہم صدمہ ہے اور میر کی بات یہ انداز سے میرے غم کی سرکشوں کی  
 کو تکی تو برتن کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے رحوں کا۔ مگر جیسے کوئی چور رہا وہ پناہ  
 لگ رہا۔ یہ رعبہ نہیں رہا، اس طرح پرتاپ اس وقت پہنچتا تھا نہ۔ یہ  
 انسان کی قسمت بڑی حد تک موقعوں کے ہاتھ میں راق ہے۔ موقع سے نیک بھی  
 جاتے ہیں اور مدد بھی، جب تک مل چن زندہ تھا، پرتاپ نے غم کو کبھی تیار





ہاتھ ہڑ ہو۔ پرتاپ دیو رتی تار میں ہڑ سو گیا۔ اس نے کس کے پیچہ ہاتھ  
 لپیٹا۔ آج گھنٹہ ۱۰ بجی، پتا رہا کہ وہ چھوٹے اندر چھوٹے رکی نے اپنے پیچہ  
 غصہ ہو جائے گا۔ برتن اٹھ دیکھ رہا تھا کہ کچھ کی؟ میں یہ نہ ہو کہ میری بہ  
 رات مجھے ہمیشہ کے لیے اس نظر سے الگ کرے مگر سب مذہبوں پر  
 شیطان کی تشابہات۔

میں نے اس میں سوچا کہ اس نے یہ منہ کی تھیں رو جاتی۔ اس نے اس  
 مضبوط یا اس بزدلی پر اپنے تئیں حاکم کرنے لگا۔

بعد ازاں ملتان کے عتب کی طرف چلا، غنچہ کی چار دیواری سے اندر چھند  
 پڑا۔ باغچہ سے ملتان کے اندر جانے کے لیے ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ تھاق سے  
 اس وقت نکلا تھا۔ پرتاپ اس وقت یہ ایک ٹیبلٹ سے معلوم ہو مگر فی الواقع  
 یہ خانہ مصیبت کا دروازہ تھا۔ دروازے کے وقت پرتاپ کے ہاتھ پاؤں تھر تھرنے  
 لگے۔ اس میں ایک غصہ کی آواز کن تھی معلوم ہوتا تھا وہ سینہ سے باہر نکل پڑے گا  
 اس کا دھتکتا تھا۔ یہاں سے اس نے بہت دیر لگایا۔ پنی ساری قوت صرف اس کی مگر  
 نفس کا پروردگار رک نہ رہا۔

پرتاپ دروازے کے اندر داخل ہوا، دروازے میں تکی کے چہترے کے پاس  
 چاروں طرف سے پتا رہا کہ اس سے یہ غم مدت ہو۔ ملتان کے سب  
 دروازے نہ ہیں یہ نہ ان گھنٹوں سے چلی گئی؟

یہ ایک سے نہ اندر دروازے کی دروازوں سے پہلی کی روشنی کی شعاع ادا کی۔  
 سے دیکھی اس نے ہارنے کی قدری بھری گویا ہو میں رُجہ گا۔ دے  
 پاس کی صرف پورا دروازے میں نگاہ گا رندوں کی عیب دیکھے گا۔ اس کی سانس  
 اس وقت بری تیزی سے چل رہی تھی۔

اس نے ایک عید سا بھی پہن چھوڑا، وہاں بھرے ہوئے لڑش پہ ہاتھ میں قلم

یہ بھی تھی اور یوں طرف دیکھ دیکھ کر کاندہ پر کچھ مٹتی جاتی تھی جیسے کون سا عرصہ  
 نیوں سے مٹتی کون رہا ہو۔ تمام ۱۲ مٹیں تھیں اور کچھ سویتقی ہار لکھی اور ہار ایر کے  
 جہہ یوں طرف تائے گئی۔

پر تپا ہت میری سس رو کے ہوئے یہ چسپ نظر رہا بھٹا رہا نفس سے ہا۔  
 ہا ٹھو کے، تا مگر یہ یوں کا آخری قہقہہ تھا۔ اس وقت یہاں شہت کھا جانا گویا  
 پہوے اس میں ٹیھن کا جہہ پانا تھا۔ یوں و ساق کے خوف نے اس وقت  
 پرتاپ کو اس مار میں رنے سے پہلے جہاں سے مر گئے دم تک سے نکالنا البتہ نہ  
 ہوتا۔ جہہ یہ جہاں رہا وہاں سب جہہ کہ مار مصیبت سے پی نے و اس وقت یوں  
 ٹیھہ بنا ساق کے خوف و رہشیلی کا ہال تھا۔ ہا وقت جب ہا رہا یہاں غلوک  
 ہو جاتا ہے ساق کا خوف ہم وہاں رہوں سے پی بیٹا ہے۔ رہا ساق کے چہرے پر  
 ہا جو ار روی کے یک ایک روتی تھی جو تک و صالی و دیال و باندن کا پیہ دے  
 رہی تھی۔ اس کے شہے و متانت اور ہاں مدد کی کا پیہ ۱ ہے رہی تھی۔

پا کیہ کی میں سس سرش کے یہ وہ جاں نہ از تار رہا تھا۔ اس سے پرتاپ کے  
 نفس کا چہرہ ہوتا محسوس تھا۔ یہ نہ وہاں رہا بہت میں اس کا یہ پہا، غلوک تھا۔ وہ یہاں موثر  
 ہو کہ روئے گا۔ نفس کے جھٹنے یوں و سس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے وہ  
 سب اس نظر سے نے یوں غائب ہو رہے تھے جہہ غلطی سے ۱۱/۱۱ رہا تھا۔  
 اس وقت سے یہ خواہش ہوئی کہ اس کے پیروں پر سر پرانی ن خطوں کی معافی  
 مانگوں۔

جیسے ن مہا تار نہی کے رہو و جا رہا رہے اس کی کیا تہ ہو جاتی ہے اس  
 پرتاپ کے اس میں خود بخود غم و زہ ستر کے نیا، ت پیدا ہوئے۔ وہ اپنی غلطی  
 تھی پہا نامادہ سو کہ ہر جس کے ہا سے جانے کی صحت نہ پڑی۔ ٹیھن یہاں تک  
 پہنچ گئے نہ دے پا گا۔ وہ نے قدموں واری کی تیزی سے باغچہ میں گیا و رچا

یہ رو سے ہر کوڈ گویا کون سے نقاب میں ہے۔

سُجّ کا نقاب کا وقت ہوئی۔ پرتاپ کے یوں و طرح دن میں تارے چھمکا رہے تھے، ہر چل کی گھم گھم سے رگڑوں میں نہ تھی۔

پرتاپ پورا ہونا، آسمان کی خیریں پچھتا گئی نہ طرف پڑا۔ یہ ایک س نے سر پہ ہاتھ رکھ توڑنی کا پتہ نہ تھا ورنہ جیب میں گھڑی دکھائی دی۔ س کا کیکھ سن، یہ وہاں سے بے اختیار ایک آہ نکلی

بھس وقت ہمارے زندگی میں یہ توقعات بوجھ بنے ہیں جو وہ دن میں س کی صورت پہنچا دیتے ہیں۔ سچی و مدین کی ایک ترچھی جگہ بٹپے و نیک نامی کے ماقویاں گمان پر پہنچا دیتی ہے اور کبھی یوں کی ایک نصیحت شوہر و مہر تار و شادابی ہے۔ عہدِ مدہ تیں پہنچا گئیوں کی گاہوں میں بھیل و رونا کا چہرہ نما نہیں رہا۔ شست و ریش۔ نہانی زندگی میں سے موقع حد و دھوکتے ہیں۔ پرتاپ چند کی زندگی میں بھی وہ مہربان وقت تھا جب وہ پچھلے میں ہونا، گاہ کے مارے رہے رہیں و افسوس و مدت کے منسوب ہونے لگا۔ اس کی ہوسد افزوں نے سے ذلیل و حور رنے میں وں سر نہ رکھی تھی۔ مگر س کے بے یہ تار و نہ تار و نہ کا تار و نہ ثابت ہو۔ کہ یہ تجربہ نہیں کہ س بھی بعض وقت آپ حیات کا کام دیتا ہے۔

اس طرح س کا جھوٹا سلگتی مولیٰ کوڈ بکاتا ہے کی طرح سٹر دے دوں میں رہے ہوئے خوش و منتہا رہے کے بے کی ہر کی تحریک سے متاثر ہوتا ہے۔ پنی مسیبت کا تجربہ و دوسروں کی مصیبت کا مطالعہ با وقات ال میں وہ جگہ پیدا ہوتا ہے جو صحت منافع و رخصتی منابت کے ترے ہی ممکن نہ تھا۔ سچہ پرتاپ چند کے دل میں ٹیپ و رے غرض زندگی بسر کرنے کا حیل پتہ ہی نہ تھا مگر غرض کے اس تار و نہ نے وہ منظر یہاں ہی حید میں سے ردی جس کے طے



قدم میں رہیں۔ نہ رکاوٹیں۔ یہاں تک کہ وہ کھڑے ہوتا اور دل میں کہتا کہ میری زندگی یونہی چلے جائے۔

رفتہ رفتہ اس کی پہچان ہوئی کہ وہ اپنے نئے مسکن سے پہلے سے  
 شام تک دیر رہے۔ وہ بیٹھ کر کتابیں پڑھتا تھا۔ پڑھنا اس کی طبیعت سے  
 تھا۔ وہ اس کی طاقت بڑی بردہست ہوتی تھی۔

قلمی خدمت کے خیال میں غرق رہتا تھا۔ اس کے دل میں وہاں پہنچنا چاہتا تھا۔  
 اس کے غیر ملکی خدمت محال ہے۔ اس کی طبیعت ضعیف و کمزور ہے۔  
 پھر وہ اس کی کمزوریوں کو اس کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ وہاں سے اس کی طبیعت  
 تھک رہی ہے۔ وہاں تک جاتا ہے۔ کاموں میں سے وہ جلدی حاصل ہوتی ہے۔  
 یہاں تک کہ اس کی طبیعت میں اس کی طبیعت کا شہ ہوتا ہے۔ وہ گھر سے  
 نکلے کہ کوئی بہتر نہیں ہے۔

اس کی طبیعت میں اس کے گھر سے دور رہنا ہے۔ وہاں سے اس کی طبیعت  
 میرے دور کا رہا ہے۔ اس کے گھر سے دور رہنا ہے۔ وہاں سے اس کی طبیعت  
 گھبراہٹ ہو جاتی ہے۔ وہاں سے اس کی طبیعت  
 تھی۔ اس کے قریب ایک چاند پر اس نے چاند بن گیا۔

یہاں رہتا ہے۔ وہاں سے اس کی طبیعت  
 محسوس ہونے لگی۔ وہاں سے اس کی طبیعت  
 تھی۔ اس کا بہت بھی ہے۔ وہاں سے اس کی طبیعت

ایک روز وہ شام کے وقت بیٹھ ہوا تھا کہ ایک شہر کی ہوا اس کے  
 کانوں میں آئی۔ وہاں سے اس کی طبیعت  
 مڑ رہی تھی۔ وہاں سے اس کی طبیعت

یہ دیکھتا ہے کہ خوفِ رتیر پر شہ سے غارت ایک سے کی ہر ن پر ٹوٹ پڑ ہے  
 اور اپنے مکی جزیرے کی روان میں چھو رہا ہے۔

اس کی مٹھوں سے چنگاریاں نکل رہی ہیں۔ یہ نیت ناک نظر رہ دیکھ رہا  
 ہے۔ چھوٹے یہ وہ بے اختیار کی طہ پر ٹھہرا ہے جسے گا کہ مسد میں چھپ چھپ کر  
 ثناء میں ایک ان غریب شخص جس کی ریشہ و رناف تک ملی ہوئی تھی، ریچہ و بد  
 کا مل کی طرح مہر تھا۔ ہاتھ میں ایک نہ سہیے کا اور یہ نقد و مہر کا، شیر  
 سے سر پہ جا پہنچا۔ شیر جہاں تو تھا ہی، شہدہ ہر مٹھوں سے کھورتا ہو دوڑ کر دوپ  
 تے ہی رن تکھیں جھپک نکلیں اور یہ حصہ و رخصت کی طرح جو اپنے حق سے  
 معافی کا طعنب سوار میں پڑیٹ گیا۔

ساتھ نے تے ہی ہم چوں و غنوں میں ہی یہ وہ مسد میں، مرگ چھاپے  
 نہ دیہ۔ چند بڑیاں پتھر پر گھس رہی کے زخموں پر نگاہیں اور تب پنی شئی ہوئی پر  
 تار و گلا ہے خون زیب، سے رہا تھے، وہ سے کے لیے جتنے کی طرف پڑ۔ ہونی  
 ٹیوٹا رہی رن مل سے پھوٹوں کو وصل و ن سے ہے جاتا ہو۔

پر تاپ چند کس حیرت انگیز رشتے نے تہا متاثر ہو کہ کچھ ایرنگ تیش اور کی  
 طرے سے مس و حرکت کر رہا۔ پھر وہ چسے گا افسوس! یہ میری تہا تہی ضرور ہے؟  
 یہ مجھے پنی چوں تہی پید کی ہے۔

پر تاپ چند پنی بڑیاں پر یہاں چھبھدیا کہ نکلیں سرخ سوئیں۔ خون جوش کھانے  
 لگا۔ ایک مضبوط لکڑی کا نہ، تھا اس کی بدست شہن کی طرح ڈھڑکتی، لنگوں سے  
 دوڑتا ہو شیر کے گلے پر چاہیچھا۔

شیر سے دیکھ رہا تھی کسی کے تہا مردہ گئے۔ ہاں کی طرح رچا و رقیب  
 تھا کہ جست، رر پر تاپ کی رن دلوچ سے کہ تے میں بکری کا کندہ اپنی پوری  
 صفت سے اس کے سر پر پک ایا۔ مگر شیر کے نو دی سر پہ اس کا پاؤں نہ سنا تھا۔

۱۰ درجی جیو در زور سے رجا کہ بٹلے تمام جانور پی مین گاہوں سے نکل پڑے۔ مردوں گے بچوں و تیرے پر تاپ کی سر میں ٹاس دیا۔ انکس کے سر پر گند سے گاہر پڑا تھا پر۔ ٹاس کھڑے پیچھے کی طرف دیکھا تو ہاتھ بڑا بھڑکے ہیں۔ اس نے نور پر تاپ ہاتھ دیا اور اس سے رہتا ہوا بھاگا

پر تاپ چند نے سب دہائی کو شرمندہ سے "نے جاتے دیکھا تھا مگر اس وقت جو ۱۰ ایک سے ت کے پر جاں چہرے پر نگاہ کی تو صورت کچھ، نوس کی معصومہ مونی۔ سوچے گا کہ میں۔ میں کہیں دیکھتا ہوں مگر جھٹلے نے ہاری نہ دی۔ مدت سے مر لکھا رہا

"میں نے آپ نہیں دیکھا ہے"

سب دہائی نے مسکرایا

"یہ میں نہیں کہتے۔ برسوں آپ کی گواہی میں تھی۔ ہوں"

تو سختی پر تاپ کی آنکھوں سے یہ وہ ہسٹیا۔ ٹیڈ نے دستہ کی بول تک آ پہنچا۔

ایک مرد نہ پر جوش اور بے حواسی کے ساتھ ت کے پیسے سے پہنچا اور آنکھوں سے آنسو کے قطرے رنے گئے۔

مٹھی کیساتھ اس نے یہ نہ شگفتہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور "سوچو چھنے گئے۔

21

تیار کی

جیسے ہوں منجھد عار میں پڑی کشتی ملوث تے تھپتھپ میں اور تل لکھ کے ہمسوؤں سے اپنی جان بچا رہی بندہ کی "غوش میں جا چھتی ہے۔ کی صر پر تاپ چند سے ایک یہ مسکاس میں "یہ تھا جہاں اس نے دماغ کو علمیات تھا ورتا رہا۔

وہ اس چھوٹے کھٹکے ہوئے مسافر کی طرح نہ تھا جو نڈھیری رات میں ٹھوہریں  
 اٹھاتا چلتا ہو۔ باب سے پارستہ ورنہ منہ متصوہ اصف نظر آتے تھے۔ فٹنی سیجیون  
 کی سجت ورمقیں سے چھری مٹھوں میں کس کے دس سے دس دھڑوں کو روایں  
 جمہیں و سخت ہاشوں کے بعد جلی وہ ررنے میں چارے طور پر کامیاب ہو تھا  
 ایک طرف کال کی چند روہتر کیرس کے جیسے برسوں کی مدرولی ٹکٹس ورمطالعہ  
 سے مدہا بہتہ ریہ و سفید ہوتی ہے۔

مشی جی سے ہر روز ٹھکوت گینا پڑھاتے۔ نہیں نے پکی زندگی کا بیشتہ حصہ بحر  
 عمیق کی فو اسی میں سے نکالیا تھا۔ ہر تیس چار سال تک ہی چوہوں و سفید بیوں  
 کے شرن و دش سے خوش چین کی تھی۔ ایک ایک کاتہ چینی کی سی تڑتار کرتے۔  
 کالہ پیا ہکس ورمطریون یہ سرور گلیز تھا کہ پرناپ پر خوامر موشی کا نام  
 طرد ہو جاتا۔ اس کے ایک ایک صف میں وہ ٹر ہوتا تھا وکی خاتمہ روحانیت کے  
 سنہ و تکی و باتوں میں ہوتا ہے۔

پرناپ چنکر کے حسابات روز بروز زیادہ پاک، زیادہ سے غرض ورجو سلعے زیادہ  
 مسیح و زیادہ ہندو ہوتے جاتے تھے۔

کس نے یوگ کی ترقی کی شون رائی تھی، جوں جوں میہ میں وہ آگے  
 قدم بڑھاتا تھا، اس کی مدد میں یہ وہ مسیح ورجو سلعے جاتی تھیں۔

کس طرح وہاں زرر گئے۔ پرناپ چند کے قے، سہانی تیروں کی طرح  
 مصوبہ ورتہمد ہو گئے۔ انہی سے انہی پہاڑیوں پر بے تکان چڑھ جاتا۔ منروں  
 کی مسرت طے کرے یوں مینہ گویا کی رائی کی سرور کے لئے۔

قوت بردشت تھی مصبوبہ ہوئی تھی کہ برہمنان پر سگیں چاٹیوں پر کام کرتا تھا  
 جیسے گرم سے پیت گویا۔ تہ مطاں میں فٹنی مدوں پر پیتا سو ہے۔ کالہ پیا  
 روش ہو گیا تھا کہ دیکھنے والوں کی سبکیں جھپک جاتیں۔ اس پر شاہوں تک بھرے



موتے ہوں، درد سے بھرن ہوں، زور لگائیں سے رحم کی سورت بنائے ہو۔  
 تھیں۔ رہن رنہ روں پر ہر نو امید، یہ معصوم ہوتے تھے گویا یہ بے شع پر نار  
 سورتے ہیں۔ کیا میں مرد نہ تھا کہ پہلی کی نظر میں کسی تصویر پہ دل پر ہمیشہ  
 کے لیے کھینچ جاتی تھی

یقیناً جب وہ پناہ میں تھا، کریم کریم کریم ہو گا تو نیایشوں سے وہ  
 چہرے میں کسی پر نار ہوتی ہوں گی۔ اس وقت وہ حلیوں میں ہونے لگے۔ اندر  
 بڑھتا ہو چھتا تو پہاڑوں سے جتنے وہ مہر اور عورتیں نظر کی صورت پر کسی کے  
 رہ رہ رہ رہ جھٹکتے اور جس وقت جھڑپوں اور چٹائیوں سے سپنے اموں میں  
 پسپائیں کسی طرف غلطی کا راہیہ کرتے۔ اس کے سناج میں تاثیر تھی۔ باتوں  
 میں وہ منہ اس اور منکھوں میں وہ چہرہ کی، وہ سوچ کے ایک یہ سمجھتے کہ وہ ایک  
 ہوتی ہے

ایک رہ سچوں نے پناہ پناہ سے ہے۔

"نہ تہ جی اچلوں تمہیں، ہرے مقامات کی سے رہیں۔ کسی پاک سر میں پر  
 تے کی نیوں وورش دیا سے موندہ نوڑ رہنکوت بھجن رہے ہیں۔ میں نے ایک  
 ہر سب کے درشن کرے ہیں مگر۔ پھر ان کے درشن رہے کے سے جن لے چین  
 ہو رہا ہے"

پر تپاں میں سر ہوشم حاضر ہوں۔ یہاں سے اس طرف کا مقصد ہے۔

سببوں نے پہلے سنت اسامہ و جیل کے وہاں کی مہتمم کے ارشاد ہوں  
 گے۔ وہاں سے پورے کی طرف کیڑاں ہے کیدش سے سیدھے کیون سرور کی  
 طرف مدد کریں گے۔ بددش مقام پر ان میں ہر نہیں نہ ہو گا۔ مین مار کے  
 نارے شری برہم نہ جی کا دعاء ہے۔ ان کے قدموں پر رہ جھٹکے میں گے۔ مجھے  
 تے کی رشیوں سے فیض محب کا موقع ملے گا مگر رہا نہ جی تاروں میں چھند ہیں

تھیں دیکھ رہے تھے۔

پرانپ پھر سے رو گئی و تیار کی رنی ٹیون و ورتیاری یہ تھی۔ وہ مرگ  
پھر۔ جزو بیوں کا قلم و پرچند تاریں ک مسکن ن ماری کائنات تھی۔ میں  
ک نے نکل میں مایہ و مروتوں پل ہرے ہرے۔

مگر بھی یہ پہاڑی سے ترے بھی نہ تھے کہ جنگلی ج نوروں کے نول کے نور چیتے  
پا تے پھٹتے ہرے خرم تے۔ مرن ہریں و پرچند شیر چیتے سب کے سب پہلو  
ہرے جھگے چھتے تے تھے۔ گویا یہ ایک پنی ہمن میں یہ مست تھا کہ سے دوسروں  
کی جبر تھی کہ تن ن تن میں ن پانوروں نے ن اوں بھگروں کے راقہ  
باندھیا۔

وہ ن کے ماتھ چھتے گئے گا۔ کوئی بیوں کے وہ سر رنے گا۔ وہ ن و اناک  
میں رہتے رہتے ہوئی روں بیٹیں ہو رہیں کی طرف تاک رہا تھا۔ گویا پنے چن  
ن جہ ن کا صدمہ ظہور و قیامت سے بہت ریا ۱۰۰۰ رہا تھا۔ بے زبوں کے اس  
میں بھی وہی حد بہت و وہی صدمہ لرق ہوتا ہے جو صدمہ تان ن کی رمدگی تل  
ر دیتا ہے۔ رچہ ک کا سہر س ف نہیں ووں کے روبرو ہوتا ہے۔ ن کی  
نرونی کائیں مٹی ہوئی ہیں ورتن کی مٹ میں ک قدر و سچ کہ م ظہور کی یہ  
نیں ن کا حاطہ نہیں رہیں۔

یک یہ کہ ک و تن کے فو روں سے ن و فو ۱۰۰۰ دیوں و پکی ہر روں تھی۔  
ک مسکن ن بے ہر و ن خوش فعلیوں کا نرہ کا صدمہ تھا و ان کے تنھے تنھے  
نوصرت دیوں کے سوے کا گورہ و رقیبیں رنے کامیوں ک پر حرقہ میں  
ر و ہر مٹی و رقتیں و رقتیں مست پیدا رتی تھیں۔

شام ہوئی تھی و روتوں ۱۰۰۰ مروتہ و رقتہ بر صا تے ج تے تھے۔ یہ معلوم ہوتا  
تھا کہ ک و تن کے یہ یہ کوے و روتہ و رقتہ کائنات کا نرہ میں چھو ہوا تھا نہ

سے قدم چھلنے تھے نہ س کے قدم ڈمگاتے تھے۔ تیرہ ہفتارہ ایوں جہاں شہیدوں کی روح سے قدم نہ اٹھتا۔

نمودی چوٹیاں جس کی بندی کو پرندے غم نگاہ حسرت سے دیکھیں۔ س کے لیے یہ سہل تر رہتا تھے جیسے وہی صاف ستھری سڑکیاں کی پٹیاں اور پٹوں کے دل مردوں کے دل تھے اور غصہ، شہروں کے

پر تپ کا قہر، خیر نمونہ شہاب تھا مگر مٹتی جی لگی بہ ہوا بیچ نہ رو کے یہ پٹاں سے دوسری پٹاں پر کود جاتے اور پر پڑ رہو، تالی مائوں میں لے مٹی دھکس پڑتے، گوہر سہا سہا تہریں نہ لگا ہوں میں ان نعمت میں تھی۔

دن طرہ دہائیوں میں ٹی میسے رنگے۔ دن بھر رات چلتے اور راتوں میں رات رشتی کے تھن پر صبر جاتے اور س کے ست سنگ سے فیصلہ کیا جاتے۔ پر تپ چند کوششیں حیل کرتا کہ ریاضت قدم کی عفت کے ساتھ نہ مٹنے کی طرف متوجہ ہوتے قہر و غریب، جو راجہ کا نشان مٹا دیتے۔ یہ روشن اس رنگ تھے۔ یہ مستحق دولت و ثروت و جاہ و نام و نمود و دوسری دنیا کی نعمتیں جو حضرت نسا کی رنگی کا معراج نبیوں کی جاتی ہیں، ان کی ٹکڑوں میں ٹھہر سٹریزے تھے جو حقیقت کے موافق اور گیس مہر و رے نوں میں پچھتے۔

وہیں ہر نام نہ تھا۔ سے ہٹا ہٹا، جس کی دست رتا ہے۔ رانیوں کی جگہ کی ہے س کے کٹ گئے ہیں تو وہ کوہِ ہالیہ ہے اور یہ جگہ کی کٹ گئی کی جگہ ہے۔ جگہ وہ مقام ہے جسے پر توں میں ہو کہ کا مقدس نام یاد کیا ہے۔ یہاں گدھر۔ اور پس میں جاتی ہیں ورن کے بھٹک نٹوں کی دوسرے صد شوق کے کانوں میں جاتی ہے۔ پر تپ پر س منہ سے خود سنی کی یہی صحرایہ ردی۔ ٹکڑیں دھر سے ہٹے کا م۔ نہیں۔

روح و قلب پر ایک تھم س میر رعب چھ رہا تھا۔ سولی یہاں ہی ہے تقدیر شخص

یوں نہ ہو مگر کچھ سہارے میں داخل ہوتے ہی ساری رات پرہیز و سہارے کا جو  
سہارا تھا وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

یہاں تک کہ وہیں سہارے میں کئی راتیں پر قدم رکھنا چاہا مگر نیت سے شام  
ہوتا ہے۔ اس طرف نظام بہار تک پہنچا ہے۔ یہاں پہاڑیوں کا ماحول چھوٹا  
ہے۔ یہاں کے پہاڑ ایک ایک پر بے قاعدگی کے ساتھ کھڑے ہیں۔ وہاں پر  
مندر بنائے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
پہاڑیوں پر کھڑے ہیں۔ یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے

یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے

یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے

یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے

یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے  
یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے یہاں کے

جب سے مٹی جیوں، تیرے گھر میں ہر پتہ پر چاند نہ آتا ہے، یہاں  
وقت سے بہاؤ، زندگی سیر میں ہر تبدیلی کو نہ تھی۔ کس سے بھید کے کاروبار  
رتی دینا شروع کیا اور سے نہایت متنبہ رہنے پر پہنچا دیا۔

مستری جی بدستور ایسا رہی، ہر ہوشیاری سے یہ کام کرتے تھے مٹی سمجھو  
یہاں سے رہنے میں بھی کاروبار کو ناروغ حاصل نہ ہو تھا۔ سہارے کی رات  
میٹھے بیٹھتے سے سردار رتی تھی، ہر مرنی پا۔ یہ فکر میں پیش رہتی۔ پانی  
یوں کا حساب جانتی۔ اور کبھی بھی ماماؤں کے کاموں دیکھ بھال رہی۔

نکاح میں سے یہ نکاح ہو گیا۔ اور رات سے جو کسے پر نے  
شعل تھے کی تندر پوری ظاہر ہونے لگی۔ وہ جو روز افزوں شدتی کے سہا نے  
خرچ و ہانی دیا وہ نہ ہونے لگی۔ بڑی بڑی منتوں سے پرتی اور یہ سب کس  
یہ کہ پرتاپ چند صاحب مال ہو جا۔ اور پنی زندگی وراثت باں خوش حال  
رہا۔

سہا کو اپنے سونہار بیٹے پر ہر تھا۔ کس کی زندگی نہ رتی رویداد سے بقیں ہو  
گیا تھا کہ جو روزوں میں رہ رہیں نے وہاں لگی تھی وہ روز پوری ہوگی وہ کالج  
کے پرنسپل اور پروفیسر وں سے پرتاپ کا خلیہ طور پر پتہ دریاہ رتی تھی ورس کی  
رپورٹوں کا مطالعہ کس کے لیے ایک اچھپ فہم نہ تھا۔ یہی صورت میں الہ آباد سے  
پرتاپ چند کے لیے پتہ سوجے کا تار پہنچا گو یا دوسروں پر غلی کا رہا تھا۔

سہا نے ایک شخصوں کے ساتھ رہا تھا۔

تیسرے دن پرتاپ چند کی آہیں، پتے و دروہے ہاں بھی پہنچے۔ یہ رقم  
پر ایک اور چہ کہ تھا۔ یہ دن وہ پرتاپ چند کی ماں میں مٹ چپ رہی تھی کہ نہ  
یک ریشمی رومال میں بہت سے خطوط حفاظت سے پنے سوئے لکھائی دیے۔

یہ دن کے مخصوص تھے، سہا نہیں پر ہنسنے لگی اور یہ یہ ر کے مار فتر ختم رہا

۱۔ سن ۱۱ بہت رہی دوسرے دن برتن نے جب خبر لی تو وہمہم نی سولی پہ  
کے یہاں آئی۔ سہا نے خطبہ کا ایک پندہ اس کے سامنے پھینک دیا اور منہ کھیر  
یا۔ برتن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ کھڑی ہوئی اور پر غور رہے میں یوں  
”چچی! کس بدمان پر آپ بہت دھچکتا میں گی!“

یہ ہمہ مردہ نے قدم پئے گھروٹے آں  
پریم ہوتی کے سر سے نحر پاتے تھے پرتن ناتھ پندہ سے ۱۰ راجا چن مئی تان  
سے رہ نہ ہوئے۔ اس سے جیتے جی تے تو مدقات موتی۔ مرے پر سے تو مئی  
لیکھن بھی صیبت نہ ہوئی۔

مر تک شری سسٹا ر سب بڑی دھوم دھم سے دیکھے گئے۔ دو ہفتہ گاؤں میں  
خوب ہوئی رہی۔ اس کے بعد راجا چن مراد آباد چھٹے گئے۔

۱۰ پرس ناتھ نے پندہ پینے کی تیاری شروع کی۔ ناکہ ردا تھا کہ یوں نہ آباد  
پہنچتے ۱۰ پندہ چائیں مگر سیون نے ضدن کہ یہاں یہاں تک ۱۰ میں تو برتن  
سے پاس بھی غور پلینا چاہئے، ورنہ سے صدر مدہ ہوگا۔ چھٹی کی کہ مجھے پیس سمجھ کر  
دووں نے بھی تیگ دی۔ لونے بہت تیل و صحت کی کہ مجھ نے جو بطلب سو  
جائے گا۔ معطل ہو جاؤں گا۔ یہاں تک کہ تنہ کی فورت آجائے۔ مگر سیون نے  
اس کا ہاتھ پر رتن صرف اس تو کھی ۱۰ اور ڈوا سے دیکھا جس میں بیون بھی تھی،  
ضد بھی در رضا بھی تھی اور محبت بھی

لہو س ڈکاہ حرن تاب نہ لئے۔ رضا سے ۱۰ راجا یہاں ضد نے مشعل تھا۔  
بیوی کے گلہ راض کاہوئے۔ سہا سے ۱۰

”رہ دیں بیویں“

بیون نے ”سچہ مہارانی نہا کریں گے ۱۰ خوش ہو جائے گا“  
لہو ہوش ہو گیا۔ اس ڈکاہ میں غموں کا شہ ہے، ناکہ کے گھر راجا میں ہنگاموں



تہ رہی رکھے سوئے تھے۔ مجبور ہو کر ان سے پی تازہ نم نالی۔ منہ سے  
 پسے مصدقہ کا نکلنا تھا کہ بیوی کے روئے ہٹے ہرے ہو گئے اور جب تک ساری نظم تم نہ  
 مولیٰ، انکس حیرت نہ میسر کی پنا تھیں صحبت نے اس میں تکیہ کیا اور وہ پید  
 آیا تھا۔ تاہم مصدقہ سے اس کے گوشہ صبر میں ایک سکہ دینا ہوتا تھا اور کبھی بھر  
 بھرتی تھیں۔ جب برہنہ خاموش سولی تو ایک ماں بندھا ہوا تھا جیسے کون دشن غم  
 نہ ہوا۔ بیوی نے برہنہ و گئے گلیاں اور وہڑی والی لہو کے پاس گئی جیسے والی پڑ  
 یا کھلونا یا روحی سے وہ زمانہ سوئے بچو یوں کو دکھانے والے

لہو اپنے مقابہ نامہ اور غمی لکھ رہے تھے میری مدد سخت پیار ہو گئی اس وجہ  
 سے حاضر خدمت ہونے میں دیر ہوئی۔ میدان رہوں کہ ایک ہفتہ کی رخصت عطا  
 کرمانی جا۔ بیوی ہو، پھر صحت پنی و خست چھپا دی، مسئلے انسان  
 میں بھی رہے۔ اپنے آپ کو دھوکہ دینے سے نہیں چاہتا۔

بیوی نے: "مذہب تو نہیں برہنہ ہوتا ہے، اس پر ضرب ٹھوگے"  
 پرنا پھرا؟ اس میں کوتاہی ہو ہے، اس میں بھانج بھی تو گایا رنی تھیں  
 بیوی نے: "مذہب تو شیوہ بڑے بے جبر ہو، اور چل رسنو، پیچھے ہٹنا، مجھے تو اس کی  
 شہری پر چننا ہو رہا ہے"

پرنا: "چھو ایک دیکھو، پھر بتاؤ"  
 بیوی نے: "ابھی مجھے چھ نہیں بتا میں اسے کاندھ ٹوٹی ڈور کی"  
 بیوی نے: "ناتھو، شش شش ہے، وہ بھی تک بھی بچہ ہے تھے کہ برہنہ  
 نے کوئی معمولی جین بنایا ہوا۔ ان کو ان کے لیے مقرر رہو رنی ہوگی  
 مگر جب مذہب ریشے و ریزہ نہ ہوتے، تو اسے جی پر زور علم پر یہ کی متواں  
 پر جس شہر کی تو مصداق تھی، انکس حل ہیں

نظم یہ تھی، درد کا دریا اور زلفت کا یہ فقر تھی۔ نبوستے تھے ورمہ میں



”رہجو متے تھے۔ غدا کی بکریاں شہر پر چال دی گئیں پر وہ زہرے  
 خنجروں سے اٹھتی تھیں۔“

نہیں نے بہت سے شاعروں کے غلام دیکھے تھے مگر یہ مندر پرہری، یہ تاریکی، یہ  
 جذبہ کہیں نظر نہ آتا تھا۔ اس وقت کا وہ بدھویا جس طرح صبح آفتاب سے قبل ہانسی  
 ہر نہ ہون جیتی ہے۔ گایاں ہنسی ہیں پھول مکتے ہیں درخت، ان پر بھی سرخی پھا جاتی  
 ہے۔ ایک ایک عمر میں گلہا ہے ناروں شہری و رستم و ناگ ہو جاتی۔

کس پر برتن کا سر یہ ہیں اور نہ زکریا شہر پر ہوا کا کام سر رہی تھی۔ یہ وہ  
 شعور تھے ان پر برتن نے اس مجمع کی طرح حدیث  
 لغو و کسیت سے گئے تھے مگر جب وہ غمزدہ تھی یہ محسوس ہوتا تھا، وہ پہلو  
 سے اس نکل گیا۔ ایک اسوں نے برتن سے کہا  
 ”تمہارے غلام جیسے بہت مقبول ہو“

برتن نے سر جھکا کر کہا

”مجھے یقین نہیں کہ وہی اس کی قدر کرے“

پر برتن تھا یہ ممکن ہی نہیں رہوں میں کچھ بھی حساس باقی ہے تو تمہارے  
 غم کی صورت و رنگ، ایسے وہ موجود ہیں جو پھولوں کی مہک سے رشارہ  
 ہاتھ تپتے ہیں جو چہ یوں نہ چہ نہایت کے ہاتھ کا طیف لٹکتے ہیں  
 تو وہ تمہاری کوتاہی و غم میں جھک دیں گے۔

برتن کے اس میں وہ مدد کی بید ہوں جو ہر ایک مصنف و سپہ فکارت کی ہوتی ہے  
 اپنے غم کے مقبول و مبسوط ہونے کے دیوان سے ہوتی ہے

تاہم وہ نہیں نہیں رہتا زکریا شہر کے رہتا تھا۔ یہ تو ان دنوں کو  
 نام کا پھر رہا نہ ملتا تھا۔ پر برتن تھا نے پرہری کی مشق ہو رہی تھی۔

یڈیٹر صاحب یہ نکتہ جڑ رگ تھے۔ اس کھوں رگ کی دلدلی و رگدلی۔

جب پستہ کی مار میں مد کے خوشوں میں نہیں ہاں بہن رنگی توں سے دوس  
میں ٹھہر کر نگھوں میں جہاں

شاعر کی فکر و لیل و نین قیامت کا نصیب ہوئی ہو۔ وگ پڑھتے تھے  
وحریرت سے یہ دوسرے کام نہ تکتے تھے فہم حلقوں میں منتوں تک متوں تا زمین  
کے چہ چہ رے کی کوٹھیں ہی نہ تھا کہ یہ ایک گستاخاں کا کلام ہے۔ فیصلہ یہی  
تھا کہ اس شاعر کا ہاں ہو گیا ہے

میں ہاں مد کے سچے پردن کے کلام سے مزین ہو گئے، اور بھارت بہر  
کلام چہ پچی زبان پر چہ چہ گئی۔ ہاں خبر یہ حالہ یہاں نہ تھا جو بھارت ہاں کے کلام  
سے اپنے تئیں نہ سنو رہا ہو۔ آخر رکھو تے ہی ناظرین کی نگاہیں بھارت بہر  
بہر ہاں گئیں۔ ہاں اس کی جتنی نیو بھارت میں نہ تھیں۔ اس نے  
خود شاعر کا معیار روپی مرویہ تھا۔

تعمیم ہاں رن کے یہ ماں شاعر کی جو وہ لکھی علی یوں نہ ہو یہاں زمی  
مہر تھا نہ کہ قلم حیرت میں ہاں تک کی و کاوں کاں خبر نہ ہوں کہ بھارت بہر ہاں  
ہاں پر ہاں ماتھتے رہا نہ گیا۔ ہاں سے نہیں تھن نہیں نہ عقیدت ہوں تھی وروہ  
مہیوں سے اس کے حالات زندگی بھائی فرمیں پریشان تھے۔ بیوی کے ذریعے  
سے رفتہ رفتہ اس کے ہاں خیمیت سب دوریانت یہ بھارت بہر کے غلوں سے  
یہاں پر ہاں مضمون لکھا۔

ہاں ماتھتے پہلے بھی ہاں مضمون نہ لکھا تھا مگر وہ عقیدت نے اس کے تعمیم ہاں  
وہ بھی بنا دیا تھا۔ بھارت ول سے ہاں تک چست و مدیاں تے پائیہ تھے۔

اس مضمون کا شاعر ہونا تھا کہ ہاں ہاں ہر چہا طرف سے ہاں دنی کے ہاں نے  
ہاں گئے۔ ہاں چہاں مدیاں ہاں سے اس کی صداقات کو گئے، ہاں ہاں ہاں چہاں ہاں  
وہ تھی ہی پرانی سکھیاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں کے درختوں کو

میں۔ بڑے بڑے صاحب فطرہ صاحب خوار کی دکان میں حکام کے رہبر بھی  
 سر نہ ہکا تے تھے، جس کے دروازے دیر تے تھے تھے چدر خواتین۔ مگر  
 یہ میں کیا جی چاہتا ہے کہ تمہارے پیسے پر نہ رکھ رہیں وہاں کے  
 دروازے پہ ایک میسر گارہتا تھا

23

موت

موتی بیویوں میں پتا پچھ جوں کی سونی پر ہر نندہ کی کے رہبر پہنچے کہ  
 میں نے چونک رہی تھی۔ میں نے یہی کہہ رکھی تھی کہ حقیقت سے یہی ہے کہ  
 جیسے یانہ اور تب مصفا سے انہوں کو وہاں کے قدم ہاتھوں سے  
 لگے سونی جی۔ نہیں تھ کر چھاتی تے گلیا اور میں جی ہر ایک غریب میں  
 پوچھے رہے۔ بعد میں مسٹر پر ہر ہاں ملے ایک دفعہ شفقت سے اس کے  
 رہبر پہ تھ رہا ہے  
 ”تھک و نہیں گئے“

پتا پچھ چند چھوٹے بندے۔ کا۔ اس وقت وہاں قلعہ صہل ہو رہا تھا۔  
 اس کا مڑا ہوا بیٹا ہے۔ ”مگر رہا نہیں“۔ مگر اس وقت وہ سونی جی کے پیٹ سے چہ  
 سے یہاں مصروف ہوتا تھا کو یہ یہاں کے رہبر میں غوطہ گارہوں۔ اس کا  
 اس و اس غوطہ غوطوں پر رہا تھا سے نیچا ہو پید جاتا تھا جیسے کوئی مٹی ہوں  
 وہاں میں نہ رہ رہ جاتا ہے۔ یہی کیفیت میں رہی تھی۔ کیا تھا کہ پتا چتا  
 تھا جیسے کوئی سے ہر تل ہوتی تھی کہ میری یہ حالت کیوں ہوتی جاتی ہے۔ میں  
 ”مٹی کی کشش کا تے“ تھ رہا تھا مگر اس وقت صہل کا جو رہبر غریب میں رہا  
 پہ ہوتا تھا وہاں اس فکر و تیز کے نہ رہے سے رہا تھا۔

مگر یہ کیفیت صہل پتا پچھ کی نہ تھی، مٹی جی حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ

۲۰ بی بی جی پر، ہندو جی کی پوری ٹھیکیں بھی کسب ہوئیں ہیں اور اس کے روشن چہرہ پر  
 جھومر اور ساقیت کی تصویر تھانے پشانی کے گارنڈیاں ہیں۔ یہ کیا ہے؟ کیا کشتی نے  
 رہا میں پچھل ڈال دی اور رہا بھی وہ جس کی تھانہ میں۔ یہ تو سب سوتے ہیں  
 یہ۔

دوسرے دن ۲۰ بی بی جی نے بامبر ملکو دیوں کی تین شام کی۔ یہ سارے  
 کامل کے اور نور نے رات تھانہ ہو ہو سچ تھانہ پر پڑھتے تھے بزرگ تو جہا  
 ہے۔ اس وقت وہ زبوں مہارک سے اپنے دربار میں میر کے رچاؤ کی کشتی  
 نے لیتے تو اس کی چھڑیاں اور وہ بیہوش کے چاروں آج جمع ہوتے ہوئے کسی  
 نے ان پر جادو کر دیا۔ درمیان کا جھومنا بن ہو جاتا مانس ورنی کریں تھم جاتیں،  
 ساری فارت پر یکدم سوئی کا جام چھ جاتا، کھانڈت کے یہ انی رشتے ہیں  
 سوئی جی کے دیوانے کیش کی چوبیس سے بھی ریو، پند اور بیان سرور ورنی  
 ہو ریں سے بھی زیادہ روشن تھے۔ تھانہ معرفت پر جب تھانہ رتے تو معنی کا ریو  
 سادیت۔ اب اور لکھ کے رادشا مہارک تھے۔ اور میں جب سوئی جی بک  
 مرگ چھڑے پر مانس ورن کے سب اب پتے اور دیوں اور میر کے پائینہ  
 دیوانے کی دودیت۔

حیرت تو یہ تھی کہ اس گنجائیت میں وہ بھی سوئی جی کی علم و تہذیب کی رفتار و  
 زین سے آگاہ تھے اور شہر جدید کی مکشافت و نظر و تحقیقات پر سے پرورن  
 نیا ستا صہرہ تھے کہ پرتاپ الگ رہتا۔

کٹی کے متانے پر دنیا کے کتے کی مہر و فضل نے انہی کی تھی ہر کتے  
 یاج مدد برہمنی و رشاد ہر سس کی مقام کی زیارت ہو گئے تھے۔ یورپ  
 کے مسافر ملکی کی تھی گتیاں و گویاں سرور کے ندرے سمجھائی کی تھیں،  
 تارن و مصلح کے متانے ہی مقدس رہا عمل ہو رہے تھے۔

پرتاپ چند وہیں یورپ کے جھن نامور سوار سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اس دن  
 کی تصانیف لکھنے میں آئیں۔ ہم نے ان کے لکھ جانے میں بھی نظر نہ کیا تھا۔ یہ  
 ساری باتیں یادگار ہیں۔ جو وہ وقت تو قتل کیا تھا۔ آج تھے اور جب کبھی ان کے  
 حصے میں ان سینے میں وہ مصر کے ان کتاب کبھی جاتی تھیں۔ مختلف یہ ۲۰ می کا وہی  
 معتقد سے ضرور یہاں آج آیا کرتا۔ وہ ایک بادشاہ تھا کہ اپنے تخت پر بیٹھا ہو اور  
 اس کے مہم سے علم و تحقیقات کا خرچہ کیا کرتا۔

وہی سلطنت ایک محدود ہے مگر وہی نے بھی اس وقت اور رعیت سے بھی  
 دیا وہ خرچ ہے۔ تخت زر کارن، فقیری، سپہ کی سستی کے سامنے بچ جائیں۔ پرتاپ  
 چند نے پٹی قتل و ذبح کیا۔ وہ ان کی سلم و سر کے کان سے خود گردی کے ساتھ  
 بھر اور یورپ کی زبانوں کا ہر بانی۔  
 پانچ سال کر گئے۔

اس کے اس تھے وہ اور یہ نے اس سے شک کیا۔ اپنے سپاہیوں نے مارنے  
 شروع کر دیے تھے۔ ان کا بد بین ہٹھوں میں اٹھا جاتا تھا۔ چاروں طرف  
 ہر دن پھیلی ہون تھی۔ ایک روز پرتاپ چند کیون سرور کے منارے جوگ سادھن میں  
 مصروف تھا کہ وہی جی کے نبین ال سے کہا

”میرے خیال میں ہر جی ۲ ب یہاں زیادہ دیکھ رہے ہیں۔ ضرورت نہیں  
 میں ان سے سوچ رہا ہوں کہ میں رخصت کروں مگر ان سے کچھ سی محبت ہوئی  
 ہے کہ وہ ان کا خیال شاق کرتا ہے۔ آپ میری کس ضرورت پر تعجب ہو گا۔ میں آج  
 آپ سے کہتا ہوں کہ پرتاپ چند میرے بیٹے ہے۔“

نبینوں نے اس بات سے انکار کیا۔

سوئی جی نے مہل سے آپ میری کمزوری معافی کے قاتل تھیں۔ پہلی ہی  
 سب میری نگاہ اس کے چہرے پر پڑی وہ پرانی محبت تازہ ہو گئی اور میں نہ بڑھا



کی شہر پہتے

۴ مئی جی "با جی" جی تہہ پڑھیں پہنچے ہیں، رندہ میں نہیں سنا، مناسب جھٹتا  
میں، رندہ یہاں سے جا ہر منظورہ ریں گے۔ "بھیب" کی جھوڑی و مدت میں  
ہوں نے یہ حیرت انگیز کام یہ ہے کہ سن میں یہ ضابطہ "یوگ" میں نے نہیں  
لیکھا۔ مجھے خبر تے کہ میں سے بیٹے ہو پ ہوں۔"

سچیوں ر "پچھلے دنوں دن پڑ شام سے انہوں نے راج بیت پر جو مہر  
کیا سے سن میں حیرت میں "با

۴ مئی جی "یہ ہنٹ" میں سر تدرہ "کار بھیب" جاتے ہیں۔

سچیوں ر "مجھے نہ میں لک ہوں سے منے کا تحقق ہو تھا۔"

۴ مئی جی خیر سہ تو یک کی چیز ہے جو شوق و شغف سے ہر روز ترقی پاتا  
ہے مگر کس وقت "با جی" کو ہمیشہ کے لیے رخصت کرنے سے پہلے میں یہ دیکھنا چاہتا  
ہوں کہ نہ کے دن میں مزہ کی تو ہوتی نہیں ہے۔

مجھے یہ خبر پہ پہ پہ "بھیب" کی مدت تک کہ "ک" میں رہنے کے بعد یہ ایک ناگہان  
پہنر و مریوں رہتے ہیں۔ خصوصاً "رگ" کے لیے جو کہ دنیا میں رہا کر کے  
لگ رہنے کا جو صدر رکھتا ہو، تہہ درجہ کے مضبوط دل و صورت ہے۔ کم و مرپ  
س شخصیت میں ٹیٹھے ہوئے دنیا و مریوں و رخصتوں سے بچے رہتے ہیں مگر  
پاں پر کون بن جاتا کہ ہر جہاں مشکل ہوتے

سچیوں ر "مجھے بھیب کا دل ہے کہ ان دنوں کی حالت۔ جی ہر شخص و رخصت کے  
رہنے سے میں بچہ ہوتی۔"

۴ مئی جی "نیاں و میر" جی "با جی" ہے مگر یقیناً سب ہی "با" سنا ہے جب ایک  
بار "میں" رہوں۔ میں یہ "با" رو دیکھنا چاہتا ہوں کہ نہ مضبوط و رزک رہتی ہے  
یا طبیعت ثانی قوم کی خدمت پہلے وہ یہ تپا یا معصوم ہوتی ہے۔ مگر ہوں کے ساتھ

خدا کے قورمہ کا ظہور غنائی وقت پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے رہبر ہوا  
ہو، ان لوگوں نے انہیں بھی بھجوا دیے ہیں اور ابھی بھی یہاں ہے کہ جو انہیں شہیر  
ہو، اس کے ساتھ بھجوا دیے ہیں انہیں وہ کے کلام کے ایک پہلو سے شروع ہوئے ہیں اور  
جو اس وقتوں اور وقتوں کے طور پر سے بھی نہیں ہارے۔ یہاں سے وہ عبادتوں  
خوشگوار نہیں ہیں میں نے انہیں سکے

سچیون ر' کس کا لقب یہ فکر ہوگا

سوئی جی، ”مہارپ مل رہا جی کسے مس پر رہوڑ میں گے۔“ پھر وہ یہ  
تو ایک رونا چلاتا ہوں کہ میں تمہارا بنائی کہتا ہوں کچھ نہیں میں پہنچا ہوں گا۔ کی  
بڑے عشق ن دنوں بہت بڑی مہی مولی ہے۔

یہ تاپ چھوٹا بیٹا سرور کے سارے سپنہ خیں میں مین بیٹھ ہوا تھا کہ سے  
چوڑا غوڈ کی ن معلوم موٹی اور جھپٹاں نے میں۔ مگر اس نے چوبک رہا نہیں نہ  
میں ہر سپنہ خیں میں لگن ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اس پر غور کی کاغذ ہو  
اور نہ نہیں تھوڑے ٹیکس جیسے کوئی رات بھر کا کاغذ ہوئی تھی کے وقت نیند سے متو

نوجوان۔ پرتاپ و تعجب ہو کہ آج مجھے اتنی امید مل رہی ہے۔ میں۔ پانی کے چھپتے  
 نہ پردے و درل میں مصبوحہ راہِ ریا کہ۔ نیند کو ہر رات آنے دوں گا۔ میں  
 آج کھینچنے لگی۔ رات کہ پھر وہی بیہیت ہوئی۔ کھینچیں جو برس سے خواب  
 مند نے نہیں دیکھا۔ یہیں سے ہمارے اعضا نکلنے لگے۔ پرتاپ کی سمجھ میں نہ آیا  
 کہ میری یہ حالت کیا ہو رہی ہے وہ کھڑے ہو کر پوچھ دیکھتا تھا۔ میں نے کہا  
 رہا۔ بعد میں پانی چھپ کر بیٹھا۔

کس طرح نیندے کس پر چھڑکاؤ جسے ہے۔ ایک ہر ایک پر زور مگر سونے حملہ  
پتاپ سے برداشت نہ ہو گا۔ مٹھیں بد ہوئیں ورنہ روئے جھٹائی کس کس  
بک پر مغلوب ہوں۔



مدرہ ہوتی کا سہ سوتے کی پرتاپ چندویہ معلوم ہو کہ میں کی پریشانی میں رہا ہوں۔  
 میں نے یہ ہو میں چلا رہی ہیں۔ ہر ایک ارحمت پہ خوش رنگ و شیریں و  
 یہاں بھی ہوتی ہیں سو میں کچھ سی فرحت ہے عیون شیریں نوریوں میں وہ  
 مستان پس ورمہب میں وہ شہ ہے کہ وہ امان مشائے سے چار ہے ہیں۔

بہار پنی دس فرجیاں سے چورے ماہن سے رہ چکی ہے۔ پرتاپ متحیر تھا کہ میں  
 اس جنت مدے میں یہ فکر پہنچے ہوں۔ بھی تو میں بیان نہ کر کے نہ رہے بیٹھا ہو  
 تھا میں خود تو نہیں دیکھ رہا ہوں یہ سوچ رہی تھی کہ میں نے کچھ پھر پھر دیکھا ہو  
 پختہ یقین یہ کہ یہ خوب نہیں ہے میں سے اور کھب رکی کے، غلچہ میں پڑ گیا۔

وہ دھڑ دھڑاتوں میں ٹپسے گا کہ دھلا یک مار نہیں یہ دروزوں کی گڑ سے  
 خرم خرم مانی مانی اٹھاتی ہے۔ اس پسن کاروپ تھا اور نہ است کا ٹھہرا وہ  
 رون کی یہ تصویر معلوم ہوتی تھی۔ پرتاپ چند دیکھنے کی وہ خوشی و رقت پر غم سے  
 بیچ رہا تھا 'پرتاپ'۔

پرتاپ چند نے سے پہچان یا  
 وہ برج رنی تھی مگر کس تب و گلن برج رنی سے مدد چاہتا رہا نہیں ہے۔ متحیر  
 ہو رہا تھا 'برج رنی' اقمیہاں کہاں؟

برج رنی 'جہاں غم ہوا وہاں میں بھی ہوں محبت نے تہا ریت ایدہ، کرم منہ ہوں  
 رچھووں میں، جاگے تو بھی میں تمہیں ڈھونڈنا تھی تمہیں شاید معلوم نہیں میں  
 سے اور جنت یہ ہے۔

پرتاپ ' (پرست سے) دوسر جنت  
 برج رنی ہوں باور میں جنت دیووت میں وہ ہے مگر سب سے ہوش منہ  
 ہے تمہارے بیگ میں نسل رنی ہوں۔ یہ میرے باپ کا باغ ہے تمہارا ستون  
 یہاں سے بہت قریب ہے۔ تمہیں معلوم نہیں مگر میں دس میں ہاں تمہارے درخت

رہی ہوں۔ میرے بھاگ چکے تھے کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا ہے۔  
 میں نے شاید میری گزشتہ زندگی کے لیے تمہاری سزا میں بھیجا ہے۔  
 پرتاپ چند، برجن، ایک، تیس ربون سے نڈنا ویہ تم کو میں معصوم کہ میری تم سے  
 ہمیشہ سے پالتا تھا رہا ہے۔

برجن نے "پارے" ان دیوؤں سے میرے بھاگے دس کو بلکین نہیں ہوتی۔  
 پانچ گھنٹے کے سبب خیانت و جدوجہد، رکھ رہا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ میری  
 فطرتوں سے وہ ہو جائے تو وہ تمہیں بھل جائے گا میں نے دل کو بہت سمجھا ہوا،  
 مددگار سے تمہارے جی ہوتی رہی۔ تم سچ بھی ہو، میرے ظالم کلمہ سچ ہے،  
 گئے۔ میں نے شہادت، عزت و رویت سے اپنی ورس سے جی سے ہو گیا۔ مگر  
 تمہاری محبت کا تیس دن سے نہ رہا۔ اور جس سے اس طرح میں گھلتی رہی۔  
 میں برسوں سے یہی سوچ رہی ہوں کہ میں اپنی دو تان غم ناسیوں سے نہ بھی  
 یہ خیال ہوتا تھا کہ محبت میں روحانی طاقت ہے تو ہم صبر و محبت سے۔ بھی  
 سوچ نہ تھی کہ تم مجھے بھول گئے ہو۔ مگر اس کوئی طرف نہ سمجھائی۔ سچ مجبور ہو  
 میں نے تمہاری دوسری طرف دیکھا، تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ تم میرے  
 لیے جو دن سب سمجھو وہ روز۔ میں تمہاری ہوں خواہ مجھے اپنے پہلو میں جھکنا، خواہ  
 خیال میں بھی نہ ہو، میں تمہاری پیٹ میں رہا، تمہارے ساتھ رہا، سب کچھ ہنسنے و تیار  
 ہوں۔ میرے چاہیے کہ ایک کے رعبہ ہیں، میرے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ مگر  
 میں سب تیار ہو گئی۔ میں تمہارے ساتھ ہونے والی ہوں، انہیں سے اپنی  
 پیچھے ہٹنے کی۔

یہ کہتے ہیں کہ ان کے کھنکھارے ہو گئے اور گارڈ رہ گیا  
 پرتاپ چند بچہ محبت میں ہوتا تھا۔ برجن نے اس کی محبت کا رنگ گھڑا تھا اور یہ  
 رنگ اس کے دل میں چھوڑ دیا تھا۔

وہ ذرا دیر سے یہ رغل لے کیف سو رہا۔ سوچے گا کہ ایسی کچی محبت ہے، ایسی  
 غیر نئی، ایسی پرانہ، اور کیسی ہے عرض، برتن تو کچھ کچی دیوگی ہے، متب نہ ہوں  
 ، یوں بھی سہا، یتاں کیدیوں ہے۔ تو میرے لیے یہ بڑا شت مردہ تہ و رہہ  
 تیگ، لے گی میں یہ تیری ک محبت دہا، میں س قریبیاں کے کت  
 نکس ہوں۔

پر تاپ پنہ نمی خیا ت میں ڈوبا ہوا تھا۔ تے میں ہاں نے نہ است سے ک  
 کا ہنڈ پڑا، وریوں "پیرے میں نے مہر فیصد چھڑا، ہے مہر دل کا پ رہا ہے  
 کہ کہیں ہے نصفی نہ کر بیٹھو (ہا تھ چڑا کر) یہ نہ کرنا نہیں تو تمہاری ہر نہا چاہے  
 گی۔ میں تم سے کچھ میں مانگی میں تم سے محبت نہیں مانگی تمہارے دل میں مانگی میں تم  
 سے سہ فہ تمہارے ساتھ رہنے، تمہاری محبت، میں چار ت چاہتی ہوں،  
 ک سے زیادہ میں اور کچھ میں مانگی۔ تمہارے دل میرے مان کا نہیں۔ سے یہی کے  
 یہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میری محبت پر عرض ہے۔ "نہ و شب چہرہ دور،  
 دوستوں، تمہاری محبت میں محدود ہے۔"

پر تاپ پنہ کے کچی میں گیا کہ ک، یوکی کے مہموں میں رہا ہوں۔ وہ کچھ  
 جو لے دے گا۔ برتن کی روحانی عظمت نے سے، رغل پست رہا۔ قریب تھا،  
 کہ ک تو ہر سہشی کے م میں پنہ ت بھڑا چاہے کہ یہ یک سوچی، "نہ ند جی  
 ہا قول دہا۔"

ہر ایک مہر مٹی کا لے رہے میں لے لے سہت امتحانات کا مہر ہوتا  
 ہے۔ وہی پور مرد ہے جو ن امتحانات سے لے دنگل جاے۔ بہا، وقت ہے  
 امتحانات رٹل و رہا مہر رتے ہیں ک وقت ن سے متا مہر رٹا، ر بھٹی رٹا ر و  
 جاتا ہے۔"

ک خیاں کے "تے ہی پر تاپ کا خیاں کہیں تے کہیں پانہ پنچہ۔" مہر میں ک

وقتِ امتحان میں پڑ ہو ہوں۔ وہی حقیقت جو مجھے چوٹی پر کھڑی ہے۔ برہان کی رہنمائی اور اس پر بھی پناہ دینا چاہیے۔ یہ جیسا کہ تھے، وہی ہے۔ س نے جو بے مایہ برہان مجھ میں یہ ہیں، ان کی حقیقت میں کہ اس وقت سے اس رعبوت ہی خوش رہی مجھے خبر ہے کہ تم جیسی یا نہ ہو، صاف دیو کی مجھ سے محبت کھتی ہے اس محبت کے مقام میں میری، ق کی کچھ وقت نہیں۔ کاش میں اس بل سوتا کہ اس تھا، پریم کی قدر نہ سنا۔ مجھ صیبا کی داستان تمہارے اکت نہیں۔ میں تمہاری پست سنا سنا ہوں۔ مگر محبت نہیں میں تمہارے قدموں کی خاک پریشان پر مل سنا ہوں مگر تمہاری پاکیزہ محبت، یعنی تہیت سے گواہ نہیں رہ سنا۔

برج رن کی پھولوں سے منسو کا ریا بہہ نکلا اور میر کے بعد یوں 'تمہار فیس' مجھے بہرہ چشمہ منظور ہے۔ البتہ رتھیں نہ سزا ہے۔ یہی میر کی دعا ہے میرے لیے یہی خوش خاقان ہے کہ میر کی عزت و حریت تمہاری دل میں موجود ہے۔ پرتاپ عین و تہ میں صدقوں سے اپنی خود غرضی پر ناموں۔ محبت انسان و خود غرض بنا، یقی ہے۔ یہ س کا تقاضا ہے حاتمہ میں محبت کی صاحب میں تھی میری یہ خوشامش میں تھی کہ تمہاری محبت سے ہمارے زندگیاں ہوں۔ نیا خوشہ تھک یہ سے یہ چارہ امیری 'حرکی تقا یہ ہے کہ میر کی دعا اپنے دل سے نکال دے۔ یہاں نہ ہو کہ یہ وقت میری یاد تمہیں سے دور ہے۔ مگر یہ تمہارے ہر وہ۔ پیرے وہ۔ مت البتہ رکے یہ سپہ ہو پر یہ ضلع نہ رہا نہ دیکھتا ہو تمہیں تحریر ہو جائے گا کہ قوم کی خدمت و حریت اس کے لیے کافی غذا نہیں ہے تمہیں سب کچھ ملے گا۔ مگر یہ نہ ملے گی۔ مجھے یہ بات تمہارے لیے پیہ کیا ہے۔ سے یہ جو ہے دوئے۔

پر تپا پے رہتے ہوئے خوب دیر بڑی تنہا رکی گلیاں مسوڑا تھہرے رہ رہ کر  
یوں ہنر رہ رہیں پنی پرنگیاں پر قائم رہیں رہ سکتا۔ مجھے۔ رخصت رہ رہ۔ میں جب  
نہ زندہ رہوں گا۔ تنہا رہی رہ میرے دل نے نہیں نکل سکتی۔

یہ کہتے کہتے دفور ٹپ سے س کی رہن بد ہوئی جب گھری خوب کھوں جاتا ہے تو اس کا کھسا اور مس بد ہو جاتا ہے۔ راج نے سر جھکا کر سے پر نام یہ اور خیرات سے غائب ہوئی۔

شکر کا ہمت تھا، چل سر پر نہ ناچ رکھے ہر تھا چڑیاں میری تھیں  
 "من سے وہ ایک ٹونگ تارے گھوڑے گئے تھے۔ پر تاپ چنڈ نے، ایکھا کہ  
 "آج یوں سرور کے ننہوں پانی میں ہڑی ہے۔" دیا جمل دیوی اپنے گلہ سن پر  
 رہتی افزہ ہے ہر سی ہو سے جس میں کوئی کوک ہی ہے نہ ہوک ہر شیا کی  
 جہاں ہی ہوں یہاں ہر غمہ سپاری ہے۔

بن ہوں کیوں رنجیں من دھیر  
گھر ملکین - بہت رین دس میرے جھنڈا خیر  
بن ہوں کیوں رنجیں من دھیر  
چھپیں رہتی تھیں، بیڑ پہاڑ اٹھتے تھے۔ بن مرتبہ پانی میں چلی گئی۔  
بھریہ، رانی۔

پن ہن دی سرت موت، چت نہیت، جمنہ  
ہن ہن یوں رھیں ن دھیر  
ہنس نے پاپ چند طرف، پنج ہاتھ جوڑے۔ چرنگے تک پانی میں چلی  
ئی۔ ایک کس گل یا دریہ کو رکھی  
من "خس تنہا + اپنے کھس من نہ میر  
ہن ہن یوں رھیں ن دھیر  
چند تارے قاب لگے سن رہے تھے۔ ماں کی سرنی مٹ چلی تھی۔ برزن نے  
پاپ چند سو پر نام یا وری پائی میں گواہ کیا۔ پر نہاتی کا چند، بیٹھے، بیٹھے ڈوب  
گیا۔ پر تاپ دوڑ۔ پوٹر ٹھڑے اور بے ہوش ہو گیا۔

## کتا جمنہ کا میا پ

ہمارے ناظرین، دھوئی سے نام سے غیہ ہانوس نہ سوں گے، ہمارے ایک شگریہ دہی پر فکا رکھا ریڈر کے ہاتھوں میں موتیوں کے تار جکے سے قہل ہو جاتا ہے، اس طرح ریت رن نے، دھوئی یا گھٹا پر عمارت پر پنے کی جیسا بنانا تھا۔ اس کی خوش منقہ، ایک مزاجی و شرفیت کی ایک مثالیں ہر جن کے ن خطہ میں ملتی ہیں جو اس نے جگہاں سے مکہ تہ بن کر دہ کے نام لکھے تھے۔ کبھی بھی جنگلی چھوٹوں میں وہ اس کا رٹم رہ پل جاتا ہے، کبھی وہ لی رہاں و مرصع یہاں رہی ہوگی جس سے ہمیں ہوستا تھا، دھوئی تھی تو ایک غریب جاہل ہر جن کی ٹرکی۔ ٹرکی نے اسے غصے سے مل پڑا، یہ وہاں صاف عطا ہے تھے اور اس میں تعلیم و تربیت قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تھی۔ دھوئی اور ہر جن کا مپ اس وقت ہو جب سرسائی اس بھون بھون نے اس وقت سے ہر جن کے ساتھ نہ معمولی محبت طہ رانا۔ وہ کی۔ معلوم نہیں سے دیوی بھٹی تھی یا یہ۔ ٹرکی اس نے ہر جن کی مرضی کے خلاف یہ غصہ بھی نہ کیا۔

ہر جن بھی سے اپنے ساتھ سائی، کھاتی اور پانی مجھے چھہ ریڈی پڑے پہنچتی، اس نے زیادہ مس وہ پنی چوں بہن نے بھی نہیں رسکتی تھی۔

دس کو اس سے لگا ہوتا ہے ہر جن کو سرس میں آنے سے پہلے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ میں ہی پتا پ چند کے حواہوں کی پڑی ہوں۔ اس کی ایک ایک نظر ایک ایک بات میں وہ اپنی محبت کی جھلک دیکھتی اور افسوس کرتی۔ ایک روز جب کہ وہ مکہ تہ بن کے ساتھ تھی، وہی تھی۔ سے یہ خیال اسے رونا لگتا تھا کہ میری بیویوں طرف سے زارتی نے بچا کرے پتا پ کے دس میں نہ جانے کیا بیت رہی ہوگی۔ دھوئی اس وقت کیا رہیوں میں تھی اور اس نے رٹم رہاں و مرصع یہاں رہی ہوگی۔

لیکھ کر سب کو میرت ہوتی تھی۔ بڑجن کو مع حیل کیا کہ ماہوی کی قتل نہیں کہ  
 پتاپ سے چپ لگے گا، بنا میں۔ اس اس سے ۱۰۰ ماہوی کی بہت اور خضر  
 رن میں اور بھی زیادہ منہمک ہوئی۔ وہ سوچ سوچ روں میں چھوٹ نہ مان کہ  
 جب یہ ۲۰ تا ۳۰ سال ہو جائے گی اس وقت میں پتاپ کے پاس چاہوں گی  
 اور اس سے ہاتھ جوڑ رہوں گی کہ ماہوی میری بہن ہے۔ سے حج سے پٹی  
 پیروی سمجھو۔ یہ پتاپ میری اس بات میں یوں گئے انہیں یہاں نہیں رہتے۔ مرہ  
 تو تب ہے کہ خود ماہوی کو چنگی بنا مانے کی مجھ سے ستمہ کریں۔ انہوں سے  
 مان سے پتاپ چند گئے اوصاف حمیدہ کا نقشہ ماہوی کے اس میں صمانا شروع  
 ہوا تھا کہ اس کا روں روں پتاپ کی محبت میں سرشار ہو جائے۔ جب وہ پتاپ  
 بند کا مٹانے لگی تو خود بخود اس کے لہجہ میں معصوم صرپ شیریں، فطرتی ہو  
 جاتے۔ رفتہ رفتہ ماہوی کا بدل چاٹق عت کے مزے پنے گا۔ تیسہ میں بل پر  
 بیٹا۔

جون ماہوی سوچنے لگی میں یہی خوش قسمتوں مجھے یہاں ہی ملے گا۔ اس  
 کے پیچ ہونے کے، کئی بھی میں نہیں ہوں مگر یہ وہ مجھے پتی چیرن میں گئے۔ کچھ  
 سو، میں ضرور ان کی سوچ کی ور پر ہم میں کچھ کچھ دیتے تو بھی میں نہیں ضرور پناہوں  
 گی۔ مگر اس عیب و یا معصوم تھا کہ یہ تر، میں حسرت، ناگھوں کے ساتھ بہہ  
 جا میں گئے۔ اس کا اندر حوں مال پور بھی نہ ہو تھا کہ یہ ان پر خاندانی کے  
 صدمے تھے۔ اس میں سے جو سر ہ چوڑی تھی۔ اس میں سے جو سر ہ  
 رہی۔

مگر نیاں ہوں چیز ہے تو ماہوی پتاپ چہوں جو کی، نہ تھی۔ اس نے پناہیں اور  
 ان میں سوچ دیا۔ پتاپ کو خبر نہیں مگر حج سے یہی پیش بہ چیز فی نے جس کے  
 مقدمہ میں کون چیز نہیں ٹھہری تھی۔ ماہوی نے صرف ایک بار پتاپ کو دیکھا اور

سرفربار کئی امرت کی، تیں تیں تھیں۔ مگر برجنی شیریں۔ ہا میں نے  
 س کے سنہ میں گنگا پرگاری ڈال دی تھی جو روٹی کے تھے، سے میں لکھس سے  
 جو رختہ راہی ہے۔ پرتاپ کا پتہ میں نے مگر دھورن کی پرور محبت میں  
 روز بروز گھٹتی جاتی ہے۔ س کے ہونے میں تہ نہیں تھا جو ہا تھی۔ رکھتی ہونے میں  
 یونہی تھی جس کی وہ چو جانہ رہی ہو وہ یہ س سے کہ پرتاپ کو جو جس  
 کہیں بھی ہا خیمت سے رکھے۔ نہ خیانت سے س کے ہا ہا بھی یہ وہ تھیں۔  
 نیک مزاج وریف بنا دی۔ شاید س کے دل نے یہ فیصلہ رہا تھا کہ یہ ہا پرتاپ  
 سے ہا چکا۔ ہا نہ اس کی یہ حالت ابھنی ہو رہی کہ یہ گریہ کی گئی  
 ہے۔ یہ گل نورس کے گئے کاہر نے گا۔ وہ س کی ہو رہے کی ہا ہے  
 ج ہا میں نے تہی مختلف سے گویا ورثہ وراودہ سے پی۔ س کا پھوس شاخ پر مد  
 جاتا ہے برجن تو نیر شمعون میں بھی راق۔ یہی ہا غچہ س کا ہدم ورنیال یا تھا۔  
 س کا یہ رج سب س کے یہ گیا۔ محض تھا ایک روز پرتاپ کے چھوے کے  
 جہ نوک دیو کہ وہ نہی ہو یا ہے۔ ج ہا ہون کا تھا پریم خا ہر ہو۔ سے  
 ہا س کو گیا کہ پرتاپ سے ہا نہی س سے پرتاپ سے وہ تھوئی ہائی۔ راق  
 ہا موہش کا دیو دل سے جتا رہا۔

جب کبھی بیٹھے بیٹھے ہا تھی گھبرا تا تو وہ پرتاپ پید کے گھر جٹھکتی۔ ہا ہا  
 س کے دل کوور تکین ہو جاتی تھی۔ جب سے ہا کو برجن کے خطوط کا ماضی مد  
 تھا۔ س کی مدگی نے عجیب روش اختیار کر لی تھی۔ غور سن س کے اوصاف کا  
 نامل سن تھا۔ س سے پنی پتلی پر مل تک نہ نے دیا تھا۔ رہن سے اسوں و  
 مال کا یہ غلط نہ نے دیا تھا ورنگھوں نے حسرت کے منو بن پائے۔ حسب  
 معمول حمید کا رو رہی رہی رہی رہی۔ ورچی مصروفیت ورہاک کے ہا تھو ہا  
 س ہا ہے نسلانہ نہایت شعور کے مزاج میں ہر حد کی گئی تھی یہ مکان ہا دھوی



سے یہ ایک پاک مسد رتھا۔ جب تک برتن و رہا ہے، میں گانڈ پڑی مونی  
تھی وہیں بہت کم مانی تھی۔

مگر جب آخر کار برتن کی پائیز شاعری پائی ہو، تہا یہ ہر طرح ہر مرد کی  
نے وہاں عورتوں کے اوس گانڈ کھوں کی ہر وہ گاجن و طرح ہا ہم کھلے  
نکس تو دھورنی کی تدویرت بھی بڑھائی۔ سہا کے پاس دن کے دس بھی رہ  
جاتی۔ سگھ و ایک نکل رہیں پر تاپ چند و یا اگر تھی۔ و نکل میں۔

جی۔ کاکھ کے کھوڑے دوزے خیر و رن حوش میں کاندہ ناویں پیرنی نہیں۔  
ناویں تو شاید زمانہ کے کھنور میں پڑا ہو بکس۔ مگر کھوڑے سب بھی ساجا تھا۔ مین نے  
س کی بوسیدہ دیوں میں جان ڈالائی و س سے بانچہ میں حوش کے نارے یک  
گاب کے سہ میں بندھ دیا۔ یہی مرد و جی نہ کر سکا تھا۔ ہا ہوی سے ب  
پنے دیوتا کا مند رکھتی تھی۔ و چنگ سے بانچہ کھوڑے تک پٹی مٹھوں میں تھپک  
نہیں رہا تھا، ہوی سے ب پھوڑے سے پاتی تھی۔ یہاں تک۔ یہاں تک  
نکھتے تھے۔ ہا ہوی کی کس ہمدیہ محبت سے ہا کاکھوڑے کیا۔ مدت سے س کی  
رہن پر پتاپ کا بھی نا نہیں پڑا تھا۔ مرن نے میل جو بھی ہو گیا۔ مگر وہوں  
عورتوں میں پر تاپ کا ذر بھی نہیں پڑا تھا۔

میاہ جن دن امن سیر تھی و رن ہا کی سہا و مکر ہا ہوی کے بعد محبت نے پتہ ہ  
بھی پتہ دیا تھا جب وہ حواری کے م میں پتاپ کے چھپے کی باتیں پوچھے لگتی تو  
سہا نے صبر نہ سوتا۔ س کی نکھیں ہر تھیں۔ تب ۱۹۱۱ء کی ۱۹۱۱ء میں  
روتیں اور ہر رن باتیں تم نہ ہوتیں۔ یہاں بھی ہا ہوی کا حال ہا سے  
چھپ سنا تھا۔ وہ کٹر سوچ کے یہاں تھوڑی جوں ی محبت کی سگ میں علق رہے گی  
و رنانی امید کے

کھوڑے میں بیت گئے۔ یہ روز رن نے مو کا پتہ کھوڑے و رن پر یہ

ہایت پر جدل تصویر کی رنگوں میں بنی ہوئی نظرتوں کی مہارت کی تصویر تھی۔ سے  
 نیوں کی کہ میں نے مہارت کو کہیں ضرور دیکھا ہے ۲ پتے ۲ پتے یا ایک س کا  
 حوال پر تاپ چند تک جا پہنچا۔ مریض سرت سے کھل پڑی رہیوں۔ ماہو کی ذر  
 یہاں جاؤ

ماہو کی پھوٹوں کی یہاں پٹری تھی۔ کسے دل سے بہا کا آج کل بھی  
 مشعل تھ۔ سڑھی پانی میں تہ بہت دیر جاں بھیر رہا تھے پر سیدھی بوندیں  
 دھڑکھوں میں پریم کا رس، رھڑکی ہوئی۔ برتن سے کہا ”تجھے یہ تصویر  
 دھڑکھوں“

ماہو کی ’س کی تصویر ہے دیکھوں‘  
 ماہو کی ہے تصویر جو جو دیکھ رہا ہے دیکھ رہا ہوگی۔

برتن ’پہچان گئی‘

ماہو کی ’یوں؟ یہ کل میں تھی، خراب میں دیکھ چکی ہوں دچرے سے تجھے اس  
 رہا ہے‘

برتن دیکھو کچھ بات بھی نہ تھی

ماہو کی دوسرے ورق لٹا سوئی بالوں کی سرفی نظری  
 تھوڑی دیر کے لیے وہوں نے انوں کی خوش و محنت کی تصویریں وہوں یہ مضمون  
 پہنچا رہیں۔ جہاں بات چیت ہونے لگی۔

برتن میں پہلے ہی سمجھ گئی کہ یہاں سے صبر و سیر سے یہ ہو گیا

ماہو کی میں کی طرف تاکتی رہی مگر منہ سے کچھ نہ لگوں

برتن تب وہاں میں التما فرق سے چہرہ پر صبر بریں رہا ہے تب یہ وہیہ  
 نہ تھے

ماہو کی ہوں



میں نے پہلے ہی میں پہنچ کر کبھی خوش ہو سکتی۔

وہ نہ مارتیں گے سے پہلے نکلیں۔ وہ نہ سنیں۔ یہ تھیں۔ رہن کو بیچنے  
 ۲. جی۔ تعظیم کرتے تھے۔ ہر فرد وہ سے اس کے سامنے سے گزرتے۔  
 خاص وہ میں سن میں عزت تھی۔ وہی، دھوکے سے چوتھے تیرے تیرے  
 رہیں پر یہیں نہیں پڑتے۔ تیرے رواج سے پر یہیں مسرت کی سخی بھلا رہتی  
 ہے۔ تجھے وہی دوست ملے گی ہے۔ تو بے شک، وہ معصوم نظر نہیں آتی۔ تجھے اپنے پیہم  
 سے سننے کی سب کوئی امید نہیں۔ تجھے پر محبت کی ڈال ہیں بھی نہیں پڑیں۔ تیرے کانوں  
 میں محبت کی، زہریلی بھی نہیں پڑیں۔ پھر وہ یہاں پھون نہیں دیتی۔ اس کا وہ ب  
 دھوکے یا دے گی۔ چھ نہیں، وہ ہر جھٹکا تیری دوسری کی نہیں پہنچے جھٹکا جس کی  
 جیسے یہاں سے، جھ سے شائیں پہنچے جھٹکا جاتی ہیں اور شاید اس کے بعد قمر سے  
 پک پڑیں۔ مگر اس کی رہن سے ایک منظر بھی نہ اٹلے گا۔

وہ بھی محبت کے نشہ سے تھکی ہے۔ اس کا وہ اچھا نہ محبت ہے۔ اس کی محبت  
 ہر رہا وہ نہیں، اس کا پریم کی چیز کا جھٹکا نہیں۔ وہ محبت کے عوض نہیں چاہتی۔  
 سے باز ہے کہ یہ پاک منشی تھی کی صورت میرے دل میں جھٹکا کریں ہے،  
 یہی سن کی دیکھی، اس کے پریم دوسرے کے عشق کا صلہ ہے۔

وہ سے مہینے میں ہر رات رانی نے باجی کے حیرت مند میں ایک پر زور نغمہ بھی ہے۔ یہ  
 شاعر نے نغمہ تھا۔ جب یہ نغمہ شاعر کی قوس میں آیا، وہ جھٹکا رہن کی رور فرماں پاد  
 پر زہریلے سے، اس نے اس کے حیرت میں لگی۔ وہ جھٹکا جھٹکا شاعر کے سامنے  
 میں رہا ہو سے بھی لگے نکل جاتا، اس کی رہتا رہن رچھا۔ ایک ایک شعر بھی  
 روشنی سے متاثر تھا۔ ان لوگوں نے وہ نظم پڑھی۔ ہاں، جی نے نغمہ سو گئے۔ شاعر وہ  
 شاعر، نہ جے جس کی پٹاری میں بچے سے یہاں سے بند ہوتے ہیں۔

### تاریخ کا یہ ورق

ناظرین! جسے قومی کارنامے پہ ہوتا شی کے صحفوں میں تب زرتے تھے  
 وہ نہیں گئے۔ ہم نے ان صحفیت میں نہ سہات، نہ قوت کا کسی قدر تفصیل  
 کے ساتھ لکھا رہا ہے۔ جس کا نام ہے شہر ہوئے۔

کسی کی ہولناقیوں، بھارتیہ متقل کا ہے۔ نرس کا صدر جی مارن دنیا کی  
 موت سے زیادہ ہر بار وریش قدر ہوتا ہے۔ بال جی کے نام پر آج سورخ کا قلم  
 وجد ہے مکتا ہے۔ اس کے نام پر مندر پرانیوں کے موقی ثار مرتے ہیں۔  
 ملک نے وہ دیو رس کا جس کا رہے ہیں۔ اس کا نام مرتے ہی لوگوں نے تعظیم  
 ہے جب چوتے ہیں ہر اس قومی جوش سے یہ ہو چوتے ہیں۔

نہی ہوئی قوم کو بھی رہنا آسان کام نہیں مگر اس خاصہ جہت کی نعمتوں سے بھی رہنا یہ حیثیت خوش بہانا ہے۔ بچے ماں و باپ میں بوجھ کی کھانا سے سنتے ہیں۔ اس کی یادوں میں جو حصہ اور بڑوں میں قوت پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے نام کی ہستیاں بن گئی ہیں اور گائیں کل رہی ہیں۔ اس نام پر وہیں فصاحت کے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ امر، اپنے محلوں و مرغوا، اپنی جھوپڑیوں میں اس کے گائے گاتے ہیں۔ اس کی صورت منگھوں سے نہیں ترقی۔ اس کی پرزور اور پر حصہ گائے تک ہاتھوں میں گونگ رہی ہے۔ اس کے دیات آئے ہیں نسلوں کے دعاغ نہ کریں گے اور حصہ جو تک اس کے ہم وطنوں کے لیے کھدو رکھا رہا ہے۔

وہاں تک کہ یہ وہاں کے رہنے والے تھے۔ قوم کو بھارت میں کب تک کامیاب ہوسکتا ہے۔ اس کا نام کے رہنے میں وہاں کے رہنے والے کا نام ہی حاصل نہیں ہوسکتی۔ رہنے والی قوم، وہاں کے رہنے والے، یہ ضرور ہونا چاہیے۔ یہ بھی بہت ہی نہیں۔

نہ کہ یہ کہ پرتاپ چند ایک نام آدمی تھا۔ سچ میں کا نام پہلے پہل نہ ہوتا ہے۔

یا کہ یہ کہ قوم کا نام نہ تھا۔ پتھڑے پر جب عورتیں کہیں پر گھر کے رکھے

ہاں بسے گئی ہیں۔ تب، اُجی کی سہیلی چھوٹے ہیں، درمیں سے نہ لگے۔  
چلتے ہیں۔ راج کے بھتیجوں میں انہیں دیکھنا ہوتا ہے۔ ان کی خدمت ساری  
ہم ہے۔

میں نے جب وہ گئے تو پچھو ہوں نہ رکھوں۔ ہزاروں دن پچھو ہوں تھے  
روندہ لے گئے۔ اس دن مدرہ میں دیوتاؤں کو پھول کی، کس نہی۔ رتین  
مڑوں کے گئے ہیں چھوٹوں کے کمرے سے اٹھائی دیکھ کر سبوں نے اس پچھو  
سے نہ بھولی جاتیں۔ مگر اُجی کو اس مہاش، ہر وہم و سہم سے مصطفیٰ جیسی نہ ہوتی۔  
وہ سب دن جب وہ اٹھائیں تھی کے سارے پانی میں غروب آفتاب کی ساری  
رہے تھے تو ان عورتیں پانی بھر نے آئیں، مگر گھروں کو پانی میں صاف صاف رہا  
نہیں۔

ایک نے کہا، 'میں تو نے نہ میں ہاں جی ہے میں'

دوسری ہوں، "وہ ہے یہ بھگت کہیں جن کے ارش میں"

تیسری ہوں، "تو پہلے پر راضی ہو تو میں تیرے ہاتھ چوں، وہ راج پنی گنو شالہ  
دیکھنے میں گئے۔ سو دور ہے۔ مجھے گویا کے ہے سب اور یہ لگی ہے چا  
ہے۔ ایک پٹھانہ کاٹ ہو جا میں گئے

چوتھی ہوں، "یہ دیوتا کے ارش میں گئی تو نہ پاپ لگا۔ وہ جب سے نہ کا  
گنو شالہ کھر ہے۔ بیوں کو وہ دنوں وقت وہ دھ پینے کوں جاتا ہے۔ میں تو روٹیوں کو  
تے تھے۔"

ہاں جی ہے بہ باتیں سنیں وہ بھائی تھی کے گھر پانی کی طرح چہرہ سرخ ہو گیا۔  
سوں نے گاؤں گاؤں گوشائے کھوں دیے تھے۔ نہ کا سہ عانت تھا کہ، وہی  
تو مکی تانی و درہال کا صبی سب، ہمارے سہانی ضعف اور قوتوں سے چلتا  
ہے۔ وہ جب ہمارے بچے رکھی روٹیوں کو کرتے ہیں، وہ وہی کی تفریق خوشبو

بھی نہ مانتے تھے کہ میں چھٹی تو ان تھیں کہ ان سے قوی بے ضعف اور  
 ان کو دیکھ کر ہی بے جا غریبی، پھر سے یہ پڑا ۱۹۱۲ء اور عرصہ یہ گزرا۔ بعد  
 روئے اور وہ بچے حیات، چارے سبوں اور مضبوطی میں رہا کرتے ہیں۔  
 جب تو نے سماجی کام کیا تو خیالات کیے تھے۔ تقاضا یہاں سے  
 ہے۔ حرکت یہاں سے یہ ہو رہی تھی۔ جب جزو بند نہیں چھٹی تو  
 پھل یہاں سے ہیں۔ جب بیڑا کھینچا گیا تو زمین تڑپا۔ اس میں پائس؟  
 وہ۔ کچھ دیکھو۔ یہ خوشی اور خوشنودی رکھتے ہیں۔ اور یہ مذہب اور مذہب  
 لگتے ہیں۔ سماجی حمت، ضعف سے زیادہ مزید قوی، ثمن اور مہربانی کی  
 حالت، تحریک سے۔ اس سے نام اپنے ہیوں کو دیکھتے ہیں نام نے وہی ورتگی  
 ان میں مقرر رکھی ہیں۔ ورتگی کے اس درست قانون غولہ زکی رہا  
 ہیں کہ عدالت ترقی رہی ہوئی ہی ترین مدد پر چھٹی ہے۔ آج تک جتنے شی،  
 مہتمم ہوئے ہیں ان میں سے یہ ورتگی سے اس غریبی کو مہتمم نہیں  
 ان ہیں۔ مہتمم بدھ وہ پہلے برک تھے۔ انہوں نے، بدھوں کی پوجا پر سے اس  
 بے سماجی، ورتگی کے دغ و مٹا چا، اور نہیں بہت کچھ کامیابی ہوں۔ ان کے بعد  
 تری شکر شری، راج، ان چیتس تھے۔

تری، روشن، سوامی، اندھی، ورتگی، ورتگی، بھی مہتمم نے یہی تعمیر  
 ان کے اپنے ہیوں کو بنا دیا تھا۔ جاہل ہیں بھی مہتمم ہیں سے۔ سے تعمیر  
 ست سمجھو۔ مہتمم نجات، غرق سے ہوگی تفریق سے نہیں۔ چھٹنہ اپنے ہم وطنوں  
 پر تحریک نکالتا ہے، وہ بھی ترقی کے رینہ پر نہیں چلتا۔ یہ وہ جس تک  
 یہ برہم چھارے سامنے، تعظیم، تھانا، دیکھتے گا، اس وقت تک تو ان کی ماہر زپارہ  
 گئے۔ تھیں، مہتمم، مہتمم سے ایک نکل بھی نہ گئے۔ مہتمم سے ڈنڈے ٹوٹ  
 چائیں گے۔ مہتمم سے بدھوت چھ جہیں گے اور مہتمم سے مہتمم ہونے پر

بیدم ہو جا میں گے۔

یہ دجی کے خیالات ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ نئی زندگی نے وہ نہ دی۔ ورنہ  
بندہ تلوں کے لیے کیا کچھ نہ رجاتے۔ تاہم جو کچھ نہیں ہے یا کچھ نہ ہو  
بندہ تلوں کی فخر کرتا ہے۔ یہ نونہل گاہوں ہے بہاں ہونے کی گاہوں۔ نہ تو کم ہو  
بندہ تلوں کی پیہ پیہ میں دھنوں نے اپنے قدموں سے روشن کیا۔ پونا، بمبئی،  
مدیر، میسور، بنک، آجرت جیسے وہ درختوں میں مٹیوں رہے اور اپنی مانند ہو  
سے سوں ہوں تلوں کو جگاتے رہے۔ چھ ہفتہ کی دشت میں نہیں نے میسور میں  
تیس ہزار گواہ سے ملو دیے۔ تلوں کی پیم سے پانی میں ایسی پیم چلتی ہے  
کہ تلوں میں ٹھہرتی ہیں۔ اُنہوں کی جوش اور حوصلہ دوسروں کو سرورم پر جوش اور  
حوصلہ دینا تھا۔ بہاں بہاں ہونے کی گاہوں کے قائم یہ وہاں حوالہ بخو  
کھاڑے بن گئے۔ ختم کی خوش آمد صد میں سچ کو مہار باد دیتی ہیں اور مہار کی پر  
جوش ہو رہیں، رشتوں ہنید سے چلتی ہیں۔ اُنہوں نے بھی تغیری سہنے کے لیے  
نہوں نے ہر دست و دشمن کیں۔ وہ عینہ تلوں کے لیے ہیشہ باعث مار رہیں  
گی۔ وہ سہارے گھڑی تھی جب اس سے پٹنہ میں دن بھی ان بیواؤں۔ تلوں  
مال کے اندر یہ شہید کی خون شہید گاہوں تھ جہاں دن سبھی کی شایں نہ بھی  
ہوں۔ نہیں دن سبھی دن ہوشوں کا پھل ہے کہ سچ ہر قصبہ میں پہنچی۔ اُنہوں  
کے لیے جد جد مدد سے۔ جد جد بورنگ، ڈاک، قیام ہیں۔ دن سبھی کے مجھ  
مدد میں تعلیم دیتے ہیں اور اُنہوں کے تلوں اور معاشرت کے عیب کی  
طعن کرتے ہیں۔ یہ لوگ گاہوں گاہوں تھوکتے ہیں اور ہندو قوم کے منہوں کو  
بید رہن کامزدہ ساتے ہیں۔ ان سے بھی یوں طرح غصہ ہوتے ہیں اور ان کے  
دلوں میں خود دہریہ کی گاہوں پیدا کرتے ہیں۔ مہارک اور چاں بخش ہوتا تھا وہ  
انکا رہ جب دہریہ سے پہلے مظلوم بھی یوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ رہا اور



موسم بڑھتا رہتا ہے۔ آٹھ ہال جی کا نام سن رہی ہوگے پھوٹے نہیں  
 رہتے تھے۔ نہ ہالوں میں حقوق و سہولت و سہولت رہنے کی جو وٹس آپ دیکھتے  
 ہیں۔ رہا جی کی ان چھٹائیوں کا نتیجہ نیک ہے۔

۱۰۔ رے تو ملی کاموں کا یہ بولی جڑ نہیں ہے جو ہر جیوں میں کامیوں کا منوں ۔  
۱۱۔ کامیوں، ن کامیوں، ن کی ۔ مری وارن کا سب چھو مری خدمت کے ہے  
وقت تھا ۔ ہو کے سرتاج اور قوم کے جی رہا ہوں ہی تھے ۔

26

● 2019 年 10 月 1 日起，中国公民出境旅游将实行电子签证，即“电子签证”。

جب سے شہر نے برج ریلی کو بن منظور قرار دیا۔ اس کے یہاں یہ دھمکتوں کا  
مستحکم گارنٹی تھا۔ شہر میں مستورت کی آبی۔ حاکمیں تھیں۔ اس کے متعلق سارا  
یہ نو ہوتا پرتا۔ اس کے علاوہ دوسرے شہروں سے کٹر عورتیں اس کی سداقت کو  
قائل بنتی تھیں۔ جو تیرنہ جاترہ نے اس کے یہاں اس کا تھا۔ وہاں سے غلام  
سداقت ہو جاتا تھا۔

ہر جرح کے کام کا نتیجہ بڑی تباہی و تالاب سے شائع ہوا تھا۔ اور کتب خانہ نے  
اس کی شاعرانہ عظمت کا انکاس کیا تھا۔ ہندوستان کا تو یہ تار و پود و سرسبز  
کے سر پر موشم نے بھی سے سے محسوس ہوا۔ پر مہار باد کی۔ ہندوستان میں  
شاید یہ کوئی خوش مذاق شخص ہو گا جس کی کتابوں کا شیف اس ویون سے  
تاریخ نہ ہو۔ اور ہاں سے طالع و زمرہ ہوں میں باجی کا درجہ سب سے  
بڑی ہو گا۔ وہ اپنی پروردگار کے عیون و تحریکوں میں ان کے کلام کی سیریاں  
رہتے تھے۔ اور یہاں رہتی ہیں اس کی پروردگار کی تھی۔

ایک روز یہ ان صبح کے وقت بھیجی ہوئی تھی کہ بیت چند نماز پڑھی اور رخصت ہو گئی۔  
چند نماز پڑھ کر وہ صبح کے وقت بھیجی ہوئی تھی کہ بیت چند نماز پڑھی اور رخصت ہو گئی۔

دو عشاں کی تصویر اور رانی مائے یونانی سے درست عطر میں ڈھکی ہوئی تھی۔ چند  
 نے عورتوں ہوش پر ٹھیکہ ورسوں کا طرہ رتوں۔ بڑن نے سچ کا وقت فکر  
 شے کے لیے مخصوص رہا ہے۔ اس وقت وہاں دن و رات کے سبھیوں نے بیلیوں  
 سے نہ ماتی جھتی تھی۔ ہانچے میں یک خاصہ ستیج تھا۔ چند نے عورتوں ہوش  
 پر ٹھیکہ ورسوں کا طرہ رتوں۔ بڑن نے سچ کا وقت فکر شے کے لیے مخصوص رہا  
 ہے۔ اس وقت وہاں کی ضرورت کے سبھیوں نے نہ ماتی جھتی تھی۔  
 ہانچے میں یک خوبصورت ستیج تھا۔ گلے کی خوشبو سے ہی ہوں ہوئیں گی نہیں۔  
 میں بڑن ایک قابلیت پر بھی ہوں فکر شے میں ماتی تھی۔ بحر معنی سے جو وہ ماتی  
 حلق سے ماحول پر ورسوں۔ سچ بہت انوں کے بعد ورسوں کے متواتر  
 تقاضوں پر بڑن نے ہانچی پر قلم ٹھیکہ تھا۔ بنارس ہی وہاں تھا۔ اس کا یہ کبھی کبھی  
 بالائی کو لے چھین کر دیا۔ رانی تھی۔ مگر وجود مل بنارس کے مسلسل دعوت اور

کے نہیں بنارس نے وہی فرصت ملے۔ یوں ورسوں تک گئے بنارس کی طرف  
 رخ نہ کیا۔ اس شہر وہ متحان کہہ جھکتے تھے۔ اس لیے سچ ہر جس میں بنارس نے  
 کی دعوت لے رہی تھی۔ وہوں کا خیال ہے کہ یہ دعوت نہیں صرف کھینچ لے گی۔  
 جب کوئی تارہ دیوں سے تارن کا چاند چہرہ چمک نہا۔ ورسوں کی چہرے پر  
 مرنی نہ جھک جاتی۔ ہانچے میں گلاب کے بہت پھول کھلے ہیں۔ رات دن شہم میں  
 فکر وروہ اس وقت بہت سارے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اس وقت جو تارکی اور سہا  
 ہیں ان وہوں چھوڑ کر پاپا نے دیو راہ سے پھول تارے پاتے ہیں۔  
 دونوں پھول باغ فردوس کے پھول ہیں۔

مگر نہیں ہم بھوتے ہیں۔ یے سن دیو راہ پھول سے یا نہت پھول میں وہ  
 جو بڑی کہاں سے رہا ہوں وروہ شش کہاں۔ نی نے یہ پھول دیکھ سے  
 کیکنے سے بھی نہ کھیں۔ وہ نہ ہوں وروہ کی ہوں ہاتی رہا۔ یہ پھول کہاں

ہے، اپنے، میرے، ایک، کئی، کو، نہ، جے۔۔۔ اس کی صورت دل پہ نقش ہو جائے۔ شعر،  
 نے، کچھ، ظاہر، نہ، ہو، سکا، ہے۔۔۔ چہ، یہ، اس، سن، چاند، سے، شبیر، میں، گواہ، ہیں، مگر  
 شام، میں، نے، غور، کھائی، ہے۔۔۔ چاند، میں، وہ، دغ، پہلی، کہاں۔۔۔ چاند، میں، رات، ہے، چمک  
 ہے، مگر، سن، نہیں۔۔۔ یہ، چاند، بھی، یہی، چیز، ہے، فتنہ، بیٹھنے، سے، جی، نہ، کھڑے، یہ، چاند  
 بھی، جہر، سو، سوتے، مٹا، ہے۔۔۔ یہ، چاند، کو، ایسے، مگر، بھی، رو، پہ، ایک، تہ، پہنچا، جاتا، ہے۔۔۔ حق  
 یہ، ہے۔۔۔ مسکن، کی، شبیر، میں، کی، چیز، سے، نہیں، ای، جاتی، ہے۔۔۔ کسی، چیز، میں، یہ، نشانی،  
 شہر، تو، میری، نہیں۔

نہ، جتے، جتے، ہر، دن، مرہ، میں، سن، بیوقوف، کی، "ج، ہی، میری، لگا، کی، ہے"  
 برتن، "نہ، جتے، نے، سورج، وہ، نے، سے، یہ، تکی، تپ، کیا، کی، تھی"  
 مگر، "جی، بڑے، ٹھہر، ہیں، میں، تو، یہ، آئی، سے، کھی، نہ، ہوں"  
 رتن، "اس، نے، سنیا، اس، سے، یہ، سے، ٹھہر، رہے، یہ، ماطہ"  
 چند، نور، "یہاں، میں، گئے، تو، میں، مرہ، پر، ہوا، لگی، کہ، حضرت، یہ، متوقع، نہ، ہو، گا،  
 کہاں، سے، سیکھا، ہے؟"

رتن، "مہارنی، رتی، مہارنی، کالو، دب، یہ، رو، مذہب، یہ، ستر، ہے"  
 چند، نور، "اور، میں، کب، تک، صبر، کریں، گے، جی، سب، جہ، جاتے، ہیں، یہیں، جاتے  
 جہ، نکلتے، ہیں"

برتن، "مسٹر، (مسٹر، ر)۔۔۔ بہت، حد، دش، پاؤ، کی۔۔۔ مجھے، یقین، ہے، کہ، اس، مہینہ، میں  
 صبر، نہ، کریں، گے"

سنیا، "دھم، بھاگ، کہ، دش، تو، نہیں، گے۔۔۔ میں، تو، جب، ن، کا، حق، پر، جاتی، ہوں، تو، یہی  
 جی، چاہتا، ہے، کہ، پاؤ، تو، گھٹاں، پاؤں، چڑ، رو، توں"

رتن، "بھٹور، نے، ن، کے، ہاتھ، میں، بڑ، جس، دیو، اور، ٹکڑی، رتی، صابر، مرنی، چلی  
 تھی۔۔۔ پیش، ہو، ہو، سو، رہا، تھا، کہ، ہاں، میں، کو، جہ، ہوئی، فور، پہنچے، رو، کی، دہ، میں، تھا، ر

ٹھوکر۔ ہمارے مشق جی (شوہر) اس دنوں وہیں تھے۔ کہتے تھے نہ ریلی جی نے  
 حرم نہ لکھی۔ رہا جی کے پیروں پر رکھی اور کہا "پاپس کے" لکھیں۔ رہا  
 جی نے رندی لکھی نہ رہا "مجھے نر نہ درکار میں، پاپنی روست میں تیں گوں  
 شامے بھلو، بیجے" زبان سے نکلنے اور تھی "ج" رانگر میں ۱۹۹۱ء دی بہتی  
 ہے۔ یہ مہاتما کوں سوگا

چندر نار "راندہ بھلا کا تپاق اکٹیں دیوں سے چھوٹا۔ ہمارے حکیم ڈاکٹر  
 جو دے چلے تھے۔ جب ہاں جی چلنے لگے تو مہارلی صلا نے ٹوٹھ کاموتوں کا  
 ہرن کے پیروں پر رکھا یہ۔ مگر سن طلف یہاں تک نہیں

رن "بچے مردہ طبیعت کے ہیں"

رئی "ماں اور یہاں نہیں چھو بیٹھ کہ ہر پیتے مدنگے میں اس پیتے"

برتن "اکٹیں سے رن و یہاں دیتے کیوں سٹھی"

رن "ماں میں اس ہاں کے یہ نامی بھلائی"

چندر نار "ہمارے یہاں تو رن سب کے ممبرن نیٹھے ہیں۔ ڈھان سارہ پیدھ  
 جتنس رکے جوڑ تھ۔ سے ٹھلے گئے کہ گھوڑ میں گئے، یہاں رن بھلے ہا  
 گھوڑے کے میں چھتے"

رن "کل یہ ایک قطار بندھ رہے مکاں کے سامنے سے جا رہے تھے۔"

کچھ معلوم ہو رہا تھا

رن "میں بیوی تارہ جی

برتن "کوئی نہیں ہے"

بیوی ہاں باجی مائیک چمکے ہیں۔ ایک اسیر۔ پنی رن و شادی کا وید  
 بھیجا تھا، اس پر الہ آباد سے رن سب کے ممبروں کے ہاتھ رتوں رت ہنک پور  
 پہنچے۔ بیروں سے برے جوش نے غیر مقدم کیا۔ ورلڈ رپ کچھ سوگائیں نہیں



مگر یہ معلوم نہ ہو کہ ایسوں نے یہ دعوت قبول کی یا نہیں۔ اہل بنارس ۱۰۰ بیٹھتے بیٹھتے تھک گئے۔ باقی روز بروز آدھن و طرف بڑھتے چلتے تھے۔ سب باؤں و بیویوں کی ہونٹیں دھڑک رہی تھیں۔ ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر کہتے تھے کہ باجی جی جی جی گئے۔

پرینا ماتھ نے سر کہا 'بھئی خوش ہو، سچ ہے، جی تشریف لے رہے ہیں'۔  
 پرینا ماتھ لکھ رہی تھی کہ ماتھ سے قلم چھب گیا۔ ماتھ کی نگاہیں اتر رہی تھیں طرف  
 پٹی۔ پرینا ماتھ نے سر کہا 'بھئی تھوڑے سی گئے۔ یوں لے لے کر سوئی جاتی ہے'۔

ماتھوی 'کس میں گئے دھری سے ہو رہا میں گئے'۔  
 پرینا ماتھ 'بھئی تو مصدا نہیں مدھر سے' نہیں گئے۔ نہیں جیوں اور دھرم سے  
 نترت ہے۔ ان سے پہلے سے 'نے کی تارتیں' میں مقرر رہی۔ راجہ صاحب کے پاس  
 سچ صحیح و یک آئی۔ راجہ وی کہ باجی تشریف لے رہے ہیں اور کہا ہے کہ سرے  
 استقبال کے لیے دھوم دھام نہ ہو۔ مگر یہاں بنارس کے لوگ سے کہہ جاتے ہیں۔  
 تنہا لوگ اور دھوم دھام کے ساتھ جیوں نکلے گا۔ راجہ صاحب نے کہا کہ 'نہیں نہیں  
 یا دھری کے قابل، چاروں طرف دی پھوڑے سوکے ہیں کہ جیوں کی نہیں جاتے  
 ہیں۔ یہ کچھ میں ملتی فون سے جی پچھادی جائے۔ کالج اور اسکول کے صدر  
 و دیوں پہلے پیر تین سے شہر کے منتظر ہیں۔ گھر گھر پھول برمانے کی تیاریاں  
 رہی ہیں۔ ہر ریل ۱۰۰ کانٹیں بچاؤ چاری ہیں۔' میں ایک پھل چٹتی ہوں ہے۔'  
 ماتھوی 'دھری سے جاتے ہیں گئے تو ہم روک میں گئے'۔

پرینا ماتھ ہم نے سوئی تیار کی نہیں۔ روک یہاں گئے۔ وریہ بھی تو  
 نہیں معلوم کہ مدھر سے جاتے ہیں۔ راجہ صاحب نے دھوکا دیا۔ نموں نے کہا تھا کہ  
 مقررہ طرف سے تکتے تھے۔ نہ ہونٹیں آگے اور بھی نہ لگائیں پتہ نہیں

برنس ' (۲۷ ج) رتی تا ہے کا تھرتہ رہا ہی ہوگا '۔

پر 'ہاں' یا 'ناہی' نہ ہوگا۔ میں رہا فرس وغیرہ پچھو تاہوں۔

برنس ماتھ ہر تیاروں میں مصروف تھے ہاتھوں پھول چلے گئے۔ ان سے رہا تھا ہوا ہوا صرف یہ۔ سیون ورنڈر ندر سب چیزیں قرینہ سے رہے گئیں۔ ہاتھوں خوشی کے مارے پھول نہ رہی تھی۔ ہر بار پوئب رورہ زون طرف پھلتی کہ میں وہ تو نہیں گئے۔ ہر بار کان کا رستی کہ میں رہے نہ تو یہ نہیں آتے ہیں۔ وہ رہے خوشی کے اھر کہ رہا تھا۔ چھو چلتی تھی مگر حسین دوسری طرف تھا۔ ہاتھوں میں تھے ہی کانٹے چہاں ہے۔ پھول سے ہاتھوں کی بیڑوں کی نہیں رہا میں۔ ہی افندہ شاحوں میں جو رہی۔ ہی افندہ سا دھلی کانٹوں میں پھولوں۔ اس وقت اس وقت ہاتھوں کی کی تھی۔

مگر ہر کان کچھ ہو کل اس تھا۔ چہ ہر ہر پیا۔ رہا رہا سے لگی چھٹک چنا ہے۔ اس طرح جوں جوں پہلی باتیں ہوتی تھیں اس کے ہاتھوں سے منہ پھٹک پڑے تھے۔ اس کے ہاتھوں تھے کہ ہم روہ بھان بین تھے۔ ہاتھوں پیتے تھے ہاتھ رہتے تھے۔ یہ آج سوہاں زر گئے نہ عورت دیکھنی بھی نہیں نہ ہوتی۔ تب میں رہی ہوتی تو دیر سے منہ پونچھتے رہا رہا رہا تھے۔ اب نہیں یا جہ کہ یہ ہاتھیں کترہنی ہیں ورس دل نے سے صدمہ ٹھائے ہیں۔ یہ ہر تھی کہ ہر کی قسمیں یہ گل کھ نہیں گئے۔ یک ہون ہون ہون گئے ہر ہر سنہوں۔

یہ ایک ہاتھوں کو دیا آیا کہ ہاں ہاں ہاں جی سے نے فی خبر نہ ہوں ہو۔ برنس کے پاس رہوں۔ میں ورس میں چچی کے یہاں چاتی ہوں۔ نہ چائے کسی نے نہ سے کہہ رہیں۔

پر ماتھ ہر رہا تھے۔ یہ سن رہا ہے ہاں رہا ہے ہی سب سے پہلے خبر

نوٹنی۔ خوب تیار رہاں ہو رہی ہیں۔ ہاں، جی بھی سیدھے گھر کی طرف ہی جائیں گے۔  
 اگھر سے باہر نہیں گئے۔

برتن۔ تو ہم لوگوں کو چلنا چاہئے۔ میں دیر نہ ہو جائے۔

ماہووی۔ رتنی کا تھا۔

برتن۔ کون سے چھ کالری ہوں؟ (چوٹ کر)۔ رے یہ تیرے ہاتھ میں کون  
 کہاں سے آیا؟

ماہووی۔ وہ نہ پچھو چنق نہی، کاٹ لگ گئے ہوں گے۔

چندر۔ کھی بائی سڑھی تیں ہے۔ آج ہی پھاڑ کے رہا کی

ماہووی۔ تمہاری ہی ہے۔

ماہووی۔ یہ ہوتا ہے مگر ٹھیک پر تب ہائیں۔ چندر جوں بہت ٹیک عورت تھی  
 مگر جب سے بابو راجا چرن نے قوی خدمت سے اسے نواری سے تنغی دیتا تب  
 سے وہ بابو جی کے نام سے چرتی تھی۔ برتن سے تو کچھ نہ ملتی تھی۔ ماہووی  
 چھپتی راتی تھی۔ برتن نے چندوں کی طرف گھور رہا، تو کسی سے کہا، جاؤ صندوق  
 نے دوسری سڑھی نکال کر رکھ دو، مگر مار کے ہاتھ پھٹی رہا۔

”دیر ہو جائے گی میں یوں ہی جیوں گی۔“

”نہیں بھی، گھنٹہ سے زیادہ بہت ہے۔“

یہ ہم برتن نے چار سے ماہووی کا ہاتھ دھو دیا۔ اسے بال گوندھے۔ ایک  
 چھوٹا سا رشتہ سڑھی پہن کر چار راعیوں سے لگے گا۔ پھر تب گھنٹوں سے  
 تاتی سولیوں، بن دیکھو دیکھو جہاں ہاتھ سے نہ جائے۔

ماہووی۔ ریون تم میرے ساتھ ہی رہنا، مجھے سنبھالتی رہنا۔ مجھے پنے پ  
 پھر رہے ہیں۔

برتن۔ مجھے ہی کہ آج پریم نے یہ نوٹنی کا دھبہ ختم کر دیا۔ ورنہ یہ بھی سُن



ہے۔ کاپیہ وہی ہونے لگا رہی ہے۔

تھوڑی دیر میں ہاتھوں کی ہڈیوں پر عورتوں کے ساتھ بہا کے گھر پہنچیں۔ ماں کی تیاروں دیکھیں تو دنگ رہ گئیں۔ دروازہ پر ایک نہایت دلکش شامیانہ تھا۔ فرش فرش اور شیشہ شیشہ سے گراں قیمت بھڑکی تھی۔ بڑے گروں میں میوے اور مصحیاں رکھی ہوئی تھیں۔ شہر کے روئے نامہ خوش بضع ہاں پہنے ہوئے ستھوں نے بڑھائے تھے۔ شان اور گائیاں ایک اسی خزانہ کی تھیں کیونکہ ماں جی ہمیشہ پیدل ہی رہتے تھے۔ بہت سے بوگے میں جھوپیاں ڈالے ہوئے انھوں نے بیٹے تھے۔ ان میں شاید بوگے پر تاروں کے لیے روپے پتھرے ہوئے تھے۔ رجب دھرم گھگھکے پانچوں بڑے رئیس پڑے اپنے دروغی صافے ناندھے۔ ریشمی جھڈے میں کھونٹے چار چار رہتے تھے۔ جوں کی دووں کی نظر برتن پر پڑی۔ ہزاروں سرفرواہ سے خم ہو گئے۔ جب یہ خاتون لڑائی تو ماں جی کھنکھنایاں اور سہا ہوں اور سرے ہنسنے کی طرح بچے ہوئے۔ پڑے۔ صد ما عورتیں مہار کا دکانے سے یہ بھی ہوئی تھیں۔ پھووس سے ڈیر بجا بجا پڑے ہوئے تھے۔ بہا ایک فیدہ مار بھی پڑے صرہ صرہ کی تصویر ہوئی۔ دروازے پر کڑی تھی۔ برتن اور ہاتھوں کو دیکھنے کی تہہ پیر ہوئی۔ برتن ہونے چکی چکی سگھ کے بھاگ چکے ہیں۔ بہا۔ روئے بہا۔ تہا کی بدولت ٹھکے چکی یہ ان دیکھنا نصیب ہو ہے۔ شو تھیں س کا پھل دے۔

م صیب ہاں کے تہہ اس نے یہ نکلے۔ ایک نم صیب ہاں کی بدولت نے چاہے تھک کو بیٹے کے فرق میں شربت مرگ پھل ہوا تھا۔ یہ بہا کی یہ دھالے ٹر رہے گی۔

دونوں بھی کی طرح ہاتھیں رکھی تھیں کہ کھنکھنے اور ناقوسوں کی صد میں نے لگیں۔ شور مچا ہوا۔ چنچے۔ عورتوں نے مہار باگنا شروع کیا۔ ہاتھوں نے

آرنی کا تھل ہے یہ۔ در تن صرف ٹانگی ہاندھے دیکھتے تھے۔ زار میں وردی  
پوش تو جو نال و یک جماعت نظر تھی۔ اس کے بعد بن بھاکے ایک ہاتھیں  
مسمکھوزوں پر سو رکھائی ہیں۔ ان کے پیچھے لے شہر آدمیوں کا ہجوم تھا۔ ہار شہ  
پھس رہا تھا۔ شہ سے شہ چھل رہے تھے۔ سداری ایک سر تھی کہ پہنچتی چلی  
جاتی تھی۔ اس ڈھوم میں بول جی کا چہرہ کیا نظر آتا تھا جیسے بادل سے چاند نکلو سو سو۔  
پیشانی پر سرخ چندر کا تلب تھا۔ دروں میں سیرہ رنگی چھوڑ پائی ہوئی تھی۔  
سہاوردہ رے پر ہڑکی تھی جوں کی بول جی کا چہرہ سے نظر آتا تھا ہاتھ سے جاتا  
رہا تھا۔

دور رہا سے ہر نکل پڑی دوسرے جھکائے ٹٹھکوں سے موٹی پہن بال جس طرف  
ہی۔ حج کس سے پٹھو یہاں جس پہن ہے وہ سے گئے سے گائے کے پے ہے  
قرآن موری ہے۔

سہما ہاں صرح کرتے، پیچہ سب بگڑ گئے۔ معصوم سونا تھا کہ سہما ہاں سے دلی دیوی ترستی ہے۔ چوہدرہ سنا پھیا۔ ہاں جی نے کی قدم لگے بڑھ رہاں سو پینا۔ یہاں کے پچوں پر ٹر پڑے۔ سہما نے اس کا سر پی گود میں سے کیا۔ وارن کے ماتھے پر کی بو سے دیے۔ سچ کس نے بنا کھویا ہوا لال پید ہے کس کے کھوں سے سوتی پر سا ہی ہے۔

[illegible]

سے ہارتس نے مرنے سے وہ رتی سوئی ہے۔ ن رتن کی بدولت س سے  
نہ سوں کی خاک و گوں کی گھٹوں کا سرمایہ تھے کا پتہ نہ مل سکتا ہے۔

عجیب حیات بخش نگارہ تھا ہر بار س سے کے خیرے بندہ ہوتے تھے۔ ہر کام  
ہا کے لئے وہاں ہر رت پر کی کامزدار کرتے تھے۔ ہاں پہ پیٹے، پیچھے  
سے لگاتے ہوئے تھے۔ ہر دن کے بعد س سے نے اپنے کھویا ہوا دل پاتا ہے۔ وہ  
س جو س کے گنہگاروں کی مانی تھی پھوس چروں طرف اشارہ کرتے تھے۔ زور و جبر  
بارش ہو رہی تھی۔ ہاں ہر پہاڑ تک پھووس کے سحر میں ڈالے ہوئے ہیں۔ یہاں  
پہاڑیوں کی سب سے گھٹوں نے دیکھا ہو گا۔

سہا ہا، جی کا ہاتھ پڑ رہا تھا کی طرف چلی دروازہ پر پہنچنے کی عورتیں سرکار  
گئے تھیں۔ ہاں کی س سے تھیں میں دھوپ، دھوپ پھوس سے جرتی مارنے  
گئے۔ ہاں نے پھوس کی ہاں کے گئے میں ڈال دیں۔ وہاں سے ہاں نے  
اپنے خوں سے ڈکا ہوا تھا۔ جی نے پتھر پر آب سے ہاں کی طرف ایچ پرنا  
کیا۔

ہاں دھوی و ہاں جی کے ارشوں کی طرف تھیں۔ مگر س وقت س کی گھٹیں زمیں کی  
طرف جھکی ہوں تھیں۔ ہاں جی کی طرف نہیں تاک سکی۔ سے خوف ہے کہ میری  
گھٹیں پھید پھوس آیں گی۔ نہ میں پہاڑوں بھر ہا ہے۔ سچ پہلی بار ہاں کے  
دل میں نے آرویں پیدا ہوئی ہیں۔ س تک س کی سب سے بڑی گھر تھی کہ ہاں  
جی کے ارشوں پاں گھر س آرویں سے مراد ہے پار کی ہاں کے بے نہیں  
سچ، غارت میں سب کی گئی تھی ہے جس کے بے میں بندہ ہاں کے بے ہر  
مرجہا رخا ہونے کے بے ہاں دھوی ہوں مجھے کہ تو نے آرویں ہاں میں  
پیدا نہ ہونے دے۔ یہ آرویں تھے بہت دل میں گی۔ تیری محبت دیا ہے۔ تو س  
نے مزے سناؤ وقت ہے۔ یہاں پہاڑی گھر کا ہاں چاہتی ہے۔

## پریم کا سینا

سناں کاں آرزوؤں کا کاٹنا نہ ہے اور سرتوں کی سنی کوئی زبانا نہ تھا کہ ہاں عوی  
 ہاں کی ہاں میں میں تھی۔ اس وقت اس آرزوؤں اور سرتوں سے خالی تھا۔ مگر جب  
 مٹی کے کھر مندے ہٹائے گئے تو اس وقت دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ میں اپنی رُیا کا  
 یہ ہمہ رہوں۔ سب ہیوں اپنی رُیا یہ رہی ہیں۔ یا میری رُیا تو رہی رہے گی۔ میں  
 اپنی رُیا کو گتے ہو دوں گی۔ اس کا یہ رہیہ وہ کی۔ اس آرزو نے سے میوں رہا  
 مگر رُیا کی قسمت میں یہ نہ بد تھا۔ ایک روز ہاں گھر آئے اور موسا ہاں اپنی  
 رہا کھر مندے میں بہہ آگیا اور رُیا کے یہاں حسرت رہ گئی۔

کوئی دن اور رے۔ ہاں نے ہاتھ پر نہ لے گھر آئے۔ چائے تھی۔ اس کی ٹیٹھی  
 میٹھی باتیں سنی اور خوش ہوتی۔ اس کے تھیں میں صافی ورس کی گود میں ہوتی۔ اس  
 وقت بھی اس کے اس میں یہ آرزو تھی کہ میرے خوب چھٹھ نہ ہوں۔ اس میں چاہی  
 کے کو رُیا ہو گئے۔ رہیں میں صاف ہوتی کہ کبھی ٹیٹھے اور کچھ مل جائے۔ میں  
 اس کو پٹا لگھ لے چاتی وہاں چھگی چھگی پیس باقی رہ کھاتی۔ چھٹے سے چٹک  
 پر مٹی ورس کی خوب پیدا کرتی۔ یہ آرزو ہر سونے میں چٹلیوں جی رہی مگر  
 اس کھر مندے کی طرح یہ کھر بھی ڈھلے گیا اور رُیا میں بہہ چھسرت ہو گئی۔

چھوٹا اور رے۔ ہاں کے دن آئے۔ ہاں نے اس کے اس میں پر تاپ  
 ہند کی قصہ کہہ پائی شروع کی۔ ہاں ہاں اس کے ہاں ہاں تھی۔ آخر  
 ہاں پر تاپ چند کی چھری بننے کی آرزو اس میں پیدا ہوئی۔ مینے یہ اس سے باتیں کیا  
 رہیں۔ رہوں کو چاک چاک رہن رسمہ کی صافی۔ تھیوں سے اس پر ایک  
 تھہرا ہو جاتا۔ مگر پر تاپ چند کی تھیں اپنا ہو گئے۔ اور اس کی کھر مندے  
 کی طرح یہ ہوتی قلعے بھی ڈھلے گئے۔ آرزو ہاں کی حد میں حسرتیں رہ گئیں۔

سے حسرتوں کے جہیز سے دل میں رزواں کی جگہ باقی نہ رہی۔ دیتاؤں کی پا  
 سار نے لگی۔ ہاتھ دھو لے کر نہ کہ یہ ناپ چھو یہ رومان کی ڈکادہ پر ہے۔ اس  
 طرح س نے مدت تک چھوٹی کی رمد کی برائی۔ حلوں محبت کے تہ میں چور رتی۔  
 مخرج تہوئی کا رت ہٹ گیا۔ وہ میں ہی رزواں سے مرہیا۔ اس میں  
 تہ یہ ایک محل میں بھنگ سوئی۔ یہ یہ رزواں میں جی ٹی کے لھر وندے کی طرح یہ بال سو  
 چائیں گی۔

کتنے جب سے دھوئی نے ہا جی کی رتی تار کی سے کسے سو میں تھمتے۔  
 سارون رزویا ہر ایک کے مارے نکلتے گئے۔ مخرج تھک رہا تھا۔ یہ۔ ہر  
 تہ یہ تھک رہا تھا۔ میں میں نہیں۔ مگر ہاتھوں کی ٹانگیں میں تھکتیں۔ وہ دیتی  
 کہ ہے 'یہ میں نے یہ وہ۔ کے یہ ہائی گئی ہوں میں کبھی تھی تھی کہ  
 اس کے بے تاروں ہوں کہ وہ تے تے وہی مخرجی۔ یہ یہ تھی دن بھی  
 یوں ہی کہیں گے۔ یہ میری زندگی میں ایک اس بھی یہ نہ گئے۔ گئے۔ کے  
 لیکن ہو کہ میں نے بھی کبھی چھوئے دن دیکھے تھے۔

کتنے سے پہلے دھوئی بھی یہی ہر س زدہ ہر ٹکڑے کی طرح نہیں ہوتی تھی۔ وہ جی  
 دیوں محبت میں محو تھی۔ کتنے کے دل میں ہی رزواں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سو  
 نہیں کے رتے ہیں۔ جو اس سے ہر تک حسرتوں کی رگڑ چکا ہوں اس  
 وقت دھوئی کے دیوانے کا نہ رہا گستا ہے۔

بہا کے اس میں بھی کتنے رزواں سے مرہیا تھا۔ سب تک ہائی ۱۲ بیٹھا  
 نہ تھا سب سے بڑی خواہش تھی کہ ایک نظر ایک رکھتے تھے۔ کتنے جب ایک  
 نظر دیکھتا تو کچھ درد لکھنے ہوں پیدا ہوں۔ مگر فوٹوں دھوئی کے گھر وندے کی  
 طرح خاک میں مل جانے کے لیے۔

کتنے بہا ہر دن در ہائی میں شام ہر باتیں ہوتی رہیں۔ ہا۔ ہا۔ پے

تج بہت یاد ہے۔ بہا نے اپنی ر مکنائی مانی و برہنہ نے بہت سنا۔ مٹل حیون  
 س کے شہیدوں کے جسم پر وہ وہ رہیں۔ جب چڑھا۔ وہ وقت گینچ تو ہوا جی  
 نگان طرف چلے گئے۔ اور بہا، کھانا پکائے میٹھی۔ آج نئے دنوں کے بعد وہ دن  
 گکا۔ کھانا پکائی ہے

وہ دن باتیں کرنے میں

بہا "میر کی یہ ان اساتھی کسیر" کا پیٹس ایک نام وراثت ہے۔ میرے  
 ، سا پورن روی۔ پرتاپ نے باپ کا ورحاندن کا نام وراثت رکھا۔ "جی جب  
 میرے پتی جی کی سب کے ح۔ "میر" ہے تھے و میر اس مڈلڈ تھا۔ میں  
 صرف تھانچا حق ہوں کہ وہ یہ میرنگ تیا دیں۔ "ایش" کا پکارا ہے سے میں  
 نہیں نہیں ہتی۔ میں۔ یہی میری ورن جی سے ماگتا تھا۔ مگر انہیں سنیں میں و میر  
 میر کچھ میٹھا جاتا ہے

برہنہ بہا کا مصلب بھگتی ہوں "چچی" یہ۔ تو میرے اس میں پنے کی جی  
 سونی تھی موقع پانے فیض و روزیوں کی

بہا موقع شہیدی ہے۔ س کا س بھانا۔ نہ وقت کی میں توے نہیں پلا  
 میں۔ سکتی ہوں سوٹا، تھ میں یہ کیے بنگلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ مجھ سے  
 سب بے چارہ کی، وہی ویش نہیں دیکھی جاتی۔ سے دیکھتی ہوں تو جیسے وہی میرے  
 کیلئے کو کچنے مانتا ہے۔ میں نے بہت دن عورتیں دیکھی ہیں ورن ہتوں کا حال  
 تابوں میں بھی پانے سے مرید یہ کہیں نہیں۔ یہ۔ بے چاروں سے "جی" نہ رہا  
 رکھنے دی ہے۔ ورن کبھی نہ سے شکایت کا ایک منہ نہیں نکالا۔ میں سے کبھی سے  
 رہتے نہیں یہ۔ مگر وہ نے دن سنبھلیں ورن بنے وے سے پچ نہیں رہتے۔ مجھے  
 یہی کی سہانی، مانتھی۔ وہ بھی ایسا کرنے چوری رائی۔ تم سے جانتی ہوں میں  
 سے پی سہوی کھنتی ہوں آج سے نہیں رہوں

برج رانی 'سن سے اس بھر رہے دیوے۔ بہت داس دھانی، پتی بھی  
 سہا 'تو سچ س کا، چھینو، یہ نہ ہو کل کی طرف رو میں، یہ ایک جگ  
 تک بچھ رہا ہے'

برج رانی ' (ہو رہے) ' تو میں یہ ' مگر ماہوی خد، خد ہی سے یہ  
 و مرقع ہے کوئی دوس نہیں رستا'

سہا 'وہ بچہ کی یہ ہے گی؟'

برج رانی 'سن سہا میں آپ ماری، مہاں ہوں گی

سہا 'وہ سپنوں میں یہ کہیں گے'

برج رانی 'نہیں گے یا؟ پتھر کی بھوس ہے کہ تم، دھوی، سنو، سن بھری سو۔

بدست ماری کہ وہ پرناپ چند دن، دن چلی ہے۔ یہ رے یہاں س کا یہ، ن

سے ہو چکا ہے۔ یہ نہ ہوتا یا دیا، دیوں سے خد تھی۔ پتی، دھوی، خد

عورت کو دن، نکھوں میں، ٹھٹھے کا۔ یہ س نے پتی، بھی جو فی مفت میں رو رہ

ر سولی ہے۔ س نے سچ تک، ن خد، خد کو میں بھی جہ نہیں دی۔ ہر

بروں سے تو کوئی، ن رند، ہر رری ہے۔ وہ پنگ پر نہیں، ن۔ بھی کوئی، ن

پت نہیں پرنا۔ ال تک نہیں کھوندھا ہے۔ یہ یہ سب باتیں نہیں کہ، دھوی کا

یہ ن سے، چکا ہے۔ وہ کا مپ چا یہ ہے مہر کا، کہ، رگ، نہ ہن، ہر

بھ، نوریں یہ سب، ن کے دھوکے ہیں'

'چھ حبیب سب مجھ، ہر میں صرف، جگ ہن سے، رانی، ہ'

رے کے فوج گے تھے۔ 'ن پتارے چھے ہوے تھے۔ دھوی، پتہ میں

کیٹی بھی کوئی تاروں، دیکھی تھی۔ ہر میں، پتہ تھی کہ یہ دیکھنے میں یہ پتہ

میں مگر لنتی دور۔ کوئی ماں تک پہنچ سکتا ہے؟ یہ میری میدان بھی، کوئی تاروں کی

طرح میں، 'میں ہر ن سے س کا پتہ پتہ، ہر دیا۔ دھوی، چوں پر کی

برنس 'مہندھیرے میں میٹھی یا رری تے؟'

مادھوی 'کچھ نہیں ناروں، پوری ہوں۔ وہ کیسے خوش ہیں سرل نہیں سوتے۔  
ہن کے کچھ میں برہمگی لگے۔ صبر کروں۔ یہ تارے گئے وقت میں ہوں  
میں کے لیے سچ ۲ پرے مک پھون نہیں مٹی تھی۔ یہاں کی طرح ہوں  
مہمند کی روگی؟'

مادھوی 'میں نے مہمند کی مہمند کی رہے کے قابل کب ہوں؟'

برنس 'چھ یہاں سے ٹھوس مہمند کی رہنے کا ڈھنگ بتاؤں؟'

یہ ہر برنس سے مادھوی کا ہاتھ پڑا۔ ورٹھا یا اوں ندر نہیں۔ ہا، ہا  
پا چلی تھی۔ ا، جی کو ہا جس کا بنا، ہو کھانا سچ مدتوں کے بعد۔ بڑی ریت سے  
کھایا۔ سہا کھانی پاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔ سب بوجھ لپیٹے تو ہر دن  
نے مادھوی سے کہا 'یہاں کو نے میں نہ ڈھنپ رہا رری مو؟'

مادھوی 'کچھ ہے، کھانے کے سارے سب بھی جی چاہتا ہے'

برنس 'مادھوی کی ریش نہ ہو گیا تے انوں کا رت ایک دن میں بھنگ  
کے گی؟'

مادھوی بھی مگر دل بیٹھا جاتا تھا۔ بیسے ہاؤں کی دان دان میں ٹپکتی ہیں۔ ریا  
معدہ ہونا ہے صل تھل یک ہا جے گا۔ مگر ایک پٹھو ہا چنے لگتی ہے۔ ہا  
ہا رے بدل کانی و صر بھٹ جاتے ہیں۔ و طر، نکل کے وقت مادھوی  
کے اس کی بیٹھ رہی ہے۔

یہ سارے دن، کچھ دن، ررہ اس کے دل میں تپتے انوں سے تھی۔ ابھی وہ دن  
کے کا کہ میں نے کے ریش روتی کی و رمت کی ہی ہا تیں سنوں گی۔ اس دن  
کے لیے اس نے یہ باتیں مٹی تھیں۔ اس دن کے خیال ہی سے اس کا دل کب بھل  
ٹھکتا تھا۔



اس صبح ماحولی بہت خوش تھی۔ اس نے بڑے شوق سے پھولوں کا پارک دیکھا تھا۔  
 بیٹا اس کاٹے ہاتھ میں چھاپے۔ سڑکوں کی طرف رنی پرتی تھی۔ یہ سب خوشی  
 ورنشہ کی ہے تو تھا کہ آج وہ مہاراجہ کی طرف سے شہر میں آئی تھی۔  
 وہی تھیں وہ زمانہ بھی بیا نہیں۔ جب یہ آرزو میں۔ رہی ہو مگر اس وقت  
 ماحول کے دل کی کیفیت نہیں۔ خوشی کی بھی بہت سوتی ہے۔ ماحول ماحولی کی خوشی  
 کی بہت تھی۔ سب وہ غمچہ میں جھوم رہی تھی کہ پھولوں سے منجھل بھر رہی تھی۔ اس  
 سے کبھی خوشی کا مزہ نہ چکھا ہو کہ اسے یہ تھی ہی خوشی کا معرکہ کام آئی تھی۔ وہ  
 غریب اس سے زیادہ خوشی کا، جو سنبھال مٹی تھی۔ جب وہ تو اس پر بھی ہنسی ہی نہیں  
 مٹی کا مسلمان ہی نہیں ہے۔ تم اپنے سے زیادہ ہنسے کی میدیں دیوں رھتی ہو۔  
 ماحول کی بوجی کی طرف ہلی۔ مگر اس طرح نہیں جیسے یہاں کی ہیں۔ وہاں اس  
 سے بھری سوتی سمجھ رہی ہے۔ اپنے پتی کے پاس جاتی ہے۔ یہی سہہ تھا کہ وہ اپنے  
 دینا کامدہ سمجھتی تھی۔ جب مسدود کی تھ تو وہ اس میں آسوں کے پھول  
 پر جاتی تھی۔ آج جب دینا نے اس کا یہ تو وہ دیوں کیوں کھل کھل رہی ہے۔  
 رات کو جب بجیٹ چلی تھی۔ سڑک پر اسے گاڑیوں کی گھنٹیوں کی آوازیں کان میں  
 رہی تھیں۔ ماحولوں کے پاؤں ہاں جی کے سہہ کے دورہ رہا تھا۔ اس کا اس  
 سڑک رہا تھا مگر جہاں سمت نہ پڑی۔ کسی سے پتہ تھا۔ یہ وہی قدم ہوا  
 مٹی اور میں پہنچ رہی تھی۔ اس کے دوسرے سہہ ماحولوں کی طرف سے شرم کی بات  
 ہے تو باجی کی چیزیں تھیں۔ مانا کہ تجھے ان سے پریم ہے مگر تو ان میں نہیں ہے۔  
 تجھے اس وقت ان کے سہہ میں قدم نہ ہر منہ سب نہیں۔ تیر پریم تجھے ان کی مٹی  
 نہیں بہتا۔ یہ وہی چیز ہے۔ ہاں وہ چیز ہے پریم اس کا چھٹا ہے وہ یہ وہ  
 یہ پاک فرض ہے۔ تب ماحولوں کو ایک یہ وہی دیا۔ وہ ہے نے بھری سب میں ان  
 کی ہنہ پکڑن تھی۔ وہ رہا تھا کہ اس سڑکی کو میں نے گھ کی مہمہ مر پنے اس کی

یوں سمجھتا رہوں گا۔ کس سبب سے بگڑا کاش، نئی مریچکا کس سے ڈھک رہی ہے۔  
 تم ایک مہربان نہ رہو۔ مجھے بھی کبھی یہ غم نہ پہنچے گا۔ میں  
 نہ نئی کو نہ راتی بنا سکتی ہوں، نہ دیوتا، نہ کاش کو۔ مگر کاش نے آکاش  
 کے تاروں سے دیوتا کے ہاں سیمہ شہر رہیں کہ، اہو کی نے بوجی کی پاک صورت  
 دل میں جہد دی ہے۔ مگر نیا پاک دیل کو دس میں نہ آنے دیا۔ میں نے کمر  
 کے اندر قدم رکھا، تو ہے ان دنوں مجھے جو درد ہے، دینا ہے کاش! رونا  
 پکی ہر راتوں سے مجھے سمر میں جاتے دیکھ سوتوں دم مجھ پر نذر کا جڑ  
 ہے۔

ما دھوی پتھر تک میں مہلات میں ڈوبی تھی۔ ایک کس کے کاش میں  
 بھک بھک نہ رہی۔ کس سے چوبند رہا، تو اہو کی کا سر بہت زیادہ رہا۔  
 کیا تھا۔ وہ ہڑکیوں سے راتی نکل رہا، مری سخن میں پھیل رہی تھی۔ دھوئی کے  
 چہرے سے مٹی نکل گئی۔ معانیوں نے میرا پیپ شہب تھا۔ وہ صبح  
 کی کمرے میں تھی۔ دیکھا تو پیپ پھٹ رہی پر پر ہے۔ ورنہ میں  
 تیرے کھیل جاتے تے گنگن ہے۔ اہو کے سارے بوجی کمرے سے  
 رہے ہیں۔ بھی تک ن کی نیند نہیں تھی تھی۔ نبوں سے قالیات سمیٹ کر ایک کونے  
 میں رکھ دیا تھا۔ بجلی کی طرح پاپا، اہو کی ہے یہ قالیات صلیا اور سے شہوں کے  
 اوپر رہا۔ اہو کے کی گورہوں تو اہو کی نے پونف رہا، نہیں کھوں دیں۔ مرہ میں  
 اہو ال جہ رہا تھا، وہ چہرے کی طرف تیل کی مدد پھیلی ہوئی تھی۔ وہ قد و صورت مجھ  
 لگے ہوئے رزی میریت ہوں وہ نہ سمر میں گنگنی تھی۔

ما دھوی جی ہاں؟ پیپ پر تھا۔

ہاں جی۔ "تمہارے موقع سے پہنچیں۔ پیپ معصوم موش ہیں۔"

ما دھوی میں ہیں ہاں بیٹھی تھی۔

ہاں جی، ”تم کہ بڑی تکلیف مونی۔“ جا رہا جا رہا، رات رہا وہاں ہے

ماہوکی، ”جیسی جا رہی گی، سنا تو رہا ہے یہ واقعہ نہ جانے پھر کب“

ماہوکی کی جگہ رہیں غصہ کا اردھ۔ ہاں جی نے سنی طرف نور سے بیٹھا۔

شہرہ سال پہلے انہوں نے ماہوکی کو دیکھا تھا۔ اس وقت وہ ایک شادی مانی کھڑی تھی

ورنہ ایک مہربان ہو پھول۔ نہ چہرہ تارگی۔ نہ آنکھوں میں روشنی، نہ ماتک میں

سک کا ڈھور تھا، وہ سنا تھے پیرہن کا رنگ۔ جسم پر ریوڑوں کا نشان بھی نہ تھا۔

جی۔ قیاس سے سمجھا کہ بدصورتی میں تیرا میں، اس جیسا کا سہاگہ رہا ہے۔

بہت مغسوم رہا، وہاں ماہوکی تہہ، یہ وہاں ہو گیا ہے

ماہوکی نے کچھ میں چھری مڑائی۔ ”بیرہ سو روپی“ جی ہاں ہو یا ہے

”ہاں جی، ہر تہہ پتی“

ماہوکی، ”میں کچھ میری سرحدی میں۔“ ن کا یہ، ”تھ سے نہیں سو“ جی متیر مو

رہا، ”تہہ پتی یہ رہا ہے“

ماہوکی، ”دویش کی سیو“

ہاں جی کی آنکھوں کے سامنے سے یہ پردہ سا مٹ گیا، ماہوکی کا مصلب بچھ گئے

پوچھا، ”ماہوکی اس میں اوتھے دن ہوے“

”بچھے کچھ یہ نہیں بہت دن رہا، شہرہ نہیں سر“

ہاں جی کی آنکھیں پر رہے ہوئیں۔ ”ریچہ پر قومی غور کا تہہ سا پھرا۔“ بھارت

ماتا جی اس گے، ”رہے رہا نہ میں بھی نہہاری گوا میں یہی یہی ایو یہاں کھس رہی

میں جو یہ حال پر رہ گئی، ”رجوؤں کی آرو میں قربان رہتی میں ہوئے“ یہ پتی

ہاں تیک۔ ”یوں نہیں دیتیں“

ماہوکی نے ہاں جی کی طرف پر غور لگا سوں سے دیکھا، ”سوئی جی، اپنی

رہاں سے یہ اندھا نہیں۔ میں اندھوورتوں۔ میں نے گاندھاری اور ساہواری

سے نکل میں غم یہ ہے۔ نے سب بد حال سے اپنی پتی مان چلی سے نہیں تیگ سستی۔  
 میری زندگی جو ہی رہتے رہتے مٹ چلا تو بھی سپ پتی و طرف سے  
 مال نہ ہوا۔ جب تک میرے تن میں جان رہے گی، میں اللہ سے ر کی بھالی  
 چاہتی ہوں گی میرے لیے بھی یہ کم ہے کہ پتہ مہاتما کے پتہ نے میرے دل  
 میں بس گیا ہے۔ میں ان کو اپنا سوا بھائی سمجھوں گی۔ آج اٹھارہ سال سے ریوہ ہو  
 کہ میں نے بن و غلبہ رکھیں ان میں نہیں نے دیا۔ میں نے ایک بار اپنے سہیلی  
 کو اور سے دیکھا تھا۔ وروہ تصویر ایک دم کے لیے بھی میری نگاہوں سے نہیں  
 تری۔ جب کبھی میں بیمار ہوں، ان تصویر نے میری تیار کی ہے۔ جب  
 کبھی میں نے یوگ کے دکھ سے لے چھین ہو رہا ہوں تو میں ان تصویر نے مجھے  
 اُتار دیا ہے۔ کہ پتی و میں تیگ ہوں۔ میں ہمیشہ کی ہوں و ہمیشہ کی ہوں  
 رہوں گی۔ میرا دل و میری جان کے اندر موند چکے ہیں۔ رہا ہے تو آج میں  
 شک و ہوں میں یہی خوشی سے چاہیوں یہ پھول و سب ہے میری جان کے  
 کے کام آئے تو میں خوش سے دے دوں گی۔ جیسے کوئی پتہ دینا پر چول چہ ہا  
 و تاب ہے۔

دھوی کا چہرہ خنوق سے گھلکوں ہو رہا تھا۔ جی نے سنی باتیں نہیں ہو رہی تھیں۔  
 "یہ عورت ہے؟" نے میرے حیاں پہ اپنی ندنگ فرمائی۔ اس خنوق  
 سے "جی کی نگاہیں پہ" سوئیں۔ "پریم میں ایک عورت نے پٹی رہ کر کی جہ  
 خاک کی"۔ اس کے لیے یہ "جی کے" تھا۔ "یہاں کی"۔  
 نہیں۔ "پریم کے مقابلے میں" کوئی چیز نہیں ہے۔ "دھوی تم" "یہاں  
 عورت کے لیے" "ہاں نہیں"۔ "میں یہ" "حیاں" "پریم جیسی" "نہیں  
 چیزیں" "میرے" "دھوی" "ہے"۔ "تم نے" "میرے" "یہ" "ہاں" "پسند" "ہے" "تو" "میں  
 بھی" "نہیں" "ہے" "یہ" "سہا" "وہاں" "پرگ" "کو" "خیر" "دہہ" "نہا" "ہوں"۔ "اس" "کے" "پے" "تم" "نے"

اپنے تئیں مناڈا ہے وہ ہمارے بے بڑی سے بڑی قربان رہے۔ سے نہ بچے گا  
 مادیوں نے نور جو بایا۔ وہ اس جو بکے بے پہلے سے تیار تھی 'وہ می جی  
 میں بہت مزور و مرے قتل عورت ہوں۔ مگر میں آپ وہ فینڈا تھی موں کہ ذاتی  
 مگر کا حیل 'جنگ تک ایک کے بے بھی میرے اس میں نہیں کیا مگر آپ سے یہ  
 دیول یا کہ میرے پریم کا معر جہ صرف یہ ہے کہ آپ کے پیروں میں سنا رکھے  
 منہ سنوں بی بیوں فار دوس (ہاتھ جوڑا) آپ سے اس وقت ہاتھ مل گھا  
 کہی ہے۔ میرے پریم کا معر جہ صرف وہی ہے جو آن کا دن مجھے حاصل ہو یا  
 ہے۔ 'جنگ کا اس میری زندگی کا سب سے مراد اس ہے۔ 'جنگ میں اپنے پریم  
 ہاتھ کے ہاتھ ہوں ہوں ور اپنے قانون سے ان کی مرمت و باتیں کن رہی  
 ہوں۔ وہ می جی 'مجھے میدان تھی کہ زندگی میں مجھے یہ بھینا نصیب آگا۔ میرے  
 پاس دنیا دار جہ ہوتا تو میں اس نوتی میں سے آپ کے قدموں پر مار مرویتی۔ میں  
 ہاتھ جوڑا آپ سے مت رتی ہوں کہ مجھے اپنے چہرے سے لگے نہ بچے گا۔ میں  
 سنیاں سے موں کی مر آپ سے ہاتھ رہوں گی۔ میرا ویراں موں کی۔ بڑھوت  
 رہاں گی۔ مگر آپ کا ہاتھ نہ پھوڑاں گی آپ ہاتھ۔ میں سے ہمت دھ ہے ہیں  
 مگر یہ صحن تئیں ہی جان

یہ جتے جتے مادیوں کا گارنڈھیا، مقلوں سے پریم و اصرار نہ بنے گی۔ اس  
 سے وہاں میس نہ گیا۔ مجھ پر پر نام یا اور یہ ان کے پاس مگر پیچہ گیا۔ مرنے  
 نہ لگے گا یا۔ پچھو یہ بات چیت ہوں

مادیوں 'جو تہ چاتی تھیں

رنج رنی 'جی' یا بولے

مادیوں 'یہ نہ بتاؤں گی

رنج رنی کو گوہر کی دوست لگی ہوں۔ مینور نے بہت موں میں موصدہ چور کیا۔

میں نے یہاں سے ہواؤں کی ہاتھوڑی مایوسانہ انداز سے مسکرائی۔ برتن نے  
 کانٹتی ہوئی کہا "ہم ہاتھوں سے نہ چاہے گی" اور ہاتھوں سے منہ بہنے لگی۔ پھر  
 "ہر سنگھار سب کو" تو تم ہم سے کچھ نہ کی  
 "ہاتھوڑی" میں تمہیں چھوڑ کر نہیں چاہوں گی"  
 برتن "چل دو تم نہ بنا"

"ہاتھوڑی" "یہ بیٹا"

برتن "دیکھو ہے جوڑیہ پہ پہے؟"

"ہاتھوڑی" "غیر جیسے جگہ کا ہے"

برتن "سہاگہ جوڑیہ یہ رنگ کا ہوتا ہے"

"ہاتھوڑی" "میر جا رہی ہے گا"

برتن "جنگی چاند رہا بہت پسند ہے۔ میں نے اپنے دے دوں گی"

"ہاتھوڑی" "ہاں حلقہ ٹھیک ہے"

برتن "تیری باتیں ساری ہیں"

"ہاتھوڑی" "پہ سٹھارہ"

برتن "یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں تو اس وقت تو دس یوں ہے تو نے"

اس وقت کے لیے کہیں کہیں بوقت کی تپیل، ایسا ایسا جوگ سا تھا، ایسے یہ برت

رکھے اور جگہ جگہ جب وہ رتن مل یا تو خوشی میں دھن دیتی"

"ہاتھوڑی" "تم یہ دن بہت جیت رہی ہو، اس سے مجھے صدمہ ہوتا ہے"

برتن "یہی تو خوشی ہوئے کی بات ہے"

"ہاتھوڑی" "میں میرے بھگ میں، خوشی بھی نہیں۔ جو پتہ یادوں میں گھونما"

بنانا چاہتی ہے، وہ سداؤ یوں پر رہے گی۔ میں سے فیصلہ کر رہا ہے کہ زندگی کے یہ

چند سال کی طرح پریم کا پہلا، لکھنے میں لگتوں"

## دانش

دوسرے دن باجی ٹنڈن وسمیت سیب رنگ ہو کر رحہ اہرم لکھ کا قہار رہنے لگے۔ رات گھاٹ پر ایک عظیم شان گماشا۔ دنیو اپنے ہاتھوں تھکی۔ شے کے کچے و بارہ مسرے نظر آتے تھے۔ ہر پر وہ روپیہ قیس اور بھندیاں ہری تھیں۔ رکھیں نہ ہتھوڑا پناہ میں لڑ رہا ہے ہاتھیں۔ دروڑے چھوڑ دیے۔ لگے ہیں ڈے غیر مندم کرنے کے لیے تیار تھے۔ کیونکہ گج حبیب وطن کی آمد ہے۔ دس نے بنا سب کچھ وطن پر قربان دیا۔

خون کی دیوی پٹی صیو، ستیاں سے ماتھ ٹوڑ مٹھی۔ ہو مستی سے جھٹتی پھرتی تھی۔ رنٹنم کا نہیں نامہ نکالت نہ تھا۔ جاچا نوٹ جھڑکتی تھی۔ مردہوش وضع باس ریت تن بے ٹھہرتے تھے۔ عورتیں سوہوں سنہارے مثل بیت ہاری تھیں۔ ڈے سفرانی صاف۔ اندھے ٹپتیں مارتے تھے۔ ہر مرد و زن کے چہرے سے خون جھلک رہی تھی۔ کیوں گج قوم کے ایک پٹے جان دارن گد ہے۔ دس نے بنا سب کچھ قوم کی نذر دیا ہے۔

ہا جی جب اپنے جاں دار رنٹنوں کے ہاتھ رنٹن لکھ کی طرف چلے تو سورن کے گوشہ مشرق سے کل رنٹنوں پر۔ ہر کام نہ چہرہ جوں ہی دلوں نے لکھا۔ ہر مرد و زنوں سے ہر رت کی۔ ہر پر جوش و کلاہ و اضاے آواز و چیخ و گندہ۔ ہر ملک چا رہا بچا۔ گھنے۔ رنٹن قس و صد میں اندھا کیل۔ ہر مسرت سے آواز بخنے ہو میں گونجے گئے۔ ہر طرح شمع کو دیکھنے کی پرہیز ہر پارہوں کو دوسرے پڑتے ہیں۔ ہر طرح ہا جی وادیہ رنگ برتیزوں سے س کے پاروں طرف جمع ہو گئے۔ رہن سبھ کے سو سو مجاہدوں نے سامنے۔ ہر کی خوشیاں دیوں و رہنما ہر گھوڑے نظروں میں آجھے چلتے تھے۔ ہر جماعت کا ایک

یہ مہر قوم کا سچا جاننا تھا۔ ورنہ اسے پر جوش مرے لوگوں سے دوسرے دوسرے  
 سے لبریر ہے ایسا تھا۔ رب کے اوں سارے تشاکیاں کا جوہر تھا۔ تو میں  
 جھڑنی تھیں۔ پھول ورمیوے برس رہے تھے۔ جا بجا شانی ملت میں سلکھا رہے  
 ہوئے۔ تھے وہ میں کامیاب پھوس ورمیوے یہ رتی نارری تھیں ۱۱  
 وانیس عرب ریا کی طرف سے تھیں۔ ہر شہر میں چمن بنا ہوا تھا۔ ورنہ اس طرح  
 ساروں کے مہینہ میں کان کھٹا میں ہتی ہیں۔ ورنہ وہ رستوں گھن چھ صد ۱۲  
 ہوا دیتی ہے کی طرف سے حسرت لے پایاں کی رہاؤں سے ہمارے کی تے کے  
 جو صد خیز ۱۳ ازیں دوس میں رمی اور وہ بید ۱۴ ہی تھیں۔ جب ہا جی چوٹ میں  
 پیچھے تو بک عجیب نظارہ دیکھنا چک سو ورمیوے ورمیوے کے تیس ورمیوے پہن  
 رنہ ان کی تے کے چپے رستے ہوا ہے ورمیوے میں جو بصورت سائنٹ ہے ہر  
 رہا ہرے تھے۔ باجی کو دیکھنے کی وہ اس دس کی قساروں میں ہو گئے۔ ۱۵  
 ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

بالا جی تیرا مہربا ہو  
 دھن دھن بھاگ میں اس گمری کے  
 دھن دھن دھن بھاگ ہمارے  
 دھن دھن دھن گمری کے ہاں  
 جہاں تیرے چہن پہنارے  
 ہا جی تیرا مہربا ہو

کیا دلشاد رہا تھا۔ غمہ مرچہ ہوا تھا۔ مگر محدود ورمیوے آروں نے مل کر  
 تے کا دلشاد رہا تھا۔ ورمیوے کے فہم ورمیوے ہم گئے ورمیوے نہ سنا چھ  
 کیا۔ غمہ میں یہ نہ رہا ہی نہ معلوم ہوتا تھا جیسے رت کے تے میں غمہ  
 عند لب سار عام نقش حیرت ہا ہڑ تھا۔ غریب بھارت ہا ہڑ تھا۔ یہ



نظر آئے جہاں دیکھے۔ اس وقت خوب سیر ہو رت دیکھو۔ تم رقصان و نورانی غصہ  
 مریوں سے ۱۰۷۰ ہو گئے۔ حسوں و نازک، ہیں بہت اچھے۔ گل و گلشن  
 بہت سیریں کیں۔ مگر وہ مسرت ملتی وہ حوصلہ طرب چیز جو اس وقت تم محسوس  
 رہے نہیں کہیں وہ بھی حاصل ہوا تھا رقصان و نورانی کے غصے و حسوں و  
 مارک و دیں و رنگ و گلشن کی سیریں تمہارے دل کو خوش کرتی ہیں۔ مگر تمہارے  
 حوصلوں و پست و اعز و بنا دیتی ہیں۔ لیکن اُسے نیکو رسم میں قومیت و قومی جوش  
 و رقتی ہمدردی کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ رقم نے پٹی زندگی میں ایک بار بھی یہ  
 نظر نہ آیا ہے تو اس کا پورا نقشہ تمہارے دل سے نکلیں۔ مگر۔

بالجی کا وہ بیہ چہرہ روحانی مسرت کی روشنی سے مورا ہو رہا تھا۔ وہ شخصوں سے بچے  
 قومی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس طرح اس نے چہ پہناتے ہوئے سمیت ۱۰۷۰  
 روشنی سے متو، موجد ہے وہی کیفیت اس وقت بالجی کی تھی۔ جب غصہ بند ہو  
 گیا تو سب نے چند قدم آگے بڑھ کر چھوٹے چھوٹے بچوں کا گھر اپنے  
 کندھوں پر بٹھایا۔ ہر مہم ق میں روم سے یہ سفر ہا گیا۔ بھارت و تارکی ہے۔

اس طرح لوگ حرماں حرماں رنج گھاٹ پہنچے۔ یہاں گوشالہ کی ایک شاہدہ  
 بعد عمارت و قتل کے یہ ہڑی تھی۔ عین میں محسوس فرشتہ چھایا تھا۔ مگر نہیں،  
 قوت و درو زے جو شہ پھوہوں و پتلیوں سے بچے ہوئے تھے۔ مرغان کے اندر  
 کی یہ رکائیں بندھی ہوں تھیں بالجی نے اپنے ہاتھوں سے ان مائدوں میں کھلی  
 ورجو سڈ۔ نہیں پیرتے ٹھیکیاں ایں۔ ایک سوچ عمرہ میں سنگ مرمر کا شمس  
 حوض بنا ہوا تھا۔ وہ وہ سے ہریر ہوا، جس نے ایک جیو دوادھ سے رشتہوں سے لگاوا  
 و پٹی گئے۔ اس کے بعد ہر دوں کی چوٹی اب حیات سے فیض یاب  
 ہو۔

کئی صحن میں دو طہینوں سے چھیننے بھی مدد پاتے تھے کہ کسی مدد کوں ہوئے

مولے ہر گھ کہ پندت بدوشا تری یانہ مرقند اور۔۔۔ مھس ل ہا مھڑے  
 مل چہ رہے ہیں کہتے ہیں کہ ہم وہاں جی سے ۱۱۱۱ باتیں رہیں ۱۱۔۔۔ بدوشا تری،  
 بنارس کے مائی رئی پندت تھے۔ خوبصورت ہوں تک لگاتے۔ ہر بات کے  
 مرزئی پہنتے اور سختی پڑی بندھتے تھے۔ ہم چند ور۔۔۔ مھس ل ہا توں کے  
 رئیس عظم اور مھ پتی آدمی تھے۔ حصہ کے لیے ہر روں انکھوں روپے خرچ  
 تے اور اعلیٰ عہدہ روں کو تسع و تکریم ہاں طریقہ رست و ض ولین جھیتے  
 تھے۔ س حضرت کا شہ کے مہیوں پر بڑا بدوشا تھا۔ بدوشا تری جب ابھی  
 شاتر تھرتے تو پتیلیں بات تھی۔ لریق شانی کی ہریت نہیں۔ خصوصاً ہمارے کے  
 پندے ور پرگوں ور کی قیس کے دوسرے دھت خوردن کے یہاں کی گاہ خون  
 ہانے دیتے تھے۔ شاتری بنارس میں ساتن ہڑ کے ہکیل ور کن عظم مشہور  
 تھے۔ تم چند ور مھن ل ہا بھی نہ ہی جوش و خروش سے بہرے تھے۔ اس وقت س کی  
 شریف اور رن فتنہ گیزی سے کم نہ تھی۔ ساتن احمد کا مرض ولین تمدن کے نقائص  
 حمایت رست و مرقند مال جی کی رہ افزوں کامیابیوں و دیدارن کے بکھے پر  
 مہرپ دن رتہ تھا۔ ور یہ دگ احمد سے با۔۔۔ جی کے ساتھ شاتر تھرتے یہاں  
 مہار ڈیر نو جہاری رنے کامنفع ڈھونڈ رہے تھے۔ شاتن کی ان مہر دیں ہر  
 نہیں۔ پندوں ور پرگوں کی ایک جمیت شہرے رہنے لگی۔

ہاں جی نے ان مہارتوں کے سہ کی خبر لی تو ہر نکلے۔ مکر یہاں کی  
 یغیر مینھی و ہوش ڈگئے۔ مرقین کے ہنگ ٹہیں سنبھالے سٹین پتہ مہ  
 کہتے وہاں تھے۔ شاتری جی پرگوں کو ور رنے کے لیے مہار سے تھے ور مینھ جی  
 مند میں تو زفر مارے تھے کہ شاتروں کی دھمپاں ر دو۔ ہم مدت میں دیکھ میں  
 گئے مہار ہاں بیکانہ ہونے پائے گا۔ مھن ل ہا صاحب بھی گھ پھار پھار ملر مارتے  
 تھے کہ نکلے جس میں ہوتا ہو۔ یہاں کو بڑا بڑا دھوڑا گا۔ ہاں نے مہر

یہ رنگ دیکھتے تو راجہ صاحب سے بولے "پاپہ دوش ستری بوجا رہے تھے کہ کس  
 تہہ ہنس رہا ہے۔ زکریا کیسے۔ اور یہ مہر فیض کا نقصان ہو گا اور جب ہنسائی لگے گی اور  
 صاحب کی ہنسیوں سے نگارے برس رہے تھے بولے "کس شخص سے بات کرنا  
 میں اپنی تو بین سمجھتا ہوں سے پر گوہوں نے جمعیت پر اور ہے مگر میں سچوں  
 ماری شیخی اور میں یہ دیتے ہوں۔ ان کا نشانہ کس کے اور کچھ نہیں کہ آپ پرور  
 میں مگر جب تک میں ہر پانچوں بیٹا زندہ ہیں اپنی آپ کی طرف ہنکارتیں نہ  
 کرتا۔ کس آپ کے ایک شہرہ کی دیر ہے اور میں وہاں میں کس کی رات کا  
 مزہ چھوڑوں گا۔"

ہاں جی سمجھ گئے کہ یہ شیر بھر کیا ہے کس سے مصراحت کی امید رہتی لگتی ہے۔  
 راجہ صاحب نے جی کے "نہ سے نئی نہیں" یہ فوج منتشر ہوئی۔ اتنی ہی  
 کامیوں نے جو شہرہ کی نیت سے تھے، فرط عقیدت سے، اپنی جی کے رہبر  
 مہر بھائی۔ اور ان کے عقیدت مندوں کے زمروں میں شامل ہو گئے۔ بدوش ستری  
 نے یہ چند پاپہ کہ چندوں کے قصص کو مستعمل کریں۔ مگر کام رہے۔

کس وقت ہاں جی۔ ایک نہایت پرور تفریروں کا ایک ایک خط سچ تک  
 پہنچا۔ وہاں سے دوں میں مشغول ہے اور جو مال رندے سے ہمیشہ متعلق کام رہے  
 لگا۔ ہاں جی کی وجہ سے بہت سی تقریریں ہیں مگر وہ خوش ہوئے اور وہ ملک کی اس سے  
 ہفتہ پر صبح ہے، اس کی تقریر میں غم نہیں مئی۔ انہوں نے چاروں کے کام کے  
 رہبر نے چند محو میں چندوں کی سیریاں اور پانچوں نے لگے کام دیے۔ کس چاروں  
 صحت تقریر کے یہ خبر کی حفاظت تھی۔

آپ مستحق مزے سے کام کرتے چلے جائیں اور ایک دن آپ ہونٹوں  
 مقصود کا سر مینا اور دھانی دے گا مگر تنہا کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ تنہا  
 اور طقتی رہ رہتے قوت ہے۔ تنہا مردانہ عیوں کا پاپا ہے۔ تنہا

اور صاف دھڑکی کا حوتہ ہے۔ سے سہ زباں تھ سے نہ جانے دینا۔ تمہارے ہاتھ سے  
 "رماشیں" ہیں گے۔ تمہیں متو "ماچو بیوں" کا سامنا پڑے گا۔ نا کامیوں تمہاری  
 غماں گیر ہوں گی۔ یہی حالتوں میں سوئے تقدیر کے تمہارے کون قابل اعتماد رہا  
 رہا گا۔ تقدیر کا کامیاب بھی ہو سکے گا وہی میں پناہ نشان چھوڑ دے گا۔"

جب، جی مکان کی طرف چلے تو آلتے۔ گوشہ مغرب میں چپ رہا تھا۔ میں  
پہلو کی رونق و زندہ دلی دیکھ کر بہت حوشی ہوئی۔ آج شہر و ماں سے کسی حبیب  
مٹن کی آمد کی مہربانی میں شہر کو چہرے ہاں رہے کی تیاریاں کی تھیں۔ رات کے  
بوقتوں طرف بحر میں بناد جاری تھیں۔ چورہوں پر رقیع شان پھانکھڑے  
تھے۔ مردکانوں پر بھڑکی نوں و رہاڑیاں ریب دے رہی تھیں۔ کسی مہمست  
کے جوش میں بک سپن؛ آتی اھڑے بھاس گئے تھے۔ مگر اتفاقات نے کچھ ایسی  
صورت اختیار کی کہ مہمست کے یہ مارے ماں درہم پر مہم ہو گئے۔ ہاں جی نے  
مکان پر پہنچ کر نہ رکھا تو چہرہ و رویا بیا اراں درممد سے یک ٹھنڈی سانس نکل  
گئی۔

درآمد صاحب — مختصر تاریخ چنگیز خان و یارانش

ہاں جی، 'سندیا میں طوفان' کہیا اور 'سندیا' کا نام دے بیٹھ پڑا۔ اس پر راجدھی تباہ ہو  
 گئے۔ جب پھرنا ہے تو سے مرنے مارنے کے ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸،

ہاں جی یہ کہتے کہتے رک گئے۔ سمندر کی ہروں کی صراخ وگ دھم دھم مارتی تھی۔ چپڑے تھے۔ ہاتھوں میں ٹھیں اور آنکھوں میں خون کی مرنی۔ چہرے غضب ناک۔ تہوں پر جس پڑے ہوئے تھے۔ دیکھتے دیکھتے یہ جماعت کثیر پرگوں نے سر پر پہنچی اور قریب تھا کہ انھیں سروں کا بوسہ ملیں۔ اور ٹھینٹیں کھجیوں میں

نہیں کہ،، جی کھلی نہی طرح کو نہ ریک گھوڑ پر سو رہو گے۔ اور نہایت پرور  
 بند میں رہی۔

”بھائیو! یہ یاد دہیر ہے۔ رنجھے پادوست سمجھتے ہو تو فوراً تھپتے رہو۔ اور  
 جیوں، ایک نئی گئے مست ہو گئے۔ مجھے خبر ہے کہ تمہارے ۱۶ میں ۱۶۔ نصف  
 ورنہ خوش ہے۔ مگر مرد نہ ضبط کس سے بھی ریوایا پاک و متدس ہے۔ اس وقت اپنے  
 غصہ و غبار سے رہو۔ یہ کم پنی قوم کے ساتھ کمال لڑائی، چھ کہ یوں جان  
 اپنے پروردگار ہو۔ یہ تم متحمل۔ رہی گئی میں رہتا چاہتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے  
 دشمن نہیں۔ تمہارے بھائی تمہارے ہی خون میں۔ نہیں پنا دشمن مست سمجھو اور وہ  
 جاہل میں تو اس کی جہالت کو دہرنا تمہارے فرض ہے۔ اور وہ نہیں کا یوں دیں تو تم  
 مست رہو۔ اور وہ کم سے بڑے پروردگار ہوں مگر اس مست رہی خفیہ۔ اور ایک  
 سو پانچویں کی طرح اپنے بد مزاج مریضوں کے علاج کرنے میں مصروف رہو۔ میں  
 نے مہربان ہو رہا ہوں۔ اور میرے خیم کے خلاف م نے ہاتھ نہیں دیا تو وہ تو مگر  
 دشمن ہوگا“

ن پروردگار غلط۔ چہرہ نہ سوت کا کام طاری رہی۔ جو جہاں تھا وہیں پیش  
 ہو رہی گئی۔ اس ایک شخص کی جو میں قیامت کا رٹ تھا۔ اس نے بیچس ہزار  
 آدمیوں کے مارتے ہوئے خوش ہوا۔ ایسا جیسے ہوائی ہوشیار پہاڑ ٹریڈ گھوڑے۔ وہ  
 روک دیتا ہے۔ اور یہ طاقت اس نے دی تھی کہ اس کے سر پر تاج شامی تھا۔ وہ اس کی  
 فوج کا سپہ سالار تھا۔ یہ صرف اس پاسبان ہرقلمی بے غرض خدمت کا جد پتہ اس  
 نے اس امر کو دیا تھا۔ خواہم قوم کے عزت و تیار کا یہ نہ وقت ماریاں ہوتی ہیں جو وہ اپنی  
 قوم کے لیے رہتا ہے۔

پندوں اور پرگوں نے باجیوں پر جہاں صورت دیکھی اور پروردگار کی تو  
 اس کا جوش لگی رہا ہو گیا جس طرح قاتل کے ہتھکڑی ہر پھٹ جاتا ہے۔

دھرم لکھ 'ا'

ہا جی 'بہنوں' یا بھیس بہ گئے۔ ہر شام مارا ہوا۔ مٹاؤں  
چھتوں پر کشمیاں چھری ہیں۔ رات سب کچھ لگے ہیں۔ درختی شے  
میں وہ ہونے سے پہلے ہیں مگر نئی نئی بہت کم ہے۔

دھرم لکھ (جو تم پر ہے) ہو رہا ہے شوروں غریبوں کا دھم ہے

ہا جی 'گوپن گوشت' بہت ہے۔ یہ بن کا میں یا بونڈو نہیں۔  
تیس گھنٹہ کا تاریک رہتا رہتا 16 بج پائی رہا ہے کے ہونے میں رہی ہو دی جی  
ہے۔ نہ ہونے کا نہ ہے۔ نہ ہونے کا ہر گاہ ہے۔ بہت سے لوگ  
جو کوں سے جاتے ہیں دروگوں کے نام و شیون سے کینہ منہ کو چاٹتا ہے۔ سب  
منصبت رہا جی ہا جی ہونے کی رہ گارے ہیں۔ ن کا نیوں ہے کہ میرے  
پہنچنے سے نصبتیں رہ ہو جائیں گی۔

تھوڑی دیر تک ہا جی 'نکھیں نہ دے گئے' میں ہوں بے ہوش ہے۔ بعد  
رہا ہے 'میر جا نا ضروری ہے۔ میں دن وقت جاؤں گا آپ سدا کے رہن  
جاؤں گا دیکھ کہ وہ کس کام میں میرا تھوڑا سا ہو رہا ہے۔

رحمہ صاحب نے منت میز جہ میں کہا 'رہا ہو تو میں بھی ساتھ چلوں'

ہا جی 'میں وہاں پہنچا ہوں' آپ وہاں آؤں گا۔ میرے حیاں میں آپ کے  
جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

دھرم لکھ بہت ہوتا ہے صبح جاتے

ہا جی 'جی میں مجھے یہاں سے ہر گھڑی مشکل رہ رہا ہے۔ بھی مجھے وہاں تک  
پہنچنے میں ہی دن لگیں گے۔'

دم کے دم میں مارے شہ میں یہ جہ نہیں تھی کہ سدا میں طوفان آگیا۔ اور ہا جی  
دن وقت جا رہا ہیں۔ یہ سنتے ہی ہا جی ہا میں اور نصبت رہے کے ہے

نکل پڑے۔ درنو بجتے ہی دروازہ پر قہر ہاں پچھیں نر رامیوں کا مجمع ہو گیا۔ سدیا کی خبر ہر ساری زبان پہ تھیں۔ لگاتار مصیبت زدوں کی حالت پر انہوں نے اندر دیکھ کر روتے تھے۔ صدیا کوئی ہاتھ نہ لگایا، جی کے ہاتھ پیٹے سے تیار ہو گئے۔ دروازہ دھوکے سے کھولا۔ یہ ایک فنڈھولے کے چہرے پر ہوا تھا۔

اگر رانی اصرار رکھنے کے محسوس میں شہر کی خواتین نے سچ سچا سوچا، سوچا دینے کے لیے ایک عرصہ یہ تھا۔ مانتاں جو پل کا ایک ایک گوشہ عورتوں سے بھر رہا تھا۔ پہلے رانی کے کئی عورتوں کے ہاتھ ایک مہار کا سامنا پیت گلیا۔ "اگر اس کے بعد سب عورتیں حلقہ باندھ کر گات بجاتیں، راتی کا تھکا یہ ہمارے مکان پر آئیں۔" یہ باتی اور چند مہاروں کا مصافحہ کرتے ہوئے پہلے ہی موجود تھیں۔ سہا ہر ایک خاتون سے لگے۔ "نہیں دیا کی کہ تمہاری گود میں ملے یہ ہی پتہ ہے۔" پچھلے ہی ہیں گئے۔ پھر رانی صاف نے ساری ساری تاروں اور گانا ہو گیا۔ سچا دھوکا کچھ اور پچھوں کی طرح تھا، ٹال کی طرح سچا دھوکا، غمور تھی۔ رزویں کی لڑکھائیں۔ "میں سروروں نے کل سے تیار ہو کر تھام کر کال سارے رزویں نے ٹان بٹیا ہے۔" ان کے چہرے مختلف رنگ کی تھیں روشن ہیں۔ بے رزورہ سرور یوں نے مارن رندوں کا دی۔ مگر بے رزورہ سرور سے ایک دن کا دکھ بھی نہ بھیا۔

سہا نے رگوں کے ان پ سے مکان گون رہا تھا کہ یہ ایک سدیا کی خبر یہاں بھی پہنچی اور رہا ہوا۔ لگے یہ پتہ ہے سالی ہے آپ لگ با جی، رحمت رنے کے لیے تیار ہو جائیں وہ دن وقت سدیا جا رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی ڈھکی رات دن خاموشی چھ گئی۔ ہاتھ گھبراہٹ میں ہر روزہ کی طرف پئی۔ گویا وہ بول جی واروکے گئے۔ اس کے ہاتھ سب کی سب عورتیں کھڑی ہوئیں اور اس نے پیچھے پیچھے چلیں۔ رچ رن ہے ہا چکی! یہاں میں رزویں

رخصت کرو گی ابھی تو وہ اپنے کمرے میں ہیں“

سہاما: ”میں انہیں نہ جانے دوں گی رخصت کرنا کیسا؟“

برج رانی: ”ان کا سدیا جانا ضروری ہے“

سہاما: ”میں سدیا کیا لے کر چاٹوں گی، بھاڑ میں جائے، آخر میں بھی تو کوئی ہوں،

میرا بھی تو ان پر کوئی حق ہے“

برج رانی: ”تمہیں میری قسم اس وقت اس قسم کی باتیں نہ کرنا ہزاروں آدمی محض

ان کے بھروسے پر جی رہے ہیں یہ نہ جانیں گے تو قبر ہو جائے گا“

محبت مادرانہ انسانیت اور قومیت کے احساس سے غالب آگئی۔ مگر برج رانی نے

سمجھا کہ روک لیا۔ سہاما اس واقعہ کو یاد کر کے ہمیشہ افسوس کرتی تھی۔ اسے تعجب ہوتا

تھا کہ میں آپ سے باہر کیوں ہو گئی تھی

رانی صاحبہ نے پوچھا ”برجن بالاجی کو بے مالا کون پہنائے گا“

برجن: ”آپ“

رانی صاحبہ: ”اور تم کیا کرو گی؟“

برجن: ”میں ان کے ماتھے پر تلک لگاؤں گی“

رانی صاحبہ: ”مادھوری کہاں ہے؟“

برجن: ”(آہستہ سے) اسے نہ چھیڑو بچاری اپنے خیال میں مگن ہے“

اسی اثناء میں بالاجی باہر نکلے۔ انہیں دیکھتے ہی لوگوں نے پر جوش نعرہ مارا بھارت

کی جے عورتیں بھی ان کی طرف بڑھیں۔ بالاجی نے سہاما کو دیکھا تو نزدیک آ کر

اس کے قدم چوم لیے۔ سہاما نے انہیں اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا۔ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر

فور جذبات نے زبان نہ کھلنے دی۔ رانی صاحبہ پھولوں کی جے مالا لے کر چلیں کہ ان

کے گلے میں ڈال دوں۔ مگر پیر تھرائے۔ اور آگے نہ بڑھ سکیں۔ برج رانی چندن کا

تھال لے کر چلی۔ مگر آنکھیں ندی کی طرح لٹک آئیں۔ اور دل بیٹھ گیا۔ تب مادھوی



چلی۔ اس کی آنکھوں میں پریم کی چمک تھی اور چہرے پر پریم کی سرخی، ہوتوں پر  
 داؤ بزمسراہٹ اور دل پریم کے نشہ میں مگن تھا۔ اس نے بالاجی کی طرف ایسی  
 نگاہوں سے دیکھا جو اتھاہ محبت سے لہریں تھیں اور تب سر نیچا کر کے پھولوں کی جے  
 مالا گلے میں ڈال دی۔ ماتھے پر چند کانیکہ لگایا اور پریم کا بیڑا ہاتھ میں دے دیا۔  
 مراسم ظاہری کی کسر تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔ اس وقت بالاجی نے گہری سانس لی۔  
 اور انہیں معلوم ہوا کہ میں پریم کے اتھاہ سمندر میں بہا جا رہا ہوں۔ ضبط اکھڑ گیا اور  
 اس شخص کی طرح جو یکا یک پانی میں پھل پڑا ہوا نہیں نے بے اختیار مادھوی کی  
 ہانہ پکڑ لی مگر آہ! جس تلخے کا انہوں نے سہارا لیا وہ خود پریم کی دھارا میں تیزی سے  
 بہا جا رہا تھا۔ ان کا ہاتھ پکڑتے ہی مادھوی کے رگ رگ میں بجلی سی کوند گئی۔ بدن  
 میں پسینہ آ گیا اور جس طرح ہوا کے جھونکے سے پتھر یوں پر جمیل ہوئے شبنم کے  
 قطرے زمین پر گر پڑے ہیں۔ اسی طرح مادھوی کی آنکھوں سے آنسو کی بوندیں بال  
 جی کے ہاتھ پر پڑیں۔ یہ پریم کے موتی تھے۔ جو ان متوالی آنکھوں سے بالاجی کے  
 جینٹ کیے۔ آج سے یہ آنکھیں پھر نہ روئیں گی۔ آسمان پر تارے چمکے ہوئے  
 تھے۔ اور ان کی آڑ میں ٹپٹھی ہوئی دیویاں یہ نظارہ دیکھ رہی تھیں آج صبح بالاجی کے  
 خیر مقدم میں یہ نقشہ گایا جا رہا تھا۔

بالا جی تیرا آنا مبارک ہوئے

اور اس وقت عورتیں اپنے دلکش اوڑن بھاؤ نے سروں میں گارہی تھیں

بالا جی تیرا جانا مبارک ہوئے

آنا بھی مبارک تھا اور جانا بھی مبارک ہے۔ آنے کے وقت بھی آنکھوں سے آنسو  
 نکلے تھے اور جانے کے وقت بھی آنسو نکل رہے ہیں۔ کل وہ مہمان کا خیر مقدم کرنے  
 کے لیے آئے تھے۔ آج اسے الوداع کر رہے ہیں۔ ان کا رنگ روپ بالکل یکساں  
 ہے، مگر ان میں کتنا فرق ہے۔

## متوالی جو گن

ما دھوی پہلے ہی مرجھائی ہوئی کلی تھی۔ حسرت نے اسے خاک میں ملا دیا۔ بیس سال کی تھوئی جو گن بن گئی۔ اس غریب کی بھی کیا زندگی تھی کہ یا تو دل میں کوئی آرزو پیدا ہی نہیں ہوتی، ہوئی تو قسمت نے اسے پھلنے پھولنے نہ دیا۔ اس کا پریم عشق کا دریا بے بے کنار تھا۔ اس میں ایسا سیلاب آیا کہ زندگی کی آرزوئیں اور حسرتیں فنا ہو گئیں۔ اس نے جو گنوں سے دست پرہیز لیے اور علاقہ کی اور حسرتیں فنا ہو گئیں۔ دنیا انہی اربابوں اور آرزوئوں کا دوسرا نام ہے۔ جس نے انہیں گور حسرت میں دفن کر دیا۔ اسے دنیا سمجھنا بھول ہے۔

اس پریم کے نشہ میں متوالی جو گن کو ایک قیام نہ تھا۔ بوئے گل کی طرح دلش دیش پھرتی اور پریم کے شہد نہتی پھرتی تھی۔ اس کے زرد چہرے پر گہرے رنگ کی کفنی بہت سہانی معلوم ہوتی تھی۔ یہ پریم کی مورت کو دیکھ کر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے۔ جب وہ اپنی بین پر کوئی بھجن گانے لگتی تو سننے والوں کے دل پریم اور انوراگ سے سرشار ہو جاتے۔ اس کا ایک ایک شہد پریم دس میں ڈوبا ہوا تھا۔

متوالی جو گن کو بالاجی کے نام سے عشق تھا۔ وہ اپنے پدوں میں اکثر ان کی سیرت سناتی تھی۔ جس دن سے اس نے جو گیا بھیس اور لوگ لاج کو پریم پر پھنسا کر دیا، اسی دن سے گویا سرتوتی اس کی زبان پر بیٹھ گئیں۔ اس کے ریلے پد سننے کو لوگ سینکڑوں کوس سے چلے آتے تھے۔ جس طرح جنسی کی صدا سنتے ہی گویا گھروں سے بے قرار ہو کر نکل پڑتی تھیں۔ اسی طرح اس جو گن کی تان سننے ہی انسانوں کا دریا اٹھ پڑتا۔ اس کے پد سننا آئند کے پیلے پینا تھا۔

اس جو گن کو کسی نے جنتے یا روتے نہیں دیکھا۔ اسے نہ کسی بات کا رنج تھا۔ نہ کسی بات کی خوشی، جس دل میں آرزوئیں نہ ہوں وہ کیوں نہیں اور کیوں روئے۔ اس کا

چہرہ آمد کی تصویر تھا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی دیکھنے والوں کی آنکھیں پاگ سرور سے  
لبریز ہو جاتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

اختتام